غیر مطبوعہ
دہشت ساز
علیم الحق حقی

وہ دونوں رِنگ میں چکرا رہے تھے' مگر فاصلہ کم نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ ایک تھرکتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا تو دوسرا پیچھے ہٹ رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح ایک کا انداز جارحانہ تھا تو دوسرے کا مدافعانہ۔

پھر علی جمال کے پاس پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں رہی۔ وہ رسیوں سے جا لگا تھا اور اُس کا تجربہ تھا کہ رسیوں سے لگنا خطرناک ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ ایک قدم آگے بڑھا۔ قدرتی طور پر درمیانی فاصلہ کم ہو گیا۔

اب وکٹر ڈکسن کے لیے موقع تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب تھے۔ وکٹر نے علی کو رائٹ کا جھانسہ دیا۔ اس سے بچنے کے لیے علی وکٹر کے بائیں جانب متحرک ہوا۔ وہاں اس کا واسطہ اصلی لیفٹ ہک سے پڑا۔ اینٹ جیسا ٹھوس وہ پنچ اس کے رخسار پر لگا۔ اُس کا متحرک چہرہ وہیں رک گیا۔ اس کے منہ سے جو چیخ نکلی' وہ منہ میں ہی گھٹ کر رہ گئی اور اسی لمحے وکٹر کا رائٹ اُس کے چہرے سے کنیکٹ ہوا۔ رائٹ لیفٹ کامبی نیشن!

''کچھ سمجھ میں آیا کہ کیا ہوا ہے؟'' وکٹر نے خوشی سے دانت نکالتے ہوئے پوچھا۔

علی نے کئی بار سر جھٹکا۔ اس کا چہرہ پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ ''ہاں....... تم نے مجھے ہٹ کیا ہے۔'' اُس نے کراہتے ہوئے کہا۔

''یہ تو سامنے کی بات ہے احمق۔'' وکٹر اب اپنی ایڑیوں پر تھرک رہا تھا۔ ''میں نے تمہیں دو بار ہٹ کیا۔ اب تم خون اگل رہے ہو لیکن اہم بات یہ ہے کہ میں نے تمہیں

پھنسایا۔ میں نے تمہیں بائیں جانب موو کرنے پر مجبور کیا۔ وہاں میں نے تمہیں لیفٹ رسید کیا۔ اس کے بعد میرے پاس اتنا وقت تھا کہ رائٹ میں اپنی مرضی کے مطابق اپنی سہولت کے حساب سے مار سکتا تھا' کیونکہ تم شاک میں تھے۔ شاک صرف لیفٹ کا نہیں تھا' دھوکہ کھانے کا بھی تھا۔''

وکٹر نے پھر رائٹ کی جھکائی دی۔ علی کا چہرہ بائیں جانب متحرک ہوا۔ ہتھوڑے جیسے لیفٹ نے بائیں جانب متحرک اس کے چہرے کو فریز کر دیا اور پھر ایک اصلی رائٹ نے اُس کے چہرے کو دوبارہ بائیں جانب پھیر دیا۔

''دیکھا تم نے' اس طرح۔'' وکٹر نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ ''ایسے میں نے تمہیں پھنسایا تھا۔ ایسے میں تمہیں پھنساتا ہوں۔''

''بے شک! تم مجھے نشانے کی مشق کے لیے استعمال کیا جانے والا گدا سمجھ سکتے ہو۔'' علی کی آواز کراہ سے مشابہ تھی۔

''میں یہ کہوں گا کہ تمہاری سمجھ بوجھ میں سرعت نہیں ہے۔'' وکٹر بولا۔ ''باکسنگ میں ہنر یہی تو ہے کہ حریف پر ظاہر کچھ کرو اور عملاً اُس کے برعکس کرو۔ اس کی بہترین نظیر تمہارے ہم نام علی نے زائر میں قائم کی تھی۔ یاد ہے؟''

''کب کی بات ہے؟''

''۱۹۷۴ء کی۔''

''میں اس وقت چھ سال کا تھا دادا۔''

''تو ویڈیو پر دیکھو۔ علی نے رسیوں کے ذریعے اپنے حریف کو بے وقوف بنایا تھا۔''

''کیا...... کیسے؟''

وکٹر نے اپنے دونوں ہاتھ نیچے گرا لیے۔ اب وہ سر کو پنڈولم کی طرح دائیں بائیں ہلا رہا تھا۔ ''آؤ' مجھے ہٹ کرو۔'' اس نے کہا۔

''پھنسانا چاہتے ہو مجھے؟''

''عزت کی قسم' میں تم پر وار نہیں کروں گا۔'' وکٹر نے کہا۔ ''مجھ پر کامبی نیشن آزماؤ۔''

علی جمال ہونٹ بھینچتے ہوئے آگے بڑھا۔ اُس نے ایک تیز رفتار لیفٹ اپر کٹ اچھالا۔ وکٹر نے چہرہ بائیں جانب کر کے خود کو بچایا۔ علی نے رائٹ ہک مارا تو اُس نے دونوں ہاتھ چہرے کے آگے کر لیے۔ بعد کے تمام وار اُس نے اپنے گلووز پر روکے۔

''دیکھا' کچھ سمجھے؟'' اُس نے کہا۔ ''اس کے دو فائدے ہیں۔ ایک تو تم تھکو گے۔ دوسرے مجھے سانس درست کرنے اور تھکن دور کرنے کی مہلت ملے گی۔ زائر میں یہی کچھ ہوا تھا۔ سب سمجھ رہے تھے کہ محمد علی کے بازو بے جان ہو گئے ہیں' وہ بھاگ رہا ہے' رسیوں پر گر کر خود کو بچا رہا ہے لیکن یہ حقیقت نہیں تھی' وہ تو فورمین کی بھاپ خارج کرا رہا تھا۔ پھر آٹھواں راؤنڈ شروع ہوا' علی نے ہٹ کرنا شروع کیا۔ اُس وقت تک جارج فورمین خالی ڈرم بن چکا تھا۔ ڈنگ ڈنگ!''

''اور فائٹ ختم۔'' علی جمال نے کہا۔

''ہاں، اب تم سمجھ رہے ہو۔''

علی چہرے کو دائیں بائیں جھٹک رہا تھا۔ اس کے پسینے میں تر چہرے پر تکلیف کا تاثر تھا اور داہنے کان کے نیچے کوئی چیز بلند آواز میں پھڑک رہی تھی۔

''میرے چہرے کا بایاں حصہ سن محسوس ہو رہا ہے۔'' اس نے شکایت کی۔ ''میں ٹھیک تو ہوں؟''

''یہ نئی نسل کے کمزور لوگ......''

اسی لمحے جمال کا لیفٹ وکٹر کے حلق پر لگا۔ اس کی آواز رک گئی۔ ساتھ ہی رائٹ نے اس کی ٹھوڑی کو ہلا ڈالا۔ وہ پیچھے ہٹا۔ اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ ہونٹ مسکراہٹ سے محروم ہو گئے تھے۔

''کچھ سمجھ میں آیا کہ کیا ہوا ہے؟'' علی نے مسکراتے ہوئے اُس سے پوچھا۔ ''تم بھول گئے تھے کہ تم رنگ میں کھڑے ہو۔''

"ٹھیک کہتے ہو۔" وکٹر نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر کر لیے۔ "اب میں یہ غلطی دہراؤں گا نہیں۔" چہرے کو گلووز کے پیچھے چھپا کر وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ علی جمال نے بھی گلووز اپنے چہرے کے سامنے کر لیے تھے۔

"تم رسیوں سے لگ کر وقت ضائع مت کرو۔" وکٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم علی جمال ہو، ہیوی ویٹ چیمپئن محمد علی کلے نہیں۔"

علی نے ایک لیفٹ جیب اور رائٹ اپر کٹ کے ذریعے جواب دیا لیکن وکٹر ڈکسن پیچھے ہٹ گیا۔ وہ پیچھے ہٹ ہی رہا تھا کہ علی کا بھرپور لیفٹ ہک اسے جھنجھوڑ گیا۔ وہ طاقت ور ہک تھا۔ وکٹر نے پاؤں سختی اور مضبوطی سے نہ جما لیے ہوتے تو وہ اپنے قدموں پر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔

علی نے اپنے ہاتھ نیچے گرائے اور ایک گہری سانس اندر کھینچی۔

لیکن وہ سانس باہر بھی نہیں نکال پایا تھا کہ وکٹر نے خود کو سنبھال لیا۔ اُس نے رائٹ اپر کٹ مارا، جس نے علی کو لڑکھڑا دیا اور علی کے سنبھلنے سے پہلے نسبتاً کم قامت وکٹر نے اپر کٹ اور لیفٹ رائٹ کراس کے کئی کامبی نیشن چپکا دیے۔ علی نے گلووز چہرے کے آگے کیے اور رسیوں پر جا گرا۔

اسی اثنا میں کئی افراد رِنگ کے گرد جمع ہو گئے تھے اور دلچسپی سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ کچھ علی جمال کو ہوٹ کر رہے تھے اور کچھ اسے بڑھاوا دے رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر وکٹر کو ناپسند کرتے تھے لیکن وکٹر کو ان کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ وہ سب کسی نہ کسی اعتبار سے اس سے شکست کھائے ہوئے تھے۔ کوئی پوکر میں ہارا تھا، کوئی اس کے ہاتھوں اسی رِنگ میں لہولہان ہوا تھا اور کوئی اس کی وجہ سے فلائٹ اسائنمنٹ سے محروم ہوا تھا اور جیتنے والے کو کوئی ہارنے والا پسند نہیں کرتا۔

وکٹر کے ہاتھ مشینی انداز میں چل رہے تھے اور علی جمال خود کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک رائٹ کراس لگا تو علی کے نتھنے سے خون نکل آیا۔

"آہا...... خون جاری ہو گیا۔" وکٹر نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ ہمیشہ اختتام کا آغاز ہوتا ہے۔"

"وِک...... علی کو تھوڑی جگہ تو دو۔" باہر سے کسی نے پکار کر کہا۔

وکٹر تین قدم پیچھے ہٹ گیا۔ علی آگے آیا۔ اس نے دونوں ہاتھ چہرے کے آگے رکھے ہوئے تھے۔ مگر اب اُس کے انداز میں اعتماد نہیں تھا۔

"میں تمہیں ایک اہم نکتہ سمجھاتا ہوں۔" وکٹر نے کہا۔ "تم میرے ہاتھوں پر نہیں، کندھوں پر نظر رکھو۔ پنچ کندھوں سے شروع ہوتا ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے مظاہرہ کر کے دکھایا۔ واقعی...... سب سے پہلے کندھے کے عضلات متحرک ہوئے تھے۔

"اب سنبھلو۔" یہ کہہ کر وکٹر نے لیفٹ اپر کٹ کا جھانسا دیا اور رائٹ کراس مارا۔ علی کی آنکھوں میں دھندلاہٹ اتر آئی۔ وکٹر نے دو جھانسے دیا۔ پھر اُس کا ایک لیفٹ ہک نشانے پر لگا۔ "میرے کندھوں کو دیکھو۔ تبھی جھانسہ سمجھ میں آئے گا۔" وکٹر نے کہا۔

علی سر کو تفہیمی جنبش دے کر رہ گیا۔

وکٹر نے لیفٹ کا جھانسہ دیا۔ علی اس کے کندھوں پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ اس دوران اسے ایک اوپننگ نظر آئی۔ اُس نے رائٹ کراس سے استفادہ کیا۔ وکٹر نے پیچھے ہٹ کر خود کو بچایا۔ پھر تیزی سے آگے آیا اور نہایت پھرتی سے نہایت طاقتور رائٹ اپر کٹ مارا۔

علی اب پھنس چکا تھا۔ وہ بچاؤ کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھا۔ وہ اپر کٹ وکٹر کے گھٹنے کے ذرا اوپر سے شروع ہوا اور علی کے چہرے پر ختم ہوا۔ علی گر پڑا اس کے منہ سے خون نکل رہا تھا۔

کھیل ختم ہو گیا!

✻ ✻ ✻

وہ کوئی پروفیشنل فائٹ نہیں تھی۔ یہ ریاست مسوری میں نوب نوسٹر نامی قصبے کے قریب واقع امریکی ایئر بیس کا جمنازیم تھا۔ اس رِنگ سے کچھ فاصلے پر بیس کے ہوا باز،

مکینکس اور دوسرے لوگ اپنے اپنے مختلف معمولات میں مصروف تھے۔ کچھ باسکٹ بال کھیل رہے تھے' کچھ کسرت کر رہے تھے اور کچھ ٹائی چی کی مشقوں میں مصروف تھے۔

اور رِنگ میں لڑنے والے وکٹر ڈکسن اور علی جمال ایک دوسرے کے دشمن یا حریف نہیں تھے...... ساتھی ہواباز تھے۔ ساتھ مل کر جہاز اُڑاتے تھے' لیکن ان کی مماثلت بس یہیں تک تھی۔ کیونکہ دونوں اپنے پس منظر' اپنی فطرت' مزاج' مقاصد اور زندگی کے متعلق اپنے روّیے میں صرف اختلاف نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ایک دوسرے کی مکمل طور پر ضد تھے۔ اُن کی شخصیات ایک دوسرے سے پوری طرح متصادم تھیں...... تمام جزئیات میں متصادم!

وکٹر ڈکسن مین ہٹن کے ایک ایسے محلّے میں پلا بڑھا تھا' جہاں متوسط طبقے تک کا کوئی فرد بھولے سے بھی قدم نہیں رکھتا تھا۔ اس علاقے کو جہنم کا باورچی خانہ کہا جاتا تھا۔ وہاں بقاء کی جبلت کے تمام پرانے اصول مروج تھے۔ وہاں اپنے وجود کو اولیت دیے بغیر کوئی جی نہیں سکتا تھا۔ تہذیب' انسانی ہمدردی اور محبت' عیاشی کا درجہ رکھتی تھیں۔ جن کے وہاں رہنے والے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔

وکٹر ڈکسن کے مزاج میں وہی ماحول رچا بسا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بیس کے اس جمنازیم میں اُس کے لیے کوئی کشش نہیں تھی۔ اسے "جہنم کے کچن" کے جمنازیم یاد تھے' جہاں حقیقی ماحول تھا۔ وہاں صرف اور صرف باکسرز ہوتے تھے۔ وہاں آدمی جسموں کی بُو کو واضح طور پر محسوس کر سکتا تھا۔ پسینے کا ذائقہ لبوں پر واضح طور پر محسوس ہوتا تھا۔ دلوں کی دھڑکنوں میں غصے' نفرت' اشتعال اور جدوجہد کی دھمک صاف طور پر سنی جا سکتی تھی۔ وہ بدبودار مگر زندگی سے بھرپور' چھلکتا ہوا ماحول تھا۔ اُس کے برعکس بیس کا یہ جمنازیم ماحول کے اعتبار سے ایک صحت افزا 'اینٹی سیپٹک مقبرہ تھا۔ یہاں جو کچھ ہوتا تھا' اس کا مقصد حریف پر سبقت لے جانا نہیں' دورانِ خون کو درست رکھنا اور جسم کو فِٹ رکھنا تھا۔ یہاں وہاں کی طرح کردار کی تعمیر نہیں ہوتی تھی۔

مگر وکٹر یہاں بھی وہاں کی اسپرٹ کو زندہ رکھتا تھا۔ وہ یہاں لڑتا تھا تو بھی خود کو اُس ماحول میں محسوس کرتا تھا۔ وہ اس بات کو سراہتا کہ "جہنم کے کچن" میں لڑنے والوں کے دل بہت بڑے ہوتے تھے۔ وہاں ہارنے والوں میں بھی مقابلہ کرنے کا سچا جذبہ ہوتا تھا۔ وہ اپنی مردانگی کے لیے' اپنے وجود کے اثبات کے لیے لڑتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اسٹیمنا ختم ہو جانے اور توانائی نچڑ جانے کے باوجود ان کے وجود میں' دل کے کسی خفیہ تہ خانے میں موجود کوئی پاور ہاؤس انہیں مزید اسٹیمنا اور توانائی فراہم کرتا تھا۔ وہ ہار کے بھی سربلند رہتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے جیتنے کے لیے پوری سچائی کے ساتھ فائٹ کی ہوتی تھی۔

وکٹر کو اُس ماحول سے صرف ان معنوں میں نفرت تھی کہ وہ اب وہاں ایک سانس بھی نہیں لینا چاہتا تھا۔ وہ اولوالعزم تھا۔ دولت مند بننا' پرتعیش ماحول میں رہنا چاہتا تھا۔ عیش کی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔ اس سے قطع نظر اُسے اس ماحول سے عشق تھا۔ جینا اُس نے وہیں سے تو سیکھا تھا۔

وکٹر کو شکایت تھی کہ جمنازیم اب پہلے جیسے نہیں رہے۔ اسی لیے وہ گزرے ہوئے عرصے کو بہت مِس کرتا تھا۔ حالانکہ وہ بہت سخت اور اذیت ناک تھا۔ اب تو جمنازیم بنجر زمین کی طرح تھے' جہاں جھاڑ جھنکاڑ بھی نہیں اُگتا۔ لوگ بھی اب ایتھلیٹ نہیں رہے تھے۔ اب تو وہ مٹی کے تراشے ہوئے بت تھے' جنہیں کمپیوٹر پروگرام اپنے اشاروں پر نچاتے تھے اور باکسنگ رِنگ کا حال تو سب سے بُرا تھا۔ سر کی حفاظت کے لیے ہیڈ گیئر' زبان اور دانتوں کو محفوظ رکھنے کے لیے ماؤتھ گارڈ اور جسم کے نازک حصوں کے تحفظ کے لیے ایبڈومن گارڈ استعمال کیے جاتے تھے۔ جب چوٹ کا' تکلیف کا خطرہ ہی نہیں ہو گا تو کوئی دل و جان سے کیوں لڑے گا۔

دوسری طرف علی جمال' اُس کا فلائنگ پارٹنر اس سے یکسر مختلف انسان تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ مسلمان تھا۔ وہ خود امریکا میں پیدا ہوا تھا' لیکن اس کا باپ اپنی بنیاد میں

پاکستانی تھا۔ یہ الگ بات کہ 40 برس پہلے پاکستان سے ہجرت کر کے امریکا آنے کے بعد وہ ایک بار بھی پاکستان نہیں گیا تھا لیکن اسے پاکستان سے، وہاں کی ثقافت، روایات اور اقدار سے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے دین سے بہت محبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ترغیبات کے باوجود اُس نے کسی امریکی لڑکی سے شادی نہیں کی۔ اُس نے شادی دیر سے کی، لیکن ایسی پاکستانی لڑکی سے کی، جو امریکا میں بھی پاکستانی بن کر رہی تھی۔

جمال اصغر تعلیم یافتہ، باصلاحیت اور بہت محنتی تھا۔ امریکا کی ایک خوبی کو وہ بہت سراہتا تھا، جو اُس کے وطن میں ناپید تھی۔ وہ یہ کہ یہاں صلاحیت اور محنت کا بہت اچھا صلہ ملتا تھا وہ اسے بھی ملا۔ بیس برس میں اُس نے بہت دولت کمائی۔ نیویارک کے اچھے علاقے میں اُس کا اپنا بہت بڑا مکان تھا۔ بیٹے کو اُس نے اعلیٰ تعلیم دلائی، بہت اچھا ماحول دیا لیکن اس امر کو یقینی بنایا کہ وہ بہت اچھا مسلمان بنے اور وہ اس میں پوری طرح کامیاب رہا۔ یہ الگ بات کہ اس کامیابی میں اس کی بیوی شاہینہ کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

✳✳✳

لاکر روم میں شاور کے نیچے کھڑا علی جمال سوچ رہا تھا کہ دُکھتا ہوا جسم گرم پانی کی سنکائی سے بھی دُکھن سے پاک نہیں ہوتا۔ روح کا حوصلہ بھی بحال نہیں ہوتا۔ البتہ کٹے پھٹے ہونٹوں کی تکلیف اور بڑھ جاتی ہے۔

گزشتہ پانچ ماہ سے ہفتے میں ایک دن یہ معمول تھا کہ وہ اور وکٹر رِنگ میں اُترتے تھے۔ وکٹر اسے مشق قرار دیتا تھا...... اسپارنگ۔ ہفتے میں ایک بار وکٹر اسے باکسنگ کے سبق دیتا تھا۔ پنچ کا سامنا کیسے کرنا چاہیے۔ فٹ ورک کیسا ہو۔ ٹھوڑی کو کیسے بچایا جائے، اور یہ تربیت عملی ہوتی تھی...... پنچ ہک اور کراس کی زبان میں۔ علی کو خود سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس کے لیے رضامند کیوں ہوا۔ بظاہر ایک وجہ تو یہ تھی کہ وکٹر اُس کا دوست، اُس کا ساتھی تھا اور اسے اسپارنگ پارٹنر کی ضرورت تھی۔ دوسرے ہر فائٹ پر وہ اسے 20-1 کا بھاؤ دیتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ فلائٹ کے دوران وکٹر کاک

پٹ میں اُس کے ساتھ ہو تو چڑچڑا اور بدمزاج ثابت ہو لیکن اس وقت علی یہ سوچ رہا تھا کہ آخر وکٹر دوسرے ہوا بازوں کی طرح ٹینس یا باسکٹ بال کیوں نہیں کھیلتا۔ ان کھیلوں میں کم از کم میرا سر، میرا منہ اور میرے ہاتھ ایسے تو نہیں دُکھیں گے، جیسے اب ہر فائٹ کے بعد دُکھتے ہیں۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وکٹر وہی کھیل کھیلنا چاہتا ہے، جن میں وہ ماہر ہو اور حریف کمزور۔ علی کے ذہن میں جواب ابھرا۔ وکٹر ایک ایسا آدمی ہے، جو صرف جیتنا چاہتا ہے...... ہر قیمت پر، ہار جسے قبول نہیں۔

اسی وجہ سے تو وکٹر ڈکسن ایک عظیم پائلٹ تھا اور یہی وجہ تھی کہ پنٹاگون میں ناکام ہونے کے بعد وہ شدید خوف میں مبتلا ہو گیا۔ اس ناکامی کے بعد اُس کا ڈپریشن بہت گہرا تھا۔ مایوسی نے اسے ہلا ڈالا تھا۔ اسے اسی ڈپریشن سے نکالنے ہی کے لیے تو علی نے اُس کا اسپارنگ پارٹنر بننا قبول کیا تھا۔ بے شک اس سے وکٹر کو بہت نمایاں فائدہ ہوا لیکن علی سوچتا تھا کہ وکٹر کا ڈپریشن پوری طرح دور ہونے تک تو شاید وہ اپنے تمام دانتوں سے محروم ہو چکا ہوگا۔

وکٹر شاور کر کے پہلے نکل آیا تھا اور اب سگریٹ پی رہا تھا۔ علی جمال نچلے دھڑ پر تولیا لپیٹ کر باہر آیا۔ اس نے سینے پر جہاں پنچ کھائے تھے، وہ جگہیں انگارے جیسی سرخ ہو گئی تھیں۔ درد ابھی تو نہیں ہو رہا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ درد ایک دن بعد سر اٹھاتا ہے۔

علی وکٹر کے پاس بیٹھ گیا۔ ''کیا ضروری ہے کہ تم سے مار کھانے کے بعد میں تمہیں سگریٹ پیتے بھی دیکھوں؟''

''ہاں...... یہ ضروری ہے۔ جسم کے زخموں پر توہین کا نمک چھڑکنا میری فطرت ہے۔'' وکٹر نے جواب دیا۔

''کبھی سوچا کہ تمہارے پھیپھڑوں کی تصویر کیسی آئے گی؟''

''سیاہ اور بہت کریہہ...... میری روح کی طرح۔'' وکٹر نے کہا۔ ''اگلی بار پاور

ڈائیو کریں گے تو پھیپھڑوں کا مقابلہ بھی ہو جائے گا۔“

”ہم خطرات میں جیتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم اپنے جسموں کی ایسی تیسی کر دیں۔“ علی نے کہا۔ ”اور ویسے بھی یہاں اسموکنگ کی اجازت ہے بھی نہیں۔“

”سنا تو یہی ہے۔ مگر میں سگریٹ پی رہا ہوں۔ اب تم کیا کرو گے .... مجھے مارو گے؟“

”ایک دن میں تمہیں ماروں گا .... انشاء اللہ۔“ علی نے بڑے خلوص سے کہا۔ پھر اپنے پارٹنر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کی دو انگلیوں کے درمیان بیس ڈالر کا نوٹ دبا ہوا تھا۔ ”خیر .... فی الحال یہ تو لو۔“

دھواں اگلتے ہوئے وکٹر نے پلکیں جھپکائیں۔ ”نہیں دوست .... کم از کم آج میں یہ نہیں لے سکتا۔“

”ارے لو .... بکواس مت کرو۔“

”نہیں .... واقعی .... آج نہیں۔“ وکٹر نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے اچھا نہیں لگتا .... ہم کتنی بار لڑ چکے ہیں؟ یہ بتاؤ کہ تم کتنی بار جیتے ہو؟“

”ان گنت بار ہارا ہوں۔ جیتا ایک بار بھی نہیں۔“ علی نے کہا۔ ”مگر فکر نہ کرو۔ میں صرف دو بار جیتوں گا اور سب حساب برابر ہو جائے گا۔ چلو چھچھورے اب یہ بیس ڈالر رکھ لو۔“

”تمہارے بے حد اصرار پر۔“ وکٹر نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ اُس نے نوٹ لے کر اپنے فلائٹ سوٹ کی جیب میں رکھ لیا۔

علی دھیرے دھیرے کپڑے پہننے لگا۔

”تمہیں پتا ہے، میں تمہیں کیوں شکست دیتا ہوں؟“ وکٹر نے اچانک پوچھا۔

”کیونکہ تم بیس سال سے باکسنگ کر رہے ہو اور اس میدان میں مجھ سے برتر ہو۔“

وکٹر نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں .... وجہ یہ ہے کہ تم میں جیتنے کی شدید خواہش نہیں

ہے۔“

”بکواس۔“

”نہیں .... یہ سچ ہے، تم میں جیتنے کی امنگ نہیں ہے۔“

علی کا منہ بن گیا۔ ”تمہاری یہ دوسروں کے اندر جھانکنے کی صلاحیت مجھ سے ہضم نہیں ہوتی۔“

”دیکھو .... یہ میں ہانک نہیں رہا ہوں۔“ وکٹر نے سنجیدگی سے کہا۔ ”آج تم مجھے شکست دینے کے بہت قریب تھے۔ تم نے رائٹ اپر کٹ مارا۔ پھر بہت شاندار لیفٹ ہک دیا۔ میں لڑکھڑا چکا تھا۔ تم چاہتے تو اس وقت میرا چراغ گل کر دیتے لیکن تم نے کھڑے کھڑے موقع ضائع کر دیا۔“

علی نے کندھے جھٹکے۔ ”یہ فائٹ تو نہیں تھی۔ ہم صرف اسپارنگ کر رہے تھے۔“

وکٹر کی نگاہوں سے سختی جھلکنے لگی۔ ”اسی لیے تو تم ہارتے ہو۔ زندگی اسپارنگ نہیں ہے علی، ایک جنگ ہے۔“

”میرا خیال ہے، میں نے کسی ٹی شرٹ کی پشت پر یہ جملہ لکھا دیکھا تھا۔“ علی نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں کہا۔

وکٹر نے نفی میں سر ہلایا۔ ”جانتے ہو، تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے ....؟“

”ابھی تم نے بتایا تو ہے۔“ علی اب موزے پہن رہا تھا۔ ”مجھ میں جیتنے کی خواہش بہت شدید نہیں ہے۔“

”میں باکسنگ کی نہیں، زندگی کی بات کر رہا ہوں۔ تم کسی چیز کے لیے بھی لڑنا نہیں چاہتے۔ چاؤ فیٹ ریسٹورنٹ کی وہ ویٹریس یاد ہے، جو ....“

”وہ میرے ٹائپ کی نہیں تھی۔“ علی نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔

”بات یہ نہیں۔ تم نہ عورت کو اہمیت دیتے ہو نہ دولت کو۔ ادھار دی ہوئی رقم بھی تم واپس نہیں لیتے۔“

"میں پیسے کا غم کیوں کروں' ایک جگہ کا نقصان اللہ دوسری جگہ سے برابر کر دیتا ہے اور دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔"

"اللہ کو اور بے شمار اہم کام ہیں۔ وہ ہر وقت تمہارے پیسے کا حساب کتاب نہیں رکھے گا۔" وکٹر نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "یہ کام تمہیں خود کرنا چاہئے۔ ہر شخص اس کا خود خیال رکھتا ہے۔"

"جو جیسا سمجھے' اللہ اس کے لیے ویسا ہی کرتا ہے۔" علی نے بے پروائی سے کہا۔ "میرا خیال رکھنے کے لیے اللہ بہت کافی ہے۔"

"مگر وہ رِنگ میں تو تمہارا خیال نہیں رکھتا۔ تمہیں نہیں بچاتا۔"

"اس سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ وہ ہماری ضروریات کو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔"

"یہی تو مسئلہ ہے تم لوگوں کے ساتھ۔" وکٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیتے ہو۔"

"مسئلہ یہ نہیں۔" علی نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بلکہ یہ ہے کہ ہم ایسا ایمان اور یقین کے ساتھ نہیں کرتے' خامی ہمارے ایمان میں ہے۔ اور میں بتاؤں' تمہارے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ تم فائٹ ضرورت سے بہت زیادہ کرتے ہو...... ہر معاملے میں ایسا ہی کرتے ہو۔"

"بے وقوف! فائٹ کبھی ضرورت سے زیادہ نہیں ہوتی۔ نیچے کے آدمی کو ترقی کے لیے فائٹ کرنی ہوتی ہے اور اوپر کے آدمی کو اپنا مقام برقرار رکھنے کے لیے فائٹ کرنی ہوتی ہے۔ زندگی کا دوسرا نام فائٹ ہے۔"

"اور ڈپلومیسی کے بارے میں کیا کہتے ہو تم؟" علی نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے خود میں تھوڑی سی لچک رکھی ہوتی تو آج تم پنٹاگون میں ہوتے۔ اگر تم دوسروں کو ان کی غلطیاں جتانے والے' ان کے بارے میں حتمی انداز میں فیصلہ سنانے والے نہ ہوتے۔ اگر تمہاری ہر گفتگو اگلے مرحلے میں بحث مباحثے اور اُس سے اگلے مرحلے میں

عدم اتفاق اور بالآخر فائٹ تک نہ پہنچتی تو آج تمہیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔"

"یہ بات تمہاری ٹھیک ہے لیکن یہ تو تم مانو گے کہ عام طور پر میں درست ہوتا ہوں۔"

"مکمل طور پر تو جینئس بھی درست نہیں ہوتے اور وِک' تم بہرحال جینئس نہیں ہو۔"

"میں غلطی کم ہی کرتا ہوں۔" وکٹر نے جھنجلا کر کہا۔ پھر اُس نے سگریٹ کا گہرا کش لیا اور جیب سے بیس ڈالر کا نوٹ نکال کر علی کی طرف بڑھایا۔ "لو' یہ رکھ لو۔"

"نہیں بھئی' یہ تمہارا ہے۔" علی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اگر تم دل سے' جسم و جاں سے نہیں لڑتے تو اس پر میرا کوئی حق نہیں۔"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ یہ سچ مچ تمہارا ہے۔ میں نے تمہارے لاکر سے نکالا تھا۔" یہ کہہ کر علی نے وکٹر کا پرس اُس کی طرف اچھال دیا۔

وکٹر نے پرس تھاما اور آگے کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔ "وقتاً فوقتاً تم کوئی نہ کوئی کرتب دکھاتے رہتے ہو۔ پھر اُس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ تمہارے پاس 90 سیکنڈ کی مہلت ہے۔ پھر میں بریفنگ کے لیے نکل جاؤں گا۔ آج کل جنرل بون کا موڈ خراب ہے۔ میں لیٹ نہیں ہونا چاہتا۔"

علی نے اپنے فلائٹ سوٹ کی زپ بند کی۔ پھر نچلے ہونٹ اور دانتوں پر زبان پھیری۔ "خون رک گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں عزت کے ساتھ' تماشہ بنے بغیر میٹنگ میں شریک ہو سکتا ہوں۔" اُس نے کہا۔

وکٹر اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے نئی سگریٹ سلگائی اور بولا۔ "جبکہ میں چاہتا ہوں کہ کسی روز تمہارا تماشہ بنے۔"

دونوں لاکر روم سے نکل آئے۔

⁂ ⁂ ⁂

جنرل بون بھاری بھرکم آدمی تھا۔ علی کو وجہ تو معلوم نہیں تھی' لیکن بہرحال وہ جنرل کو پسند کرتا تھا۔

وکٹر اور علی دفتر میں داخل ہوئے تو جنرل اپنی میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے کمپیوٹر اسکرین پر ایک نقشہ تھا۔ دو اسسٹنٹ اس کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ جھک کر اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔

''جنرل!'' دونوں ہوابازوں نے ایڑیاں بجا کر جنرل کو سلیوٹ کیا۔

''شام بخیر جنٹلمین۔'' بون نے کہا۔ پھر اُس نے سر اٹھایا اور انگشتِ شہادت سے اپنی پیشانی کو چھوا۔ اس کے معاونین نے وکٹر اور علی کے لیے سر تھوڑا سا خم کرنے پر اکتفا کیا تھا۔ پھر وہ دونوں عقبی دروازے سے سچوئیشن روم میں چلے گئے۔ ان کے چہروں کے تاثر سے علی نے اندازہ لگایا کہ کوئی مہم درپیش ہے۔ اب اس پر اسے فکر مند ہونا چاہیے یا ہیجان آمیز خوشی کا احساس ہونا چاہیے یا دونوں باتیں ہیں، یہ وہ نہیں کہہ سکتا تھا لیکن کوئی بات تھی ضرور۔

بون کی نگاہیں وکٹر کے چہرے پر رکیں اور جم گئیں۔ ''میجر! کیا میرا نام رپ وان ونکل ہے؟'' اُس نے وکٹر سے پوچھا۔

''میں سمجھا نہیں جناب۔'' وکٹر نے محتاط لہجے میں کہا۔

''کہیں ایسا تو نہیں کہ میں غفلت میں ہوں۔ تمہیں ترقی دے کر جنرل بنا دیا گیا ہو اور مجھے اس بات کا علم نہ ہو۔''

''نن...... نہیں سر...... ایسی تو کوئی بات نہیں۔''

بون کی نگاہیں دیوار پر سرخ رنگ کے ''نو اسموکنگ'' کے سائن پر جم گئیں۔ ''تو پھر تم میرے بریفنگ روم میں سگریٹ کیوں پی رہے ہو؟''

''او گاڈ۔'' وکٹر نے گھبرا کر کہا۔ اُس نے منہ سے سگریٹ نکالی اور ڈیسک پر رکھی پنٹاگون کی ایش ٹرے کی طرف جھکا۔ ''اجازت ہے سر، بجھا دوں؟''

''جی نہیں۔ یہ ایش ٹرے مجھے خود عمر بریڈ لے نے پیش کی تھی۔''

''سوری سر۔'' وکٹر سیدھا ہوا۔ اُس نے سگریٹ کو انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے بیچ

میں رکھ کر مسل دیا۔ پھر اُس نے ٹوٹے کو اپنی جیب میں ڈال لیا۔ ''اب سر، اس مشن کے بارے میں بتائیں۔'' اُس نے کہا۔

بون نے پیچھے ہٹ کر کرسی کی پشت گاہ سے پیٹھ ٹکا لی۔ ''تمہیں بہت نیچی پرواز کرنی ہے، تقریباً زمین سے چپک کر۔ یہ سرحد پار کرنے کی مشق ہے۔ یاد رہے کہ بہت نیچی پرواز......''

''تاکہ مویشیوں میں خوف و ہراس پھیلے اور کچھ کسانوں کا پیشاب خطا ہو جائے۔'' علی نے تبصرہ کیا۔

''معمول کے مطابق؟'' وکٹر نے پوچھا۔

''خیر یہ تو نہیں کہا جا سکتا وک۔'' بون نے جواب دیا۔ ''آج کا مشن کچھ غیر معمولی ہے۔''

''کس اعتبار سے؟''

''تمہارے جہاز میں دو نیوک لدے ہوں گے۔''

علی اور وکٹر نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ علی کے چہرے پر بے یقینی کا تاثر تھا اور وکٹر کے چہرے پر خوشی کا۔ ''آپ کا مطلب ہے، اصلی ایٹم بم؟'' علی نے پوچھا۔

''بالکل اصلی۔'' جنرل بون نے جواب دیا۔ ''تمہیں کچھ چیک کرنا ہے۔ گاما اور ایکس ریز کے ڈیفیوژن کے بارے میں۔ تمہیں نظر رکھنی ہوگی کہ جہاز میں کوئی غیر معمولی روشنی تو نہیں ہوتی۔''

''بم ساتھ والے ہوں گے؟'' علی نے پوچھا۔

جنرل بون نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں...... بڑے والے بم ہوں گے۔''

''83 والے؟'' وکٹر نے سوال کیا۔

اس بار جنرل نے اثبات میں سر ہلایا۔

''مجمعے کو محظوظ کرنے والے؟'' علی نے کہا۔

"ہاں۔" بون نے کہا۔ پھر اُس کی نظریں وکٹر کے چہرے پر جم گئیں۔ "اور وک، تم ایک مہربانی کرو۔"

"حکم کیجیے سر۔"

"آج سہ پہر سیکورٹی والوں کو پریشان کرنے سے باز رہنا۔"

وکٹر نے دہل جانے کی اداکاری کی۔ وہ بولا تو اس کے لہجے میں مصنوعی احتجاج تھا۔

"یقین کریں سر۔ میں ان لوگوں کا بہت احترام......"

"یہ اداکاری تم چاوئفیٹ ریسٹورنٹ کی ویٹریس کے لیے بچا رکھو۔" بون نے کہا۔

"لیس سر۔"

بون نے میز سے ایک کاغذ اٹھا کر لہرایا۔ وہ ایک شکایت نامہ تھا۔ "کل تم نے اپنے شناختی کارڈ پر مجاٹرئل کا اسٹکر چپکا رکھا تھا۔ پچھلے ہفتے تم نے مائیکلز جمنازیم کا ممبر شپ کارڈ چلانے کی کوشش کی تھی۔"

"میں تو سر ماحول کی سنجیدگی اور سنگینی کم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"تم میرے بہترین پائلٹ ہو۔ اس لیے میں ان شکایات سے صرفِ نظر کر رہا ہوں۔"

"میں دل کی گہرائیوں سے آپ کا شکر گزار ہوں۔"

"لیکن صرف اس بار۔" جنرل بون نے اپنی بات پوری کی۔ "اب ایک شکایت بھی آئی تو میں ایک ماہ کے لیے ہر اتوار تمہیں گراؤنڈ کر دوں گا۔ سمجھ میں آیا؟"

"جی سر۔ صاف اور واضح۔"

"میں تم جیسے باصلاحیت آدمی کو دھمکانا پسند نہیں کرتا۔" بون نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ ایئر بیس تمہاری تفریح کے لیے نہیں قائم کیا گیا ہے۔"

"جی سر۔ بالکل نہیں سر۔"

بون نے شکایت نامے کو پھاڑ کر ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔ "او کے جنٹلمین۔ ہیو

اے گڈ فلائٹ۔ اب میں تم سے فلائٹ سے واپسی پر ملوں گا۔"

"لیس سر۔" علی اور وکٹر نے بیک آواز کہا اور جنرل کو سلیوٹ کیا۔

"اور سر آپ کا بہت بہت شکریہ۔" وکٹر بولا۔

بون نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں باہر جانے کو کہا اور فوراً ہی کمپیوٹر اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

واپس جاتے ہوئے علی سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں، جنرل نے وکٹر کی میٹھی عاجزی کے نیچے چھپے اُس کے عدم خلوص کو محسوس کیا ہے یا نہیں۔ وہ خود بہر حال وک کا کاک پٹ کا ساتھی اور لاکر روم کا دوست تھا۔ وہ اسے اچھی طرح جانتا اور سمجھتا تھا۔

لیکن نہیں۔ جنرل، وک کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وہ وک کو پسند کرتا تھا۔ 17 سال پہلے جنرل ہی نے وک کو فلائٹ اسکول سے پک کیا تھا اور اُس نے ہر نئے طیارے کی آزمائشی پرواز پہلے وک کو دلوائی تھی۔ وہ 17 سال سے ساتھ تھے۔ جنرل، وک کے بارے میں برا سوچ ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ الگ بات کہ برائی تحریری شکل میں سامنے آئے۔ بلکہ آج تو اُس نے شکایتی تحریر کے بھی پرزے کر دیے تھے۔

بہر حال باہر نکل کر فیلڈ کی طرف بڑھتے ہوئے وکٹر ڈکسن کے قدموں میں مستانہ پن تھا......ایک خوشی کی ترنگ تھی، شرمندگی نہیں۔

⁕ ⁕ ⁕

وہ ہینگر پہنچے۔ اسی وقت بم لے کر آنے والا ٹرک بھی آ گیا۔ "ہے مائیک۔ میگی کیسی ہے؟" وکٹر نے ٹرک کے ڈرائیور سے پوچھا۔

"بہتر ہے۔ میجر۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔ "بچے کی صحت بھی بہتر ہو رہی ہے۔"

"خوشی ہوئی یہ سن کر۔ اپنے بچے کو میری طرف سے ہائے کہنا اور بیوی کو میری طرف سے کِس کرنا۔"

ڈرائیور کا منہ بن گیا۔

”اوہ...... شاید میں الٹا کہہ گیا ہوں۔“ وکٹر نے معذرت کی۔ ”دوست ،کس تمہارے بچے کے لیے ہے۔“

ڈرائیور بم اتار کر چلا گیا۔

”اس کی بیوی میگی سے ملے ہو کبھی؟“ وکٹر نے علی سے پوچھا۔ ”زبردست چیز ہے یار۔“

”میں نہیں ملا۔ نہ ہی ملنا چاہتا ہوں۔“ علی نے کہا۔

”اپنے زمانے میں ایسی مرد مار عورت تھی وہ کہ مت پوچھو۔“

”میں ہرگز نہیں پوچھ رہا ہوں۔ بلکہ میں سننا بھی نہیں چاہتا۔ دوسروں کے بارے میں گندی باتیں معلوم کرنے کی صلاحیت تمہیں مبارک ہو۔ کیونکہ تمہیں ان باتوں کو اچھالنے میں مزہ آتا ہے اور مجھے سننا بھی اچھا نہیں لگتا۔“

”یہ گندی باتیں نہیں۔ سنسنی خیز باتیں ہیں' یہ زندگی کے افسانے ہیں۔ زندگی انجوائے کرنا کوئی گندی بات نہیں۔“

”میں جہاز اڑاتا ہوں' یہ میرا انجوائے منٹ ہے۔“

”تم مسلمانوں میں یہی تو برائی ہے کہ انسان بنا نہیں جاتا۔ فرشتہ بن جاتے ہو۔“

”تم اصل میں انسان کو ہی فرشتہ کہتے ہو۔“

ہینگر کے دروازے پر سنتری موجود تھا۔ ہینگر نیا اور جدید طرز کا تھا۔ پہلے یہاں مائنوٹ مین II اور III میزائل رکھے جاتے تھے۔ 1988ء اور 1991ء کے درمیان یہاں بی ٹو اے بمبار اور دوسرے تیز رفتار طیارے ہینڈل کیے گئے۔

گارڈ نے انہیں سیلوٹ کیا۔ پھر ان دونوں کے شناختی کارڈ چیک کیے۔ اس نے بیلٹ سے سیاہ رنگ کی ایک ڈیوائس کھول کر نکالی اور اس کی مدد سے ایل سی ڈی ڈسپلے پر ڈیوٹی روسٹر چیک کیا۔ ”کیپٹن علی' میجر ڈکسن' آپ اندر جا سکتے ہیں۔“ اُس نے انہیں دوبارہ سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو۔“ وکٹر نے اسے جوابی سیلوٹ کیا۔ آخر وہ ایک لڑکی تھی۔

علی پہلے اندر داخل ہوا۔

دوسرا دروازہ کھلا اور بم لانے والی ٹرالی اندر آئی۔ اس کی روشنی میں علی نے طیارے کا جائزہ لیا۔

نارتھروپ بی تھری سیاہ رنگ کا طیارہ تھا۔ بی ٹو اے کے مقابلے میں یہ زیادہ چپٹا اور زیادہ ہموار تھا۔ اس کی رینج اور بلند پرواز کرنے کی صلاحیت بی ٹو اے کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ اس کو ریڈار پر اور ویسے بھی دیکھنا آسان نہیں تھا۔ اسی لیے اس کا نام بھوت رکھ دیا گیا تھا۔

اس وقت وقت جہاز کے نچلے خانے کھلے ہوئے تھے۔ ہینگر کا عملہ اس میں بم رکھنے کی تیاری کر رہا تھا۔ ان سب نے مسکراتے ہوئے علی اور وکٹر کا خیر مقدم کیا لیکن وکٹر کا انداز برتری لیے ہوئے تھا' جیسے وہ انہیں کمتری کا احساس دلا رہا ہو۔

کاک پٹ میں بیٹھنے کے بعد علی نے کہا۔ ”تم خود کو اتنا برتر کیوں سمجھتے ہو وک؟“

”کیونکہ میں خالص امریکی ہوں۔ کوئی ہجرت کر کے آنے والا ایشیائی نہیں۔“ وک نے چوٹ کی۔

علی کا چہرہ تمتما اٹھا لیکن اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”اور کیونکہ میں بیس سال سے ہفتے میں دو بار اپنی جان خطرے میں ڈالتا ہوں۔“ وکٹر نے مزید کہا۔ ”چنانچہ جب تک میں زندہ ہوں' یہ برتری کا احساس میرا حق ہے۔ اسے مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔“

”میں بھی وہی رسک لیتا ہوں' جو تم لیتے ہو۔ مگر میں اس انداز میں محسوس نہیں کرتا۔ کیوں؟“

”کیونکہ تم فائٹ کرنا پسند نہیں کرتے۔ یہ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔“

”تم مجھے اچھے لگتے ہو' لیکن پتا نہیں کیوں' ہم ایک دوسرے سے اس موضوع پر بات

کرنے سے باز نہیں آتے۔ جبکہ یہ لاحاصل ہے۔''

''آدمی لاحاصل کام بھی کرتا ہی رہتا ہے۔ بس جلا کڑھا مت کرو۔''

بم گھومنے والے ریک میں رکھے جا چکے تھے۔ وکٹر نے بائیں جانب والی سیٹ سنبھال لی۔ اب وہ بے حد مستعد اور ذمے دار نظر آ رہا تھا۔ اُس نے علی کے ساتھ مل کر فلائٹ سے پہلے کی ضروری چیکنگ مکمل کی۔ انہوں نے کاک پٹ کا پریشر اور ائیر کنڈیشنگ چیک کی۔ چیک کیا کہ پائلٹ سیٹس کا طیارے سے اچھلنے والا سسٹم ٹھیک کام کر رہا ہے۔ پھر انہوں نے ٹاور سے رابطہ کیا۔

اب بی تھری بمبار پرواز کے لیے تیار تھا۔ وکٹر طیارے کو رن وے پر لایا۔ علی نے فلائٹ پلان نکال لیا اور اُس کی طرف بڑھا دیا۔ ''ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' اُس نے پوچھا۔

''اوٹاہ۔''

علی مسکرایا۔ ''اصلی نیوکس کے ساتھ اصلی ایٹم بم۔'' اُس کے لہجے میں سنسنی تھی۔ ''یہ ہوئی نا فائٹ۔ کیوں پارٹنر؟''

''رائٹ علی۔ لطف آئے گا۔'' وکٹر نے دانت نکالے۔

کنٹرول ٹاور سے اجازت ملتے ہی اُس نے طیارے کو زمین سے اٹھالیا۔ طیارہ بے آواز فضا میں بلند ہوا تھا۔ یہ امریکا کا جدید ترین طیارہ تھا، جو آزمائشی پرواز کے لیے روانہ ہو رہا تھا۔ اب تک آزمائشی پرواز کے دوران اسے 45 ہزار فٹ تک کی بلندی پر اڑایا جا چکا تھا۔ لیکن وکٹر اسے 22 ہزار پر اُڑا رہا تھا۔

※ ※ ※

سیاہی مائل نیلگوں آسمان پر ہلال چمک رہا تھا۔ سامنے درختوں کا جھنڈ تھا۔ اس سے ایک ہزار فٹ آگے دریائے کولاراڈو بہہ رہا تھا۔ یہاں وہ چٹان تھی، جس نے سائنس دانوں کو آج تک کا اعلیٰ ترین یورینیم فراہم کیا تھا۔ جنوب مشرق کی سمت 90 میل کے

فاصلے پر وہ مقام تھا، جہاں اوٹاہ، ایری زونا، کولاراڈو اور نیومیکسیکو کی سرحدیں آپس میں ملتی تھیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکا میں یہ واحد مقام تھا، جہاں چار ریاستوں کا اتصال ہوتا تھا۔

ایک درخت کے قریب ایک ایزل تھا، جس پر کینوس موجود تھا، نامکمل پینٹنگ میں دریا کے کنارے آسمان پر بکھرا ہوا زرد رنگ نظر آ رہا تھا۔ ایزل کے پیچھے کچھ فاصلے پر ایک خیمہ نصب تھا۔ خیمے کے سامنے ایک الاؤ تھا، جو اب بجھ رہا تھا۔ خیمے میں جم سولمن اور اس کی بیوی وانڈا آرام کر رہے تھے۔ جم حال ہی میں ''شکاگو ٹریبون'' نامی اخبار سے ریٹائر ہوا تھا، جہاں وہ آرٹ پیج پر کام کرتا تھا۔

دونوں میاں بیوی آزادی کا جشن منانے نکلے تھے۔ ونڈی سٹی سے وہ اوٹاہ میں داخل ہوئے تھے۔ وہ یہاں پہنچے تو سورج غروب ہونے والا تھا۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ وانڈا کو نزلہ ہو گیا تھا، وہ سو گئی۔ جم جاگ رہا تھا، لیکن تھکن سے چور تھا اور کسی بھی وقت سو سکتا تھا۔

کچھ فاصلے پر ان کی گاڑی کھڑی تھی، جس پر ان کا سامانِ سفر لدا ہوا تھا۔ اسی لمحے گاڑی کے مڈگارڈ پر روشنی منعکس ہوئی۔ روشنی کے سائز سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کسی بڑے ٹرک کی ہیڈ لائٹس ہیں۔ مگر اگلے ہی لمحے روشنی بجھا دی گئی۔ تاہم کچی سڑک سے اٹھنے والی گرد بتاتی تھی کہ ٹرک اسی طرف آ رہا ہے۔

ٹرک گاڑی سے کوئی بیس گز پیچھے روک دیا گیا۔ ڈرائیور کی سائیڈ والا دروازہ کھلا، ایک فلیش لائٹ آن ہوئی۔ روشنی کا دائرہ ٹرک کے پہلو پر تھرکا تو حروف چمکتے نظر آئے۔ وہ کینین لینڈز نیشنل پارک رینجرز کا ٹرک تھا۔

فلیش لائٹ کی متحرک روشنی چٹان پر پڑی۔ پھر گاڑی کی طرف بڑھی۔ آنے والے نے فلیش کی روشنی میں کار کو اندر سے چیک کیا۔ پہلے فرنٹ سیٹ اور پھر بیک سیٹ کو۔ پھر وہ خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ ایک لمحے کو وہ الاؤ کے پاس رکا اور اس نے جوتے کی نوک سے بجھتے ہوئے الاؤ کی نارنجی راکھ کو ہلا جلا کر دیکھا۔

''ایوننگ۔'' اُس نے خیمے کی طرف رخ کر کے بلند آواز میں پکارا۔ ''میرا تعلق پارک رینجرز سے ہے۔ میں اس الاؤ کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔''

خیمے کے اندر متحرک ہیولے نظر آئے۔ پھر ایک مردانہ آواز ابھری۔ ''کیا ہے؟ کیا مصیبت ہے؟''

''میں جا کر بات کرتی ہوں۔'' ایک نسوانی آواز نے کہا۔

''تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے وانڈا۔ لیٹی رہو۔ میں جا کر دیکھتا ہوں۔''

جم خیمے سے باہر آیا۔ وہ پورے لباس میں تھا۔ اُس نے خیمے کی زپ بند کرنے کی زحمت نہیں کی۔ فلیش لائٹ سے بچنے کے لئے اُس نے آنکھوں کے سامنے ہاتھ رکھ لیا تھا۔ ''آفیسر؟'' اُس نے کہا۔ ''سر...... مجھے نہیں معلوم کہ مجھے آپ کو کس طرح پکارنا چاہئے۔''

''آپ مجھے رینجر کہہ سکتے ہیں۔''

''رینجر، میں جانتا ہوں کہ ہمیں پارک میں الاؤ روشن نہیں کرنا چاہئے۔'' جم نے کہا۔

''یہ خشک موسم ہے اور یہاں لکڑی اور سوکھے پتوں کی بہتات ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وانڈا کو نزلہ ہو گیا ہے۔ اس لیے مجھے الاؤ جلانا پڑا۔''

رینجر جوتے سے بچی کھچی آگ بجھانے لگا۔

''میں پانی لاتا ہوں۔'' جم نے کہا۔

''یہ بتائیں، آپ نے اس علاقے میں تفریح کرنے والوں کے اور کیمپ بھی دیکھے ہیں؟'' رینجر نے پوچھا۔

''نہیں۔ یہ وہ عرصہ ہے جب پارک سنسان ہوتا ہے۔ اس لیے تو ہم یہاں آئے ہیں۔''

''درست کہتے ہیں آپ۔''

جم ٹھنڈک دور کرنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھوں کو رگڑنے لگا۔ ''اس غلطی کے لیے

مجھے کیا جرمانہ دینا ہوگا؟'' اُس نے پوچھا۔

''بہت معمولی۔'' رینجر نے بے پروائی سے کہا۔ ''صرف اپنی جان۔''

جم اس مذاق سے محظوظ ہوا۔ ''واقعی سستا سودا ہے۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... زندگی سے سستی کوئی چیز نہیں ہوتی۔''

جم اب بھی مسکرا رہا تھا لیکن اس نے رینجر کو 138 نکالتے اور اس پر سائیلنسر چڑھاتے دیکھا تو اُس کی مسکراہٹ ہوا ہو گئی۔ ''یہ...... یہ کیا......؟'' وہ منمنایا۔

''تمہارا غلطی کرنے کا جرمانہ...... سزائے موت!'' رینجر نے کہا۔ پھر اُس نے تین بار گولی چلائی۔ جم بجھتے ہوئے الاؤ پر گرا۔ الاؤ سے چھوٹے چھوٹے انگارے اڑے مگر نیچے گرتے گرتے بجھ گئے۔ رینجر نے رخ بدلا اور خیمے کے اندر بیٹھی ہوئی وانڈا پر بھی تین فائر کیے۔ وانڈا الٹ کر پیچھے گری۔ خیمے کی دیواریں خون میں نہا گئیں۔

رینجر نے سائیلنسر کھول کر نکالا، ریوالور کو ہولسٹر میں رکھا اور بیلٹ سے لٹکا ہوا واکی ٹاکی باہر نکال لیا۔ ''بیکر بول رہا ہوں۔'' اُس نے سوئچ آن کرتے ہوئے کہا۔

''بولو۔'' دوسری طرف سے کسی نے کہا۔

''سب ٹھیک ہے۔''

''وری گڈ۔''

اگلے ہی لمحے کیمپ روشنی میں نہا گیا۔ اس بار آنے والے دو بڑے مال بردار ٹرالر تھے، جو شاید پیچھے ہی روک دیے گئے تھے، وہ رینجر کے ٹرک کے پیچھے روک دیے گئے۔

پہلے ٹرالر میں دبلا پتلا نوویک تھا، جس سے واکی ٹاکی پر بات کی گئی تھی۔ اُس نے اپنا واکی ٹاکی سیٹ پر چھوڑا اور ٹرالر سے اتر آیا۔ ''میں سمجھتا تھا کہ ہمارے رینجرز کا کام ہمارے قدرتی وسائل کو تحفظ فراہم کرنا ہے اور انسانوں کا شمار بھی قدرتی وسائل میں ہوتا ہے۔'' اُس نے بیکر سے کہا۔

''شٹ اپ۔''

دوسرے ٹرالر کا ڈرائیور جانسن لاشوں کو دیکھ کر بہت افسردہ اور دل گرفتہ نظر آ رہا تھا۔ اس کے ٹرالر سے ایک بہت بڑا بکس اتارا جا رہا تھا۔

"دل چھوٹا نہ کرو۔" اس شخص نے جانسن کو تسلی دی' جو اُس کے ٹرالر میں اُس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ "یہ لوگ تو خوش نصیب تھے' اتنی سرعت سے' بغیر کسی اذیت کے ایسے خوب صورت ماحول میں مرنا کسے نصیب ہوتا ہے۔ لوگ تو اس کی آرزو کرتے ہیں۔"

جانسن نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ "مسٹر پارکر' اس بات سے میرا دکھ کم نہیں ہوا۔"

"سب کچھ بھول جاؤ جانسن۔ جو مال تمہیں ملنے والا ہے' اُس کے بارے میں سوچو۔ دکھ دور ہو جائے گا۔" پارکر نے کہا۔

"کوشش کروں گا۔"

"اور اب کام کے بارے میں سوچو۔ تمہیں بہت کام کرنا ہے۔"

جانسن نے سر ہلاتے ہوئے چشمے کو درست کیا اور ان لوگوں کی طرف بڑھ گیا' جو بکس کھول رہے تھے۔ وہاں سے لاشیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔

"بیکر۔" پارکر نے پکارا۔

"یس سر۔"

"اس لاش کو الاؤ پر سے ہٹاؤ ورنہ رات بھر اس کی بدبو بھگتنا پڑے گی۔"

"بہتر سر۔"

قاتل بیکر نے لاش کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا۔ خون کا اخراج اب بھی ہو رہا تھا۔

بکس سے تین پاؤں والا جیولوجیکل آلہ نکال کر نصب کر دیا گیا۔ پھر جانسن نے ٹرنک سے ایک لمبی ٹیوب نکالی۔

✳ ✳ ✳

بی تھری بمبار کمپیوٹر اسکرین پر نظر آ رہا تھا۔ نیچے غربی کولاراڈو کا نقشہ تھا۔ بمبار مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ نقشہ بھی دھیرے دھیرے سرک رہا تھا۔

مسوری' کنساس اور کولاراڈو کا بیشتر حصہ وہ پیچھے چھوڑ آیا تھا۔

"19 ہزار فٹ...... ہیڈنگ ٹو ایٹ سیون۔" علی نے کہا۔

"رائٹ...... ون نائن آن ٹو ایٹ سیون۔" وکٹر بولا۔ "تمہارے اور ورا پروجیکٹ کا کیا بنا؟"

"لگتا ہے' کچھ بھی نہیں ہوگا۔"

"تم نے میرے کہنے پر عمل کیا؟ ٹیلر سے بات کی ہے؟"

علی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو پھر؟"

"اس کا کہنا ہے کہ فائٹر کی حیثیت سے میرا دورانیہ اتنا نہیں کہ مجھے شامل کیا جا سکے۔"

"تم نے اسے بتایا نہیں کہ تمہارا آزمائشی پروازوں کا دورانیہ کسی چیمپئن کے مقابلے میں بھی دگنا ہے۔"

"نہیں...... میں نے کہا...... تھینک یو سر۔ گڈ بائی۔" علی نے بتایا۔ "اور ہاں' اب پھر وہی شروع نہ کر دینا۔"

"کیا شروع نہ کر دینا۔" وکٹر نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ "یہی کہ تم نے ہمیشہ کی طرح پہلی فرصت میں ہتھیار پھینک دیے۔"

"ہاں...... میرا مطلب ہے' میری رہنمائی نہ کرنا۔ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔"

"میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تم جہنم میں جاؤ۔"

"یہ پھر فائٹ شروع کرنے والی بات ہے۔"

"اس میں کیا برائی ہے؟"

"تمہارا فارمولا یہ ہے کہ اگر تم ہتھوڑا ہو تو ہر چیز اور ہر شخص ایک کیل ہے۔ بس ٹھونک دو۔" علی نے کہا۔

”دوست ...... میں کیل نہیں، ہتھوڑا بنا چاہتا ہوں۔ میں ردِعمل کا نہیں، عمل کا قائل ہوں۔“

”گڈ ...... تب تو تمہیں کرنل ہونا چاہئے تھا اب تک لیکن تم میجر ہو۔“

وکٹر نے بدمزگی سے اسے دیکھا۔ ”یہ تم نے بہت کاری وار کیا ہے۔“

”سوری ...... لیکن سچ یہ ہے کہ تم کرنل بن جاتے لیکن تمہیں مناسب وقت پر پیچھے ہٹنا نہیں آتا۔ تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ کس کے سامنے جھکنا ضروری ہے۔“

”تو تم مجھے ایک فہرست بنا کر دے دو ایسے لوگوں کی۔“ وکٹر نے چڑ کر کہا۔ ”بلکہ پروموشن گائیڈ چھپوا دو۔“

”یہ سب کچھ تم جانتے ہو۔“ علی نے افسردگی سے کہا۔ ”میں تمہیں برسوں سے بتا رہا ہوں کہ ہم ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔“

”میں جانتا ہوں۔“ وکٹر نے کہا۔ ”اب میں رابطہ کرنے جا رہا ہوں۔“

وکٹر نے ہیلمٹ میں نصب چھوٹے سے مائیکروفون کو ایڈجسٹ کیا۔ رابطہ ہوتے ہی اُس نے کہا۔ ”بھوت نمبر سات میکمران سے مخاطب ہے۔ کیا حال ہے ولکنس۔ اوٹاہ میں موجود تمہارے لڑکے جاگ رہے ہیں یا نہیں۔“

ایئرپیس میں کرنل ولکنس کی آواز ابھری۔ ”مسٹر ڈکسن، ہم تمہارے لیے تیار ...... اور تمہارے منتظر ہیں۔ آج ہم تمہیں پکڑیں گے اور چبا ڈالیں گے۔ یہ بات کیپٹن علی کو بھی بتا دو۔“ وکٹر نے مائیکروفون آف کیا اور علی سے بولا: ”ولکنس پھر چیلنج کر رہا ہے۔“

”کرنل سے کہہ دو کہ میں اس چیل کو اُس کے گھٹنوں کے درمیان سے نکال لے جاؤں گا اور اسے پتا بھی نہیں چلے گا۔“

”وکٹر مسکرایا۔ اس نے مائیکروفون پھر آن کیا۔ ”کرنل، کیپٹن علی کہتا ہے کہ اگر ہمیں کسی نے پکڑا تو وہ یقیناً تمہی ہو گے۔“

”میں جانتا ہوں کہ اُس نے درحقیقت کیا کہا ہوگا۔“ کرنل ولکنس نے جواب دیا۔

وکٹر نے اپنے قہقہے کا گلا گھونٹ دیا۔ ”نہیں کرنل! ایسی کوئی بات نہیں۔ کیپٹن علی تمہارا بہت احترام کرتا ہے۔“

وکٹر نے پینل پر لگا نیلے رنگ کا بٹن دبایا۔ بلٹ اِن ہیڈفون میں کلک کی آواز سنائی دی تو اُس نے کہا۔ ”ہیلو کمانڈ بھوت نمبر سات مخاطب ہے۔ ہم دشمن کے ریڈار کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ سوئچنگ ٹو مشن کوڈ۔“

”وی کاپی۔“ دوسری طرف سے ایک آواز نے کہا۔

”وکٹر نے مانیٹر کے نیچے ڈیجیٹل ریڈ آؤٹ پر نظر ڈالی۔ باہر کے اندھیرے کی وجہ سے وہ زیادہ چمک رہے تھے۔ ”مارک او وَن ٹو نائن اوور۔“

”راجر ویٹ مارک، بھوت نمبر سات، اب دوسری طرف ملاقات ہو گی۔ اوور اینڈ آؤٹ۔“

وکٹر نے نیلے بٹن کے برابر والا سرخ بٹن دبایا۔ ریڈیو پھر اواکس پر پہنچ گیا۔ اُس نے منہ سے کچھ نہیں کیا۔ بس دوسری طرف ہونے والی گفتگو سنتا رہا۔ کرنل ولکنس اپنے آدمیوں کی خبر لے رہا تھا۔

”اس بار وہ بچ کر نہ نکلیں۔ ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ وہ اب لائٹس آف کرنے ہی والے ہیں۔“

بے چارہ ولی۔ وکٹر نے دل میں سوچا۔ مجھے کبھی نہیں پکڑ سکے گا۔ کیونکہ آج کے بعد اسے مجھ کو پکڑنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔

اُس نے مائیکروفون آف کیا اور علی کی طرف دیکھا۔ ”ریڈی کیپٹن؟“

علی ٹوپوگرافک ڈسپلے کا جائزہ لے رہا تھا۔ اُس کا سیدھا ہاتھ کنٹرول اسٹک پر تھا اور بایاں ہاتھ ایک افقی پینل پر تھا، جس میں تین بٹن تھے، ایک پر ٹیک آف۔ دوسرے پر مشن اور تیسرے پر لینڈنگ لکھا تھا۔ ”جو حکم میجر۔“ اُس نے آہستہ سے کہا۔

وکٹر نے اسپیڈ اور جہاز کی بلندی کو چیک کیا۔ پچیس ہزار فٹ، چار سو میل فی گھنٹا۔

"چلو کیپٹن، جنگ شروع ہو رہی ہے۔"

علی نے مشن والا بٹن دبایا اور بی تھری چپکے سے رازداری کے ساتھ حملہ کرنے کے موڈ میں آ گیا۔ باہری روشنیاں گل ہو گئیں۔ آواز نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ کنٹرول پینل تاریک ہو گیا۔ آٹھ اسکرینوں کی روشنی بھی مدھم ہو گئی۔

مائیکروفون اگرچہ آف تھا لیکن ریڈیو ریسیور آن تھا۔ وکٹر اواکس کی گفتگو سنتا رہا۔

"اب وہ آئی ایف ایف پر نہیں ہیں۔" کرنل ولکنس اپنے ساتھیوں سے پوچھ رہا تھا۔ "کوئی ہے، جسے وہ نظر آ رہے ہوں؟"

قریب سے ایک اور آواز ابھری۔ "میرے پاس ان کے ہیٹ سگنل موجود ہیں سر۔"

وکٹر پوری توجہ سے وہ گفتگو سن رہا تھا۔ یہ مشق دراصل اُس کے اور کرنل ولکنس کے درمیان مقابلہ تھا۔

"اُن کے انجن بے شک سرد ہوں گے، لیکن باہری فضا سرد تر ہے۔ اس لیے حرارت کے سگنل مل رہے ہیں۔"

وکٹر اواکس کے ریڈار سکرین کا تصور کر سکتا تھا، جس پر بی تھری ایک متحرک مثلث کی شکل میں نظر آ رہا ہوگا۔ اُس نے کمپیوٹر اسکرین پر موجود نقشے میں اہداف کو دیکھا۔ بیچ میں ٹاپ پر ریڈار سائٹس تھیں۔ اوٹاہ کے جو بوگس ہدف تھے، ان پر سرخ جلتی بجھتی روشنی نظر آ رہی تھی۔ عقب میں دریائے کولاراڈو تھا، جو دو ریاستوں کے درمیان پولی گراف لائن کی طرح نظر آ رہا تھا۔

"علی ...... دریا کی وادی قریب ہے۔ جہاز کو نیچے لے جاؤ ...... چار سو فٹ کی بلندی تک، رفتار پوائنٹ سیون ماخ۔"

"رفتار پوائنٹ سیون ماخ۔" علی نے دہرایا۔ "یہ زیادہ سے زیادہ رفتار سے ایک پوائنٹ زیادہ ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ بھوت اسے جھیل سکتا ہے۔ کم از کم کمپیوٹر یہی بتاتے ہیں۔ یہ وقت

چیک کرنے کا ہے کہ وہ درست ہیں یا غلط۔" وکٹر نے کہا۔

علی نے رفتار اور بلندی کے معاملے میں اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ وہ تھروٹل پیچھے کھینچ رہا تھا۔ "انہیں شاک لگے گا کہ ہم اتنی نیچی پرواز بھی کر سکتے ہیں۔"

"انہیں زبردست شاک لگے گا۔ میں انہیں حیران کر دوں گا۔ اس بات کا میں وعدہ کرتا ہوں۔" وکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

✳ ✳ ✳

لزا مائیکل کو رات کی شفٹ میں کام کرنا بہت اچھا لگتا تھا۔

سال کے اس حصے میں پارک کا علاقہ سنسان رہتا تھا لیکن رات کے وقت تو وہ عملاً مردہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے ٹرک میں سکون سے اپنے کیسٹ پلیئرز پر جاپانی زبان سکھانے والے ٹیپ سن سکتی تھی۔ پھر اس پُرسکون فضا میں وہ مستقبل کے بارے میں سوچ سکتی تھی۔

لزا کی عمر 28 سال تھی۔ اسے محبت کی ...... گھر بسانے کی آرزو تھی۔ پچھلے دس برسوں میں کئی مرد اُس کی زندگی میں آئے لیکن اسے وہ محبت نہ مل سکی، جس کی اسے آرزو تھی۔

پہلا شخص کالج میں اُس کا کلاس فیلو ایڈی تھا، جو کلاس میں اُس کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔ پھر وہ رومانوی ناول لکھنے کے لیے لندن چلا گیا۔ کئی برس بعد اُس نے لندن سے خط لکھا کہ وہ ایک فارماسیوٹیکل کمپنی میں کام کر رہا ہے۔ "کبھی مجھ سے ملنے کے لیے آ جاؤ نا۔" اس نے خط کے آخر میں التجا کی تھی۔

پھر مارشل آرٹس کا اس کا انسٹرکٹر آرٹ تھا۔ اس سے تعلقات قائم ہوئے اور لزا نے اپنی آنکھوں میں خواب سجا لیے، لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد پتا چل گیا کہ آرٹ ہر لڑکی کو یہ خواب دکھاتا ہے۔ رات کے خواب، جن کی دن کے اجالے میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

اس کے بعد اُس کا پڑوسی جوزف تھا۔ حال ہی میں اُس نے شادی کی اور وہ علاقہ چھوڑ گیا۔ پھر ایک فلم شو کے دوران اس کی لوئیس سے ملاقات ہوئی۔ معاملہ آگے بڑھا تو پتا چلا کہ وہ نفسیاتی مریض ہے۔

”اور آخری آدمی پارکس ڈیپارٹمنٹ کا افسر میک تھا۔ وہ ہمیشہ دعویٰ کرتا تھا کہ اپنی بیوی سے عاجز ہے۔ ”بس اب میں اس سے چھٹکارا پالوں گا۔“ وہ کہتا لیکن اس پر عمل کبھی نہیں کرتا تھا۔

”ایری گانو۔“ اُس نے ٹیپ سے سن کر دہرایا۔“ پھر بولی: ”تھینک یو۔“

وہ خود کو سمجھاتی، یقین دلاتی تھی کہ ان رومانوی ناکامیوں میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

”سورمی ماسن کا مطلب ہے...... معاف کیجیے۔“

سارا قصور مردوں کا تھا......

”کدسائی کا مطلب ہوتا ہے...... پلیز......“

یہ مرد ہوتے ہی مطلبی ہیں۔ جب تک الو سیدھا نہ ہو، پروانے بنے رہتے ہیں۔ مطلب نکل جائے تو اگلی ٹرافی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ خدا کی پناہ...... آخر یہ مخلوق اتنی سطحی اور خودغرض کیوں ہوتی ہے۔

”اوتوہ کا مطلب ہے شوہر۔“

لیکن کیا کیا جائے۔ مرد کے بغیر گزارہ بھی تو نہیں۔ لزا نے تلخی سے سوچا۔ کم بخت ٹھیک سے جاپانی زبان بھی نہیں سیکھنے دیتے۔ ڈسٹرب کرتے رہتے ہیں۔

اس کے ریڈیو پر سگنل موصول ہوئے۔ اس نے کیسٹ پلیئر آف کیا اور مائیکروفون آن کر دیا۔ ”لیس کلائیڈ؟“

”لزا، آج تم نیڈلز اینٹرنس کی طرف گئی ہو؟“

”ایہہ......“

”کیا مطلب؟“

”میں جاپانی بول گئی۔ جاپانی میں ایہہ کا مطلب ہوتا ہے، نہیں۔“ لزا نے کہا۔

”لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟“

”مسز پارکر نے کال کیا تھا۔“

”او گاڈ...... اب کے کیا مسئلہ ہے۔ کہیں انسانی جان کی بھینٹ دی جا رہی ہے یا کوئی اڑن طشتری زمین پر اتر آئی ہے؟“

”ایسی کوئی بات نہیں۔ اُس کا کہنا ہے کہ ابھی ایک گھنٹا پہلے اُس نے چند ٹرک نیڈلز اینٹرنس سے گزرتے دیکھے ہیں، جو مشتبہ لگ رہے تھے۔“

”کلائیڈ...... ذرا مجھے بھی سمجھاؤ۔ یہ مشتبہ ٹرک کیسے ہوتے ہیں۔ کیا ان کی کھڑکیوں پر ماسک لگے تھے۔ یا انہیں بھیڑیے ڈرائیو کر رہے تھے۔“

”کم آن لزا......“

”سوری کلائیڈ۔“ لزا نے کہا۔ ”لیکن یہ اس خاتون کی بات ہو رہی ہے، جس نے اپنے ہاتھ کی انگلی خود کاٹ ڈالی۔ صرف اس لیے کہ وہ اُس کی اپنی طرف اشارہ کر رہی تھی اور اس کا خیال تھا کہ وہ بدروحوں سے جا ملی ہے۔“

”سچ ہے۔ مسز پارکر کھسکی ہوئی تو ہے۔“ کلائیڈ نے اعتراف کیا۔ ”مگر یہاں مسئلہ یہ ہے کہ مسز پارکر کے کہنے کے مطابق ان میں سے ایک ٹرک ہمارے محکمے کا ہے اور اُس نے جو تفصیل بیان کی ہے، جزئیات تک درست ہے۔ اب اسے چیک کرنا ضروری ہے اور اس وقت فیلڈ میں صرف تم ہو۔“

لزا سرد آہ بھر کر رہ گئی۔ ”اب میں کیا کروں؟“

”لزا......“ کلائیڈ کا لہجہ سخت تھا۔

”او کے او کے۔ میں جا کر دیکھتی ہوں لیکن......“

”لیکن کیا......؟“

"پچھلی بار ایسے ہی ایک موقعے پر وہ ہتھوڑا اور چاندی کی کیل لے کر مجھ پر پل پڑی تھی کہ میرے دل میں وہ کیل گاڑ کر رہے گی۔ صرف اس لیے کہ وہ مجھے ڈریکولا کی بھتیجی سمجھ بیٹھی تھی۔ اس بار ایسا ہوا تو تمہاری خیر نہیں۔"

"تم بھول رہی ہو کہ یہ شفٹ تم نے اصرار کر کے لی ہے۔"

"تاکہ میرے اور تمہارے درمیان جو نام نہاد تعلق رہا ہے' وہ ختم ہو جائے اور تم مجھے مزید بے وقوف نہ بنا سکو۔" لزا نے کہا۔ "خیر میں جا کر دیکھتی ہوں۔ پھر تمہیں رپورٹ کروں گی۔"

اُس نے مائیکروفون ہُک پر لٹکا دیا۔

☼☼☼

وکٹر اب بھی اواکس میں ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ ولکنس کے عملے نے اسے اطلاع دی تھی کہ وہ بی تھری...... یعنی بھوت نمبر سات کا سراغ کھو بیٹھے ہیں۔ یہ خبر ولکنس کے لیے مایوس کن' لیکن وکٹر ڈکسن کے لیے طمانیت بخش تھی۔

"انہیں تلاش کرتے رہو۔" کرنل ولکنس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ جلد یا بدیر وہ بلندی پر آئیں گے۔ تب ان کی پوزیشن چیک کر کے نوٹ کر لینا۔" چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر ولکنس نے پکارا۔ "وک...... تم سن رہے ہو نا۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم نے کیا ترکیب لڑائی ہے۔ بہرحال اس بار جیت میری ہوگی۔"

وکٹر ڈکسن مسکرایا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسا نہیں ہوگا...... نہ آج اور نہ آئندہ کبھی۔

اُس نے ایک اسکرین پر ریڈار ڈاٹا کو دیکھا۔ "علی...... ہم ان کی آنکھوں اور کانوں کے نیچے پرواز کر رہے ہیں۔ تم پہلے ہدف کی طرف بڑھو۔"

علی نے اثبات میں سر ہلایا۔ "دو سو فٹ کی بلندی۔"

وکٹر اب ٹوپوگرافک اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ "چھ سیکنڈ بعد چٹان سامنے ہوگی۔"

"اوکے۔" علی نے کہا۔ اس کا بایاں ہاتھ زرد رنگ کے بٹن کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"مجھے یہ مشقیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ مگر میں سوچتا ہوں کہ حقیقی جنگ میں تو لطف ہی کچھ اور ہوگا۔"

وکٹر بدستور ٹوپوگرافک ڈسپلے کو دیکھ رہا تھا۔ علی نے آٹو پائلٹ کا بٹن دبایا۔ ردِ عمل کے طور جہاز بالکل سیدھا ہو گیا۔ اب وہ ہموار انداز میں پرواز کر رہا تھا' جیسے کوئی کار ہائی وے پر دوڑ رہی ہو۔ جہاز میں ارتعاش بھی نہیں تھا۔

علی نے اسٹک چھوڑ دی اور سامنے ونڈ اسکرین کو دیکھنے لگا۔ ستارے چمک رہے تھے۔ چاند تلوار جیسا لگ رہا تھا۔

"بہت خوب...... تم مہارت میں مجھے چھونے لگے ہو۔" وکٹر نے اسے داد دی۔

"اور تمہیں یہ سب بہت اچھا بھی لگتا ہے۔ ہے نا؟"

علی نے گہری سانس لی۔ "اتنا ہی' جتنی تمہیں باکسنگ اچھی لگتی ہے۔ تمہیں یاد ہے' پچھلے ہفتے جب ہم جھیل پر پرواز کر رہے تھے تو تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں پائلٹ کیوں بنا؟"

"مجھے تو بس وہ موٹی تازی مچھلی یاد ہے' جسے میں بھنبھوڑ رہا تھا۔ جبکہ تمہارے حصے میں صرف کانٹوں کا پنجر آیا تھا۔"

علی کی آنکھوں سے ایک خواب ناک نرمی سی جھانکنے لگی۔ لگتا تھا' وکٹر کی بات اُس نے سنی ہی نہیں۔ "ذرا سوچو۔ دو بلین ڈالر کے طیارے کو 800 میل فی گھنٹا کی رفتار سے اڑانے کا موقع اور کہاں مل سکتا تھا۔ اتنی بلندی پر کہ آسمان کو چھولو اور اتنا نیچے کہ درخت سے پتا توڑ لو۔" اُس نے دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں پھیلائے اور کھڑکی کی طرف بڑھائے۔ "میں...... میں بتا نہیں سکتا کہ جہاز میں بیٹھ کر کیسا محسوس کرتا ہوں...... جیسے...... جیسے قربت کا عجیب سا احساس...... مجھے نہیں معلوم۔ میں بتا نہیں سکتا۔ شاید مجھے پوری طرح معلوم نہیں کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔"

"تم محسوس کرتے ہو کہ خدا سے قریب ہو گئے ہو؟"

"ممکن ہے۔ حالانکہ یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ کیونکہ خدا تو ہر جگہ موجود ہے۔ آپ آسمان پر ماخ رفتار سے اڑ رہے ہوں یا نیچے گھاس پر پڑے ہوں' اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔"

"واقعی۔ فرق تو کچھ نہیں پڑتا۔"

"تو پھر یہ پرواز مجھے کوئی دینی تجربہ سا کیوں لگتا ہے؟"

"کیونکہ یہ دینی تجربہ ہے میرے دوست۔"

علی نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں دلچسپی تھی۔ "تم سنجیدہ ہو؟"

"سو فیصد۔ یہ جو دو بم ہم اٹھائے لیے جا رہے ہیں' اس کے بعد تو ہم خدا ہی ہوئے۔"

"نہیں...... یہ تو گمراہی کی بات ہے۔ تم بات کو کسی اور طرف لے گئے۔"

"طوفانِ نوح کو یاد کرو۔ خدا کے قہر کو یاد کرو۔ اب کہو' یہ بم قہر ہے یا نہیں۔ تو ہم خدا ہوئے نا۔"

علی نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں اس انداز میں نہیں سوچ سکتا۔"

"کیوں؟ تم دنیا کی سب سے بڑی فوجی قوت کا پرزہ ہو' جو کسی کو بھی خدا کا قہر بن کر تباہ کر سکتی ہے۔"

"امریکا امن چاہتا ہے۔ میں امن چاہتا ہوں۔ ہم تباہی کے خواہاں نہیں۔"

"بچوں جیسی بات کرتے ہو۔ صرف اس لیے کہ تم پکے امریکی نہیں ہو' امریکا کی خوشامد کرتے ہو۔" وکٹر نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "یہ امن کی باتیں ڈھکوسلے ہیں۔ امریکا نے جاپان پر دو ایٹم بم گرائے...... امن کے لیے...... اظہار محبت کے لیے! امریکا دوسرے براعظموں میں لڑنے کے لیے گیا...... امن کے لیے' محبت کے لیے! ویت نام کو لو۔ کوریا کو دیکھو۔ کمبوڈیا کو دیکھو۔ اسرائیل فلسطینیوں کو پیٹتا ہے اور امریکا اسرائیل کو مظلوم قرار دے کر اُس کا ساتھ دیتا ہے۔ مظلوموں کو امریکا دہشت گرد قرار دیتا

ہے۔ یہ امن پسندی ہے؟ امریکا اقوام متحدہ کو اپنے اشاروں پر نچاتا ہے۔ عالمی رائے عامہ کی پروا نہیں کرتا۔ ایک قرارداد فریزر میں ڈال دی جاتی ہے اور دوسری پر سختی سے عمل درآمد ہوتا ہے۔ یہ امن پسندی ہے؟ عراق پر پابندیاں لگتی ہیں۔ لاکھوں بچے دودھ اور دواؤں کی قلت کی وجہ سے مر جاتے ہیں۔ یہ امن پسندی ہے؟ نہیں دوست۔ میں سچا امریکی ہوں۔ سچ کو سچ کہتا ہوں۔ طاقت حاصل کی جاتی ہے تو پھر طاقت کے استعمال کا شوق بھی ابھرتا ہے۔ ہتھیار بنائے جاتے ہیں تو انہیں انسانوں پر آزمایا بھی جاتا ہے۔ آزمائشی پروازوں کی طرح آزمائشی جنگیں تو نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ طاقت کے استعمال کے لیے بہانے تراشے جاتے ہیں۔ تم مانو نہ مانو۔ اس وقت زمین پر امریکا خدا ہے۔ میں خدا ہوں' تم بھی خدا ہو۔ ہمارے پاس یہ دو ایٹم بم ثبوت ہیں کہ ہم خدا ہیں۔"

"میں نہیں مانتا۔ یہ اسلحہ کسی وقت جواب بھی دے جاتا ہے۔ میزائل اور بم پھٹ نہیں پاتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ سپر پاور اللہ ہے۔ اُس کی مرضی کے خلاف کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ جب چاہے گا' امریکا کو بھی تباہ کر دے گا۔"

"گڈ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس فوجی قوت کا حصہ بنے رہو گے۔"

"کیوں نہیں...... اور تم؟" علی نے پوچھا۔

"میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

"کیسی بات کرتے ہو۔ تم جیسا اہل آدمی......"

"جس میں صرف لوگوں کی اہانت کرنے کی اہلیت ہے۔" وکٹر نے اس کی بات کاٹ دی۔ "یہ تمہارا ہی کہنا ہے۔"

"میں پرواز کی اہلیت کی بات کر رہا ہوں۔" علی نے کہا۔ "تم اپنے جسم کی مکمل آگہی رکھتے ہو۔ میں تمہارے مقابلے میں رنگ میں اترتا ہوں تو مجھے اس کا احساس ہوتا ہے اور اس کاک پٹ میں تمہارا جسم جہاز کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ تم...... تم مشین ہو۔"

"اس تعریف کا شکریہ لیکن اس فیلڈ میں بیس سال گزارنے کے بعد میں اس نتیجے پر

پہنچا ہوں کہ تم درست کہتے ہو۔ میں نا اہل تھا' ورنہ اب تک کرنل بن چکا ہوتا۔"

"وہ تو بحث کی بات ہے۔ کرنل تو تم اب بھی بن سکتے ہو۔"

"نہیں۔ میں کبھی کرنل نہیں بن سکوں گا۔ بون جیسے تابع دار یہاں جنرل بن جاتے ہیں۔ میں ناکام آدمی ہوں۔"

"بون کوئی ناکام آدمی تو نہیں۔"

"تمہیں لگتا ہوگا۔ میں نے بیس سال کے دوران احمقوں کو ترقی کرتے دیکھا ہے۔ اس کے نتیجے میں مایوس ہو چکا ہوں۔ میں اب جان چھڑانا چاہتا ہوں۔"

"یہ ممکن نہیں۔ اسے چھوڑ کر تم بہت مس کرو گے۔" علی نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ فلائنگ کی میرے نزدیک وہ اہمیت نہیں جو تمہارے نزدیک ہے۔"

"میں فلائنگ کی نہیں' نیوکس لے جانے کی بات کر رہا ہوں۔ میرے لیے یہ دو ایٹم بم عام کارگو ہیں لیکن تمہارے لیے یہ قوت کا مظہر ہیں۔ ابھی تم نے خود کہا......"

"ایک منٹ۔" وکٹر نے انگشتِ شہادت اٹھاتے ہوئے کہا۔ وہ سامنے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔

"کیا ہوا؟" علی نے پوچھا۔

"ذرا سائیڈ میں دیکھو۔ پہاڑی سلسلہ ختم ہو گیا ہے نا۔"

علی نے سر گھما کر دیکھا۔ "میرا خیال ہے' ابھی نہیں۔"

اس دوران وکٹر نے اپنے دائیں ہاتھ کا دستانہ اتارا اور اپنے فلائٹ سوٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

علی نے کھڑکی سے نظر ہٹائی اور سر گھمایا۔ اس کی نظر وکٹر کی سکڑی ہوئی آنکھوں پر پڑی۔ پھر اس نے دیکھا کہ وہ اپنے فلائٹ سوٹ سے ایک پتلا سا سلنڈر نکال رہا ہے۔

"اے وک! تم جہاز میں اسموکنگ نہیں کر سکتے۔" اُس نے احتجاج کیا۔

لیکن اگلے ہی لمحے سلنڈر کا رخ علی کی پیشانی کی طرف ہو گیا۔ تب اُس نے دیکھا

کہ وہ سگریٹ نہیں' ریوالور ہے۔

"اپنی جگہ سے ہلنا مت۔" وکٹر نے ہموار لہجے میں کہا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟"

"میں نے فوری طور پر...... اسی وقت جان چھڑانے...... کیش لے کر نکلنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" وکٹر نے اداس لہجے میں کہا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو وک۔ مذاق مت کرو۔"

"یہ مذاق نہیں ہے پارٹنر۔ آئی ایم سوری۔"

ٹریگر پر وکٹر کی انگلی کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔ علی نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر اُس کی کلائی کو گرفت میں لے لیا۔ اُس نے وکٹر کے ریوالور والے ہاتھ کو اوپر اٹھایا۔ اسی لمحے پہلی گولی چلی۔ گولی علی کے ہیلمٹ کو چھو کر گزری۔ دوسری گولی کھڑکی میں سوراخ کرتی ہوئی باہر نکلی۔ کھڑکی کا شیشہ لکڑی کے جال جیسا ہو گیا۔ ٹریگر دبتا رہا۔ گولیاں چلتی رہیں۔ طیارے کی چھت میں' کاک پٹ کی دیوار میں سوراخ ہوتے رہے۔

"وک...... یہ میں ہوں علی۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" علی چلایا۔

وکٹر نے جواب نہیں دیا۔ اُس نے ٹریگر سے انگلی ہٹائی اور ریوالور کا رخ علی کی طرف کرنے کے لیے زور لگاتا رہا۔ ریوالور کا رخ بدلا تو اس نے پھر گولی چلائی۔ گولی علی کی سیٹ بیلٹ کے کندھے والے تسمے پر لگی۔ تسمہ کٹ گیا اور گولی بکل سے ٹکرا کر پلٹ گئی۔

علی کا کندھا آزاد ہو چکا تھا۔ اُس نے اپنے جسم کا بوجھ وکٹر کے بازو پر ڈالا۔ ریوالور وکٹر کے ہیلمٹ کے سامنے والے حصے سے ٹکرایا۔

وکٹر تکلیف سے چلایا لیکن ریوالور پر اس کی گرفت کمزور ہوئی' نہ اُس کی نظریں علی کے چہرے سے ہٹیں' پھر اچانک اسے احساس ہوا کہ ستارے غائب ہو گئے ہیں اور آسمان پہلے سے زیادہ سیاہ لگ رہا ہے۔ جہاز ایک چٹانی چھجے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

وکٹر درندے کی طرح چلایا۔ پھر ایک طاقتور جھٹکے کے زور پر اُس نے اپنا ریوالور والا

ہاتھ آزاد کرالیا۔ اُس نے بائیں ہاتھ سے اسٹک تھامی اور بروقت جہاز کو چھجے سے ٹکرانے سے بچالیا۔ اُس نے جہاز کو دائیں جانب موڑ دیا تھا۔

اس مڑنے کے نتیجے میں علی تھرائٹل پر جا گرا۔ اس کی پیٹھ کاک پٹ کی سائیڈ سے ٹکرائی۔ اس کا توازن بگڑا تو وکٹر نے اسے اپنے اوپر سے پرے دھکیل دیا۔ یہ موقع تھا کہ علی کا توازن بگڑ گیا تھا۔ وکٹر کو اس لمحے سے فائدہ اٹھانا تھا۔ اس نے اپنے بائیں ہاتھ کے دستانے کو دانتوں میں دبا کر کھینچا۔ دستانہ اترنے کے بعد اُس نے کارگو کنٹرول بٹن نمبر ایک، نمبر دو اور رائٹ دبا دیے۔

یہ بٹن دبتے ہی ایک خودکار کمپیوٹر پروگرام ایکٹیویٹ ہو گیا۔ جس کے تحت بم ریک کی تصویری صورتِ حال پائلٹ کے سامنے آ جاتی تھی۔ چنانچہ اسکرین پر بموں کے ریک گھومتے نظر آئے۔ دونوں بم چمکتے ہوئے سرخ رنگ کے تھے۔ اب وہ ریلیز ہونے والی پوزیشن میں آ رہے تھے۔

''تم کمینے انسان۔'' علی دہاڑتے ہوئے پھر اُس پر جھپٹا۔

وکٹر نے ریوالور والا ہاتھ گھمایا لیکن اس سے پہلے ہی علی اس پر گر چکا تھا۔ سیٹ بیلٹ کی وجہ سے وکٹر آزادانہ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کوشش کے باوجود ریوالور کو کسی بھی زاویے سے علی کے لیے ضرر رساں پوزیشن میں نہیں لا سکا تھا۔

''پاگل کتے۔'' علی نے پھنکارتے ہوئے کہا۔ پھر اُس کے ہیلمٹ کو سائیڈ سے پکڑ لیا۔

وکٹر نے خالی ہاتھ کی مدد سے اسے دھکیلنے کی کوشش کی لیکن علی اُس کا ہیلمٹ اتارنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر اُس نے ہیلمٹ کو وکٹر کے چہرے پر دے مارا۔

وکٹر لمحاتی طور پر چکرا گیا۔ ریوالور اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ اندھیرے میں ٹٹول کر اسے تلاش کر رہا تھا کہ اس کے ہاتھ میں آگ بجھانے والا آلہ آ گیا۔ اس نے ایک جھٹکے سے آلے کو کاک پٹ کی دیوار سے الگ کیا۔ پھر دہاڑتے ہوئے اسی سے علی کے

چہرے پر وار کیا۔ علی کے بائیں نتھنے سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ وہ چکرا کر پیچھے کی طرف گرا۔

وکٹر اب اپنے غصے سے لڑ رہا تھا۔ اُس کے پاس وقت زیادہ نہیں تھا۔ ریوالور تلاش کرنے کی بھی مہلت نہیں تھی۔ اب وہ صرف ایک کام کر سکتا تھا۔ وہ فول پروف تو نہیں تھا لیکن کندھے کے ٹوٹے ہوئے تسمے کی وجہ سے موثر ثابت ہو سکتا تھا۔

تھرائٹل کے اوپر سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس نے علی کی سیٹ کے ایجیکٹ والے بٹن کو آٹو سے مینوئل پر سیٹ کر دیا۔ پھر اس سیٹ کے ساتھ نصب نرم ربڑ کے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''سوری دوست۔'' وہ بڑبڑایا۔ پھر اُس نے ہینڈل کھینچ دیا۔

ہلکی سی سرسراہٹ کے ساتھ کاک پٹ کی چھت میں پینل کھلا۔ اگلے ہی لمحے علی کی سیٹ جھٹکے سے اچھلی اور پینل سے باہر نکل گئی۔ سیٹ کے ساتھ علی بھی تھا۔

❋❋❋

ٹھنڈی ہوا کے جھونکے علی کو ہوش میں لے آئے۔ اسے پہلا احساس یہ ہوا کہ اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی ہے۔ بی تھری اس سے سو گز اوپر تھا اور تیزی سے آگے جا رہا تھا۔

کرسی ہوا میں دائیں بائیں بری طرح جھول رہی تھی۔ علی کو یہ غیر معمولی بات لگی۔ اب تک مشقوں کے دوران وہ درجنوں بار ایجیکشن کے ذریعے جہاز سے زمین پر اترا تھا۔ یہ تو بہت ہموار آپریشن ہوتا تھا۔

اس کے اوپر پیراشوٹ کھل گیا تھا۔ مگر علی کو احساس ہو رہا تھا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔

اچانک اسے کندھے کے تسمے کا خیال آیا۔ وہ تسمہ تو جہاز میں ہی ٹوٹ چکا تھا، وہ صرف کمر کی بیلٹ کی وجہ سے سیٹ سے بندھا ہوا تھا اور یہ بیلٹ وہ ہمیشہ ڈھیلی باندھتا تھا۔ کیونکہ کس کر باندھنے میں ایک نفسیاتی مسئلہ تھا۔ اسے بار بار پیشاب آنے لگتا تھا۔

اُس نے بازو کو حرکت دی۔ اس کے نتیجے میں کرسی بری طرح ڈولنے لگی۔ اُس کے

پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ ٹوٹے ہوئے تسمے کا کام دوسرے ہاتھ سے لے۔ سرد ہوا اُس کے زخمی چہرے سے ٹکرا رہی تھی۔ فلائٹ سوٹ کے نیچے پسینہ جم گیا تھا۔ مگر اسے کسی بات کی فکر نہیں تھی۔ وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ اس کے عزیز دوست نے اسے بدترین درد دیا ہے۔ کم از کم وہ تو وکٹر کو اپنا دوست سمجھتا تھا اور وکٹر مسلسل کوشش کرتا رہا تھا کہ اس کی پیشانی میں سوراخ کر دے اور اسے اڑتے ہوئے جہاز سے نیچے دھکیل دے۔ اس وقت علی کے لیے ہوش میں رہنا جتنا دشوار تھا' وکٹر کی بے وفائی کو بھول جانا اُس سے زیادہ دشوار تھا۔

اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُس نے سر جھٹک کر انہیں گرا دیا۔ اسے چوکنا رہنا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں گرے گا اور نیچے کیا ہوگا۔ اندھیرے کی وجہ سے کچھ دیکھنا بھی آسان نہیں تھا۔ وہ پہاڑی علاقہ تھا اور وہاں درخت بھی کثرت سے تھے اور یہ اجیکشن کوئی آزمائشی مشق نہیں تھا۔ یہ تو زندگی اور موت کا کھیل تھا۔

⁂⁂⁂

لزا مائیکل اپنے ٹرک کی کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ریڈیو تھا۔ اس نے بٹن دبایا اور کہا۔ ''ہیلو کلائیڈ۔''

''میں موجود ہوں میری زندگی۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔

''مسز پارکر کو بتا دو کہ یہاں کوئی غیر معمولی صورتِ حال نہیں ہے۔'' لزا نے مائیک میں کہا۔ ''نہ کوئی ٹرک ہے نہ اڑن طشتری۔ کہیں انسانی جان کی بھینٹ نہیں دی جا رہی ہے اور مجھے شیطان بھی کہیں نظر نہیں آیا۔''

''یہ بات تم خود ہی اسے بتا دو۔''

''نہیں۔ میں باز آئی۔''

''اچھا لزا' میں اس سے بات کرتا ہوں۔ وہ گھر پر ٹیلی فون کے پاس منتظر بیٹھی ہوگی۔''

''کلائیڈ' تمہارے خیال میں کیا وقت نہیں آ گیا ہے کہ.......'' اس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ کیونکہ اسے ہوا کا غیر معمولی اور تیز رفتاری کے ساتھ متحرک دباؤ محسوس ہوا تھا۔ وہ ہوا نہیں تھی' وہ جسم کو ہلا دینے والا ارتعاش تھا اور اُس نے اس کے جسم کو سر سے پاؤں تک بری طرح ہلا ڈالا تھا۔

''لزا....... تم ٹھیک تو ہو؟'' دوسری طرف سے کلائیڈ نے پوچھا۔

''شش.......''

''لزا؟''

''خاموش رہو۔'' لزا نے اسے ڈانٹ دیا۔ ارتعاش اور بڑھ گیا تھا۔ اور ارتعاش کا جو بھی سبب تھا' وہ تیزی سے قریب آتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ اس کا ٹرک بھی حقیر سے تنکے کی طرح جھنجھنا رہا تھا۔

پھر اُس نے بیک وقت آواز بھی سنی' محسوس بھی کیا اور دیکھا بھی۔ وہ کوئی سیاہ سی چیز تھی جو اس کے اوپر سے پرواز کرتی ہوئی گزری۔ وہ بلا ارادہ جھک گئی۔ اس چیز کی پرواز بہت نیچی تھی اور وہ ایک ثانیئے میں گزر بھی گئی۔

اڑن طشتری! اُس کے ذہن میں یہ لفظ گونجا۔ کیونکہ اُس کی آواز جہاز جیسی نہیں تھی اور جہاز اتنی نیچی پرواز بھی نہیں کرتا۔

اُس نے دوسری طرف دیکھا....... اس طرف جہاں سے وہ چیز آئی تھی۔ وہاں اسے آسمان سے کوئی ہیولا دھیرے دھیرے زمین کی طرف اترتا دکھائی دیا۔ جہاں وہ کھڑی تھی۔ وہاں سے وہ کوئی چوتھائی میل دور رہا ہوگا۔

''لزا!'' کلائیڈ اسے پکار رہا تھا۔

''ہاں۔ میں موجود ہوں اور خیریت سے ہوں۔'' لزا نے مائیکروفون میں کہا۔

''مجھے بتاؤ تو' کیا ہو رہا ہے؟''

''میں نے کسی چیز کو گرتے دیکھا ہے۔ اب میں اسے چیک کرنے جا رہی ہوں اور

ہاں کلائیڈ' اگر مسز پارکر کال کر کے اڑن طشتری کے بارے میں کچھ کہیں تو کہنا کہ مجھے معلوم ہے۔'' یہ کہہ کر لزا نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اُس کا سپروائزر سوالات کی بوچھاڑ کر کے اُس کا وقت ضائع کرے۔

اُس نے مائیکروفون ہک پر لٹکایا۔ ڈیش بورڈ سے فلیش لائٹ اٹھائی اور مخالف سمت میں چل دی۔

✳ ✳ ✳

بم گرانے کے بعد وکٹر نے کھڑکی کے شیشے کو ہاتھ مار کر پوری طرح بکھیر دیا۔ پھر اُس نے سر باہر نکالا اور گرنے والے بموں کو دیکھتا رہا۔ وہ باوقار انداز میں زمین کی طرف گر رہے تھے۔ موجودہ شکل میں وہ بے ضرر تھے۔ ہاں ایکٹی ویٹ ہونے کے بعد وہ تباہ کن ثابت ہوتے....... اس حد تک کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

بی تھری اب آگے نکل چکا تھا۔ وکٹر کے لیے اب بموں کو دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ اپنی سیٹ سے پشت ٹکاتے ہوئے وکٹر نے گہری سانس لی۔ پھر اُس نے اپنا ہیلمٹ اٹھایا اور اسے سر پر رکھ لیا' اُس نے مشن والے پینل پر لینڈنگ کا بٹن دبایا۔ کاک پٹ جگمگا اٹھا۔

''وہ نظر آ گئے ہیں۔'' اسے ولکنس کے ماتحت کی آواز سنائی دی۔

''لیکن ابھی تو انہیں مزید ایک گھنٹے تک چھپا رہنا تھا۔'' ولکنس نے کہا۔ ''ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔''

وکٹر کے لبوں پر شیطانی مسکراہٹ ابھری۔ اُس نے آواز میں گھبراہٹ کا تاثر سموتے ہوئے مائیکروفون میں کہا۔ ''میں وکٹر ڈکسن بول رہا ہوں۔ علی نے بیڑا غرق کر دیا۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ میجر مجھے تفصیل سے بتاؤ۔''

''میں .... نکل رہا ہوں۔''

وکٹر کے لبوں پر اب بھی وہی شیطانی مسکراہٹ تھی۔ اُس نے آٹو پائلٹ کو چار میل

کے فاصلے پر مغرب کی سمت سے سیٹ کیا۔ وہ میدانی علاقہ تھا۔ اُس نے جہاز کے لیے زمین کی طرف جھکنے کا زاویہ بھی سیٹ کر دیا۔ پھر وہ اجیکشن کے بٹن کو مینوئل پر لایا۔ اس نے اپنی بیلٹ کے تمام تسمے چیک کیے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کا حشر وہ ہو جو اُس نے علی کا کیا تھا۔ وہ بے چارہ ایک کندھے کے تسمے سے محروم' فضا میں اچھلا تھا۔

چند لمحے سوچنے کے بعد اُس نے ہینڈل کھینچ لیا۔ اگلے ہی لمحے وہ تباہی کی طرف بڑھنے والے بی تھری بمبار سے باہر تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کسی بلبلے کی طرح زمین کی طرف تیر رہا تھا۔

بدنصیب بی تھری تین فٹ فی سیکنڈ جھکتے ہوئے مغرب کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ وکٹر ہر لمحہ زمین کی طرف جھکتے طیارے کی پرواز دیکھتا رہا۔ پھر وہ زمین سے ٹکرایا اور منہ کے بل ریت میں دھنس گیا۔ ریت کا طوفان اٹھ گیا۔ اُس کا جگمگاتا ہوا کاک پٹ دور سے نظر آ رہا تھا۔

مسطح قطعہ زمین کی طرف ہموار انداز میں اترتے ہوئے وکٹر سوچ رہا تھا کہ اب کہاں کہاں کھلبلی مچے گی۔ اواکس میں لوگوں کے منہ کھل گئے ہوں گے۔ یہ کیا ہوا؟....... لعنت ہو....... جیز ز کرائسٹ جیسے الفاظ ولکنس کے اسٹاف کے منہ سے نکل رہے ہوں گے اور وہائٹ مین کے ایئربیس پر اور اوٹاہ میں میکران کے ایئربیس پر تہلکہ مچا ہوگا۔ سب پریشان ہوں گے۔ ایسے پریشان کہ ماضی میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملے گی۔

وکٹر کو یقین تھا کہ وہ صحیح صورتِ حال کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکیں گے' جب تک وہ خود انہیں نہیں بتائے گا اور تب تک بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

✳ ✳ ✳

لیفٹیننٹ کرنل سام رھوڈز مزاجاً پادری تھا!

کم از کم لوگ یہی کہتے تھے۔ پیٹھ پیچھے اسے فادر رھوڈز کہا جاتا تھا۔ مذاق میں لوگ کہتے تھے کہ اُس کا نصب العین جنرل کے عہدے تک پہنچنا نہیں' بلکہ پوپ بننا ہے۔

54 سالہ رھوڈز شراب نہیں پیتا تھا۔ اس کے منہ سے کبھی گالی نہیں نکلتی تھی اور بائبل ہمیشہ اس کے پاس رہتی تھی وہ قتل کرنے کے خلاف نہیں تھا' بشرطیکہ مدِ مقابل پہلے اس پر وار کرے۔ اس معاملے میں اس کا موقف بائبل کے موقف کے عین مطابق تھا' زیادتی کرنے والے کو جارح کو قتل کرنا' قتل کرنا نہیں تھا انصاف تھا۔

اس وقت وہ میکران ایئربیس کے اڈے پر بلیک ہاک ہیلی کاپٹر کے پاس کھڑا تھا' جو پرواز کے لیے پوری طرح تیار تھا' وہ ان چار افراد کی طرف متوجہ تھا' جو دوڑتے ہوئے اُس کی طرف آ رہے تھے' وہ بے حد پریشان تھا۔

خبر یہ تھی کہ ایک بی تھری بمبار کہیں گر کر تباہ ہوا تھا اور اس جہاز میں دو بڑے ایٹم بم تھے۔ گویا ایٹمی تابکاری کا خطرہ لاحق تھا۔ رھوڈز کو یہ ڈر اس وقت سے ہی تھا' جب اسے اس منصوبے کے متعلق معلوم ہوا تھا اور اب وہی بات سامنے آ رہی تھی۔

چاروں افراد وہاں پہنچے۔ رھوڈز کے اشارے پر وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گئے۔ اس ہیلی کاپٹر میں کارگو ہُک لگا تھا اور وہ آٹھ ہزار پونڈ وزن اٹھا کر اڑ سکتا تھا۔ رھوڈز کو امید تھی اور وہ دل ہی دل میں اس کے لیے دعا بھی کر رہا تھا کہ اگر طیارہ واقعی تباہ ہو گیا ہے تو کم از کم اتنا ہو کہ وہ اس میں سے دونوں ایٹم بم نکال کر بحفاظت واپس لے آئیں۔ اس وقت یہی سب سے اہم بات تھی...... اور ان کی پہلی ترجیح بھی۔

رھوڈز ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے ہی والا تھا کہ ہارن کی آواز سن کر رک گیا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ اسی وقت ایک جیپ اس کے پاس آ کر رکی اور اس میں سے کرنل ولکنس اترا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو سلیوٹ کیا۔

''ہیلو میکس۔'' رھوڈز نے کہا۔

''میں تمہیں روبرو بتانا چاہتا ہوں کہ کوئی خطرناک قدم نہ اٹھانا۔'' میکس ولکنس نے کہا۔

''مثلاً؟''

''تم میری بات سمجھ رہے ہو۔ اگر بم خطرناک ہو گئے ہوں تو تمہیں اس معاملے میں ہاتھ ڈالنے کی ضرورت نہیں۔''

رھوڈز نے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں سام۔'' ولکنس نے کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ یہ تمہاری ریاست ہے اور تم نے شروع ہی سے اس مشن کی مخالفت کی تھی۔ لیکن جذباتیت سے گریز ضروری ہے۔ تم اکیلے اپنے گھر کو نہیں بچا سکتے۔ اگر کوئی مسئلہ ہے تو اسے حل کرنے کے لیے ایکسپرٹ موجود ہیں۔ تم مجھ سے وعدہ کرو کہ خود کو غیر ضروری خطرے میں نہیں ڈالو گے۔''

''یہ میرا وعدہ ہے۔'' رھوڈز نے کہا۔ ''لیکن اس معاملے میں اگر غیر ذمے داری سرزد ہوئی ہے تو ہمیں تین سوالوں کے جواب درکار ہوں گے...... کون' کیسے اور کیوں؟''

''پکی بات...... یہ میرا وعدہ ہے کہ ذمے دار افراد کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔''

سام رھوڈز کے چہرے پر شکر گزاری کا تاثر ابھرا۔ اُس نے ولکنس کو سلیوٹ کیا اور ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گیا۔

چند لمحے بعد ہیلی کاپٹر دھیرے دھیرے فضا میں بلند ہو رہا تھا۔

❋ ❋ ❋

وائٹ ہاؤس کا چیف آف اسٹاف میسن بیرڈ پینٹاگون کے سچویشن روم میں داخل ہوا تو صبح کے تین بجے تھے' وہ اپنے ذہن سے نیند اور آنکھوں سے دھندلاہٹ جھٹکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''پہلا سوال یہ ہے کہ کیا جنابِ صدر کو جگا دیا جائے؟'' اُس نے کہا۔

اس کا بچوں جیسے چہرے والا اسسٹنٹ جائلز پر سینٹس اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

بیرڈ کا سوال سن کر کمرے میں خاموشی گہری ہو گئی۔ کوئی اس سوال کا جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہاں جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کا چیئرمین جیف موجود تھا۔ وہ اپنے سینے پر

ہاتھ باندھے بیٹھا تھا۔ ایئر فورس کا جنرل نک کریلے اپنی کافی کی پیالی میں جیسے کسی مچھلی کی موجودگی کے امکان پر غور کر رہا تھا۔ ان دونوں کے ہمراہ چودہ افراد کی مشترکہ ٹیم تھی۔ اس کے علاوہ وہاں ٹیلی فون تھے، فیکس مشینیں تھیں، کمپیوٹر کے مانیٹر اور کی بورڈ تھے اور دیواروں پر آویزاں روشن نقشے تھے۔ مگر سب لوگ لمبی کانفرنس ٹیبل کو گھور رہے تھے۔

بالآخر جیف نے خاموشی توڑی۔ ''جنابِ صدر کہاں ہیں؟''

''لاس ویگاس میں۔'' بیئرڈ نے کہا اور واحد خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ جائلز اُس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ ''وہاں وہ کمپیوٹر کونشن میں شرکت کے لیے گئے ہیں۔''

بیئرڈ نے چشمہ اتار کر آنکھیں ملیں۔ نیند جا ہی نہیں رہی تھی۔ اسے یہ ستم ظریفی لگتی تھی کہ تیس سال پہلے جب اُس نے اپنے کیریئر کا آغاز کیا تھا تو وہ توانائی سے بھرپور جوان تھا۔ رات کو جاگنا اُس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ تب اُس کے سامنے سنگین مسائل نہیں آتے تھے اور اب جبکہ وہ تھکا ہارا وائٹ ہاؤس کا چیف آف اسٹاف تھا تو اسے ایک طیارے کی تباہی اور دو ایٹم بموں کی ممکنہ تباہ کاری کا مسئلہ درپیش تھا۔ اسے دو بج کر تیس منٹ پر جگایا گیا تھا اور اس غنودگی کے عالم میں اسے بڑے فیصلے کرنے تھے۔ کاش...... گیا وقت لوٹ کر آ سکتا۔ اسے اپنا وہ توانا وجود مل سکتا۔

چیئرمین نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''انہیں جگانے کی ضرورت نہیں بیئرڈ لیکن ان کے اسٹاف کو باخبر کرنا ضروری ہے۔ انہیں کسی اور ذریعے سے اطلاع نہ ملے۔''

بیئرڈ نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔ ''بہت مناسب بات ہے اور کچھ؟''

چیئرمین نے بیئرڈ کے دائیں جانب رکھے مانیٹر کی طرف اشارہ کیا۔ اُس نے کچھ کیز دبائیں۔ اسکرین پر ایک دستاویز نمودار ہوئی۔ ''یہ رک کی ٹیم نے تیار کیا ہے۔'' چیئرمین نے بتایا۔ ''اور ہم اس کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔''

''بیئرڈ نے پینٹاگون کے رابطہ آفسر رچرڈ میسرز کی طرف دیکھا۔ اس کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ اُس نے جھوٹ سے کام لیا ہوگا۔ پھر وہ دستاویز کی طرف متوجہ ہوا۔ آج

ریاست ہائے متحدہ کا ایک C130 جہاز اوٹاہ کے صحرا میں گر کر تباہ ہو گیا۔ عملے کے دو افراد کے متعلق ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں۔''

''نائس ٹل شٹ رک۔'' بیئرڈ نے کہا۔

''تھینک یو۔'' رچرڈ میسرز نے جواب دیا۔

بیئرڈ کو اپنے عقب میں جائلز کے جوتوں کی چرچراہٹ سنائی دی۔ وہ پہلو بدل رہا تھا اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ اختلاف کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے پلٹ کر جائلز کو دیکھا۔

''میرے خیال میں ہم غلطی کر رہے ہیں۔'' تئیس سالہ جائلز نے کہا۔ بیئرڈ کی تنبیہی نظر بھی اسے اظہارِ رائے سے باز نہیں رکھ سکی۔

''تم ایسا کیوں سوچتے ہو جائلز؟'' بیئرڈ جانتا تھا کہ یہ نوجوان اپنی رائے رکھنے والا اور اس کا بلاجھجک اظہار کرنے والا ہے۔

''ہفتہ روزہ ایوی ایشن ویک برسوں سے بی تھری پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ نوب نوسٹر میں ان کے نمائندے ہیں جو پوری رات لان چیئرز پر بیٹھ کر گزارتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ کس بی تھری نے ٹیک آف کیا ہے تو سر آج بھی وہ بے خبر نہیں ہوں گے۔ انہیں علم ہوگا کہ آج ایک بی تھری نے پرواز کی ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہ واپس نہیں آیا ہے۔ اب ہم اوٹاہ میں C130 کی تباہی کی خبر دیں گے تو وہ فوراً ہی حقیقت بتا دیں گے کہ تباہ ہونے والا C130 نہیں، بلکہ بی تھری بمبار تھا۔ اب سوچیں کہ ہماری پوزیشن کتنی خراب ہو جائے گی۔''

''تھینک یو جائلز۔'' بیئرڈ نے کہا۔ ''تمہاری بات معقول ہے۔'' اب وہ جنرل شینڈر کی طرف متوجہ ہوا۔ ''لیکن ایک بات اور قابلِ غور ہے۔ یہ کہ ہمیں اس سب کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔''

''میں تم سے متفق ہوں۔'' جنرل نے کہا۔ ''ویسے بھی ایوی ایشن ویک پڑھتا کون ہے۔''

"یہ میں بتا سکتا ہوں۔ ٹائم' نیوز ویک' واشنگٹن پوسٹ جیسے اخباروں کے رپورٹر ایوی ایشن ویک پڑھتے ہیں۔" جائلز نے کہا۔

"او کے۔" بیرڈ نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک اور اہم پوائنٹ ہے۔ لیکن بہرحال ہماری تردید لان میں بیٹھے ہوئے رپورٹر کے مقابلے میں کہیں زیادہ موثر ہوگی۔"

"بالکل۔" رچرڈ میسرز بولا۔

"ذرا سوچیں کہ یہ بجٹ پر بحث کا عرصہ ہے۔ ایسے میں یہ بات سامنے آئی تو کیا ردِعمل ہوگا۔ لوگوں کو پتا چلے گا کہ یہاں بڑی خاموشی اور رازداری سے 27 بلین ڈالر کے نئے جہاز کے منصوبے پر کام ہو رہا ہے اور اسی رقم کا نواں حصہ اس وقت اوتاہ کے صحرا میں اسکریپ کی شکل میں بکھرا پڑا ہے۔ آپ سوچیں کہ لوگ کیا کہیں گے۔"

"سچ بولنے کی صورت میں ملک بھر کے ماہرین ماحولیات' جنابِ صدر اور پینٹا گون کے سر پر سوار ہو جائیں گے۔ کیونکہ ممکنہ طور پر دو ایٹم بم سمیت یہ جہاز ایک نیشنل پارک میں گرا ہے اور ممکن ہے کہ دونوں بم لیک بھی کر رہے ہوں۔" جنرل شینڈر نے اضافہ کیا۔

چیف نے جائلز کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ جنرل کی بات معقول ہے۔"

جائلز نے کندھے جھٹک دیئے۔ "بات درست ہے۔ لیکن مجھے فیصلہ کرنا ہو تو میں سیدھے لفظوں میں یہی کہوں گا کہ ایک بی تھری بمبار کریش ہو گیا ہے۔"

ایئر فورس کے جنرل نک کریلے نے سرد آہ بھری۔ "یہ تو آگے کنواں پیچھے کھائی والا معاملہ ہے۔"

"کہیں نہ کہیں تو گرنا ہی ہے ہمیں' جو جی چاہے پسند کر لو۔" جنرل جیف نے کہا۔

شینڈر نے نفی میں سر ہلایا۔ "ایک مسئلے کے ساتھ کئی مسئلے ہوتے ہیں' وجہ بھی تو بتانی ہوگی۔ کیا تم پریس کو یہ بتاؤ گے کہ بی تھری بمبار کے انجن میں کوئی پرندہ گھس گیا تھا۔ میرے خیال میں بی تھری کے معاملے میں تو یہ ناممکن ہے۔ کیوں نک؟" وہ ایئر فورس کے

چیف کی طرف مڑا۔

"ایسا ناممکن بھی نہیں۔" نک کریلے نے کہا۔ "اور میں جائلز سے متفق ہوں۔ محدود سچائی کا سادہ ڈوز ہمیں عزت دلوائے گا۔ لیکن جھوٹ لوگوں کو مشتعل کر دے گا اور ہم سے متنفر بھی۔"

"بیرڈ نے گہری سانس لی اور رچرڈ کو معذرت طلب نظروں سے دیکھا۔ "پریس ریلیز دوبارہ لکھو۔" اُس نے کہا۔

رچرڈ کی مسکراہٹ پھیکی پڑ گئی۔ "یہ بھی بتا دو کہ کیا لکھوں؟"

"وہ لکھو جو ابھی جائلز نے کہا ہے۔"

"یس سر۔"

"تمہارے پاس چھلنی ہے؟" بیرڈ نے جائلز سے پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں جناب۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم جلد از جلد اوتاہ پہنچو۔ وہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے' میں اُس سے باخبر رہنا چاہتا ہوں۔ جہاز کے اور بموں کے بارے میں مجھے درست اطلاعات درکار ہیں۔ اور اگر تابکاری پھیلنے کا شائبہ بھی ہو تو مجھے فوری طور پر مطلع کرو۔"

"او کے سر۔"

"ایک بات اور۔" بیرڈ نے جنرل جیف کو غور سے دیکھا۔ "اگر یہ سبوتاژ کی کارروائی ہے تو بات بہت اوپر تک جائے گی۔ یہ ہماری قومی سلامتی کا معاملہ ہے۔ ترقی پانے والوں کو اپنے کیریر کی بدترین تنزلی کا سامنا کرنا ہوگا۔

جیف اور نک کریلے کے چہرے سُت گئے۔ مگر شینڈر مسکرا رہا تھا۔

☼☼☼

بلیک ہاک درختوں کے جھنڈ کے اوپر نیچی پرواز کر رہا تھا۔ اس کے پہلوؤں میں نصب سرچ لائٹس آن تھیں۔ پھر وہ صحرائی علاقے میں داخل ہو گیا۔

رھوڈز ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کلنٹ کیلر کے عقب میں کھڑا تھا۔ اس وقت وہ پارک کے اوپر 150 میل فی گھنٹا کی رفتار سے پرواز کر رہے تھے۔ رفتار کم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ بی تھری بمبار کسی چیز نہیں تھا' جو نگاہوں سے اوجھل رہتا۔

اور وہ نگاہوں سے اوجھل رہ بھی نہیں سکا!

شمال مشرق کی سمت اسپاٹ لائٹ کی روشنی میں طیارے کا سیاہ پر ایک بدشکل زاویے سے ریت میں دھنسا نظر آیا۔

''موڑو۔ اس طرف موڑو۔'' رھوڈز نے کہا۔

''جی' میں نے دیکھ لیا ہے۔'' کلنٹ کیلر نے ہیلی کاپٹر کا رخ اس طرف کیا' جہاں بی تھری کا ملبہ نظر آ رہا تھا۔

اب ہیلی کاپٹر بتدریج نیچے جا رہا تھا۔ اُس کے پنکھوں کی گردش سے ریت اُڑ رہی تھی۔

رھوڈز جہاز کی سمت دیکھ رہا تھا۔ پائلٹ دکھائی نہیں دینے کا مطلب یہ تھا کہ وہ حادثے سے پہلے جہاز چھوڑ گئے تھے اور قوی امکان یہ تھا کہ وہ محفوظ ہیں۔

لیفٹیننٹ بل کیلی' ڈون ریڈ اور پیٹ تھامس کیبن میں بیٹھے تھے۔ رھوڈز ان کی طرف مڑا۔ ''جہاز نظر آ گیا ہے۔ ذرا جائزہ لو۔'' اُس نے پیٹ سے کہا۔

پیٹ نے گرے ہوئے جہاز کی طرف دیکھا۔ ''نہیں سر۔ یہ جو چمک سی نظر آ رہی ہے' یہ بیک گراؤنڈ میں موجود پرانی کانوں کی ہے' تابکاری کا اثر نہیں ہے۔''

''بہت خوب میں یہ اطلاع دوں گا تو ذمے دار لوگوں کی پریشانی میں کچھ کمی ہو گی۔'' رھوڈز نے کہا۔ پھر اُس نے ریڈیو پر ولکنس سے رابطہ کیا اور اسے یہ اطلاع دی۔

''خدا کا شکر ہے۔'' دوسری طرف سے ولکنس نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کہا۔

دو منٹ بعد ہیلی کاپٹر گرتے ہوئے بی تھری بمبار سے سو گز کے فاصلے پر ریت پر لینڈ کر گیا۔ چاروں افسروں نے ہیلمٹ لگائے۔ تاکہ اڑتی ہوئی ریت سے آنکھیں محفوظ

رہیں۔ پھر وہ قطار کی صورت میں بمبار طیارے کی طرف بڑھے۔

رھوڈز نے اپنے ہیلمٹ میں لگے مائیکروفون کو آن کیا۔ ''کرنل ولکنس ...... تم سن رہے ہو؟'' اس نے چیخ کر کہا۔

''میں سن رہا ہوں۔'' ولکنس نے جواب دیا۔ ''معاملہ کیسا نظر آ رہا ہے؟''

''یہ طے ہے کہ پرواز میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔'' رھوڈز نے جواب دیا۔ ''جہاز ثابت وسالم حالت میں کریش ہوا ہے۔ مجھے ایک پر دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ دوسرا پر مڑ چکا ہے۔ ممکن ہے' ٹوٹ گیا ہو۔ اتنی دور سے یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

رھوڈز نے اپنے ساتھیوں کو بمبار کے بموں کے خانے کی طرف بھیجا اور خود کاک پٹ کی طرف گیا۔ اُس نے فلیش لائٹ آن کر کے کاک پٹ کا ایک جانب سے دوسری جانب تک جائزہ لیا۔ ''ہیلو ولکنس' کاک پٹ خالی ہے۔'' اُس نے ریڈیو پر کہا۔ ''دونوں پائلٹس کی سیٹیں بھی موجود ہیں۔ میرے آدمی بموں کو چیک کر رہے ہیں۔ اب میں اُن کی طرف جا رہا ہوں۔''

''او کے۔''

اس کے آدمی بموں کے کمپارٹمنٹ کے دائیں جانب والے دروازے پر زور آزمائی کر رہے تھے۔ وہ وہاں پہنچا تو وہ دروازے کو ایک فٹ تک سرکا چکے تھے۔

''دو منٹ کی بات ہے۔'' ریڈ نے اسے بتایا۔

''نہیں۔ اتنا کافی ہے۔'' ریڈ نے چیخ کر کہا۔ ''ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ بم موجود ہیں یا نہیں۔ بم کمپارٹمنٹ میں جانے کی ضرورت نہیں۔''

وہ تینوں پیچھے ہٹے اور رھوڈز آگے بڑھا۔ اُس نے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے فلیش لائٹ روشن کی اور اس کا رخ اندر کی طرف کیا۔

خالی ریک دیکھ کر اُس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ان میں بے یقینی تھی' جو کچھ نظر آ رہا تھا' وہ اُس پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے اپنا ہیلمٹ اتارا اور ہاتھ اندر ڈال کر اِدھر اُدھر

ٹٹولا۔ممکن ہے،بم ڈھیلے ہو کر اِدھر اُدھر سرک گئے ہوں۔

لیکن یہ ناقابلِ تردید حقیقت تھی کہ دونوں بم کمپارٹمنٹ میں موجود نہیں تھے۔

رھوڈز پیچھے ہٹا۔اُس نے ہیلمٹ دوبارہ سر پر رکھا اور مائیکروفون میں چلایا۔''کرنل ولکنس؟''

''سام...... میں موجود ہوں۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔

''اطمینان اور سکون کو بھول جاؤ۔'' رھوڈز نے کہا۔''یہ معاملہ ٹوٹے ہوئے تیر کا ہے۔''

❋❋❋

وہ اب بھی سچویشن روم میں بیٹھے تھے۔افراد کی تعداد کم ہوئی تھی۔مگر کافی کی خالی پیالیوں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔میسن بیئرڈ جوائنٹ چیفس کے چیئرمین جنرل جیف کو دیکھ رہا تھا۔وہاں موجود شنیڈر' نک کریلے اور چھ معاونین' سب کے کانوں میں ایئرفون لگے تھے' جن کے پلگ کانفرنس ٹیبل سے نیچے موجود ساکٹس میں لگے تھے۔

وہ لیفٹیننٹ کرنل رھوڈز کی میکران کے ایئربیس سے ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔

''یہ ٹوٹا ہوا تیر کیا بلا ہے؟'' بیئرڈ نے جنرل جیف سے پوچھا۔

''یہ اصطلاح ہے جو گمشدہ ایٹم بم کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔'' جنرل نے جواب دیا۔

''او مائی گاڈ۔'' بیئرڈ نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔وہ بار بار نفی میں سر ہلا رہا تھا۔''میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ دونوں میں سے کون سی بات زیادہ ڈراؤنی ہے۔ایٹم بم کا کھو جانا...... یا یہ حقیقت کہ اس کے لیے اصطلاح بھی بنا لی گئی ہے۔اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ایسا تواتر سے ہوتا رہا ہے۔''

''یہ اصطلاح جنگی مشقوں کے لیے وضع کی گئی تھی اور اس سے پہلے صرف ایک بار ایسا ہوا ہے۔یونان کے اس شپ کا حادثہ یاد ہے' یہ اگست 1991ء کی بات ہے۔'' شنیڈر نے کہا۔

''مجھے یاد نہیں آتا۔'' بیئرڈ نے اپنی پیشانی ملتے ہوئے کہا۔''ہو سکتا ہے کہ اس وقت

میں شاک کی جس حالت میں ہوں' اس کی وجہ سے یادداشت چوپٹ ہوگئی ہو۔"

"اس شپ کے ذریعے چوری کے نیوکس جنوبی افریقہ لے جائے جا رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاز کو حادثہ پیش آیا تو عملے کے افراد نے مسافروں سے پہلے جہاز چھوڑ دیا۔ بعد میں اس پر بڑا ہنگامہ مچا اور یہی وجہ ہے کہ جنوبی افریقہ کی فضائیہ نے بہت سے لوگوں کی جان بچائی۔ صرف اس لیے کہ وہ منظر سے ہٹیں تو وہ ایٹمی ہتھیاروں کی تلاش کی مہم چلا سکیں۔"

بیئرڈ جھرجھری لے کر رہ گیا۔ اس بار اس لیے کہ شینڈر نے یہ واقعہ پرلطف انداز میں سنایا تھا۔ بیئرڈ نے سوچا' یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے جنگ کھیل ہے اور ایٹمی ہتھیار پٹاخوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" جنرل جیف نے نک کریلے سے پوچھا۔ "اس کا سبب سوفٹ ویئر کے فنکشن میں خرابی بھی تو ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے' یہ حادثاتی ڈسچارج کا کیس ہو۔"

"بالکل ممکن ہے۔" جنرل کریلے نے کہا۔ "اور یہ بھی ممکن ہے کہ بموں سے تابکاری کا اخراج شروع ہوگیا ہو' جس کی وجہ سے......."

ایئرفونز پر ولکنس کی آواز ابھری تو یہ گفتگو منقطع ہوگئی۔ "سام' کرنل میرو اور میں متفق ہیں کہ تمہیں بموں کو تلاش کرنا ہوگا۔" ولکنس ریڈیو پر سام رھوڈز سے مخاطب تھا۔

"لیکن کاؤنٹر اپنے پاس رکھنا۔ اگر نیوکلیائی انڈے کسی چٹان سے ٹکرائے ہیں تو ممکن ہے' چٹخ گئے ہوں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔"

"اگر ایسی کوئی بات محسوس کرو تو فوراً دور ہٹ جاؤ۔ میں گن شپس کی امداد طلب کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس جہاز کے فلائٹ روٹ پر پیچھے کی طرف جاؤں گا اور تم سے

رابطہ رہے گا۔"

"میری بات یاد رکھنا۔"

"تم فکر مت کرو۔" رھوڈز نے کہا۔

بیئرڈ نے سر ہلایا۔ "میں ایک بات سمجھنا چاہتا ہوں۔" وہ جنرلوں سے مخاطب تھا۔ "ہمارے ایک جہاز سے دو ایٹم بم گر گئے ہیں لیکن وہ پھٹے نہیں۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے بم بے کار ہیں؟"

"یہ کیسی بات کی تم نے؟" شینڈر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"دیکھونا' ہمارا جہاز......"

"ابھی ہمیں بی تھری کے گرنے کا سبب معلوم نہیں۔" شینڈر نے کہا۔ "اپنے آخری پیغام میں میجر ڈکسن نے کہا تھا کہ طیارہ کیپٹن علی کے قابو میں نہیں رہا۔ یہ ممکن ہے کہ گھبراہٹ میں ان میں سے کسی سے بم ریلیز کرنے والا بٹن دب گیا ہو۔"

"میرا خیال ہے' ان ہوابازوں کو تربیت بھی دی جاتی ہے۔" بیئرڈ بولا۔

"وہ دنیا کے بہترین ہواباز ہیں۔" ایئرفورس کے جنرل کریلے کے لہجے میں خفگی تھی۔ "لیکن کوئی تیز رفتار طیارہ قابو سے باہر ہو جائے تو مضبوط سے مضبوط آدمی پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پائلٹ اندھا دھند بٹن دبانا شروع کر دے۔ میں حقائق سامنے آئے بغیر فیصلہ نہیں سنانا چاہتا لیکن یہ امکان قوی ہے کہ طیارہ کسی قدرتی آفت کا شکار ہوا ہوگا اور خدا کے معاملات میں ہم انسان پوری طرح بے بس ہیں۔"

"اور یہ نہ بھی ہو تو یہ کہاوت یاد رکھنی چاہئے کہ جب تک روئے زمین پر پائلٹ موجود ہیں' جہاز گرتے رہیں گے۔" جنرل جیف نے کہا۔

بیئرڈ کو چکر آ رہے تھے۔ پہلے اُس کے اسسٹنٹ جائلز نے ہوش اڑانے والی گفتگو کی اور اب دوسری طرف والے اُس کا دماغ ماؤف کیے دے رہے تھے۔

"اور اب میں تمہارے اس سوال کا جواب دیتا ہوں کہ کیا ہمارے بم بے کار ہیں۔ صرف دکھاوے کے ہیں؟ نہیں مسٹر بیرڈ' اسی سے ان کا نہایت کارآمد ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ اس انداز میں بنائے گئے ہیں کہ کریش کے بعد بھی ثابت و سالم رہتے ہیں۔ انہیں آپ پانچ گھنٹے تک آگ کے تالاب میں رکھ دیں' تب بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔"
شینڈر کے چہرے کا فخر والا تاثر بیرڈ سے کہتا محسوس ہو رہا تھا...... آیا سمجھ میں!

"ہمیں ان بموں کو تلاش کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔" نک کریلے نے اپنی بات جاری رکھی۔ "اور بم مل گئے تو یقیناً تم ان کے سسٹم کی مضبوطی سے متاثر ہو گے۔"

بیرڈ نے اثبات میں سر ہلایا اور پیالی میں بچی کھچی کافی کا گھونٹ لے کر پیالی خالی کر دی۔ اس کی خاموشی شینڈر کے لیے مایوس کن تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ دل میں دعا کر رہا ہے۔ یہ دعا کہ خدا کرے کریلے کی بات درست ثابت ہو۔ اس صورت میں وہ سکون کی سانس لے سکے گا اور اسے جنابِ صدر کو یہ منحوس خبر سنانے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ دو ایٹم بم کھو گئے ہیں۔

دعا اپنی جگہ لیکن اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ یہ مسئلہ اتنا سادہ اور آسانی سے حل ہونے والا نہیں اور بیس سال سے زیادہ عرصے سے اس کی چھٹی حس کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی تھی۔

✻ ✻ ✻

علی اپنی انجیکشن سیٹ کے قریب پہلو کے بل گرا ہوا تھا۔ اس کا پیراشوٹ ہوا میں لہرا رہا تھا۔ ہیلمٹ کے اندر اس کے سر میں بہت شدید اور اذیت ناک دھمک ہو رہی تھی۔ کنپٹیاں صاف طور پر پھڑکتی محسوس ہو رہی تھیں۔ چھلانگ کی ناہمواری کی وجہ سے اسے متلی کا احساس ہو رہا تھا۔

آزمائشی چھلانگوں کے مقابلے میں یہ زبردستی کا انجیکشن بہت رف ثابت ہوا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو وکٹر سے دوبدو لڑائی تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ کندھے کا تسمہ ٹوٹنے کی وجہ

سے اسے اپنے ایک ہاتھ سے وہ کندھا تھامنا پڑا تھا۔ اصولاً انجیکٹ ہونے والے کو ڈوریاں تھامنی ہوتی ہیں' اپنا کندھا نہیں۔ کیونکہ ڈوری کی مدد سے وہ اترنے کی سمت قدرے کنٹرول کر سکتا ہے۔ نیچے کوئی خطرہ نظر آئے تو وہ ڈوریاں ہلا کر سمت تبدیل کر سکتا ہے۔ لیکن علی کو تو اپنا کندھا تھامنا پڑا تھا۔ ورنہ وہ فضا میں الٹ پلٹ ہوتا رہتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ایک درخت سے ٹکرایا اور پہلو کے بل تکلیف دہ انداز میں نیچے گرا۔ سیٹ بیلٹ کھولنے اور خود کو سیٹ سے آزاد کرانے کے لیے اسے کافی مشقت کرنی پڑی۔

اُس نے اپنا ہیلمٹ اتارا اور جہاں گرا تھا' وہیں پڑا رہا۔ اس نے آنکھیں بند رکھیں اور ساکت وصامت رہتے ہوئے گہری سانس لینے والی تمام مشقیں آزمائیں۔ ان سے اسے اپنی توانائی مرتکز کرنے میں مدد ملی۔ لیکن اس کے کان اب بھی بج رہے تھے۔ وہ دل کی دھڑکنوں کی دھمک تھی' جو اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

اس کیفیت میں اسے چند منٹ ہوئے ہوں گے کہ اسے کنکریلے راستے پر اپنی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ بدستور گہری سانسیں لیتا رہا۔ قدموں کی آہٹ تھم گئی تھی۔ پھر اسے اپنے کندھوں پر کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔

اُس نے دانت بھینچتے ہوئے سوچا' ہو نہ ہو' یہ خبیث وک ہی ہے۔

وہ بہت تیزی سے گھوما۔ اس نے جھپٹا مارا لیکن اس کے ہاتھ میں فلائٹ سوٹ کے بجائے ملائم ریشمی کپڑا آیا۔ توازن کھونے کی وجہ سے وہ گرا لیکن تنہا نہیں' کندھے پر ہاتھ رکھنے والا بھی اُس کے ساتھ تھا۔ اُس نے اسے نیچے گرایا اور گھونسہ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ وہ ایسا گھونسہ مارنا چاہتا تھا' جو اُس نے وک کو رنگ میں کبھی نہیں مارا تھا۔

لیکن اُس نے بروقت خود کو روک لیا۔ کیونکہ اس کے گھٹنوں کے نیچے وک نہیں تھا۔ بلکہ وہ کوئی مرد نہیں تھا...... عورت تھی...... ایک ایسی عورت' جس کا تعلق پارک رینجرز سے تھا۔

مگر عورت نے خود کو روکنے کی کوشش نہیں کی!

لزا مائیکل نے انگلی سخت کر کے اس کی کنپٹی پر وار کیا۔علی کے سر سے لے کر کندھے تک درد کی لہر دوڑ گئی۔ وہ پلٹ کر نیچے گرا۔لزا اس کے اوپر چڑھ بیٹھی لیکن علی کے مقابلے میں اس کا وزن 25 کلو کم تھا۔علی نے تیزی سے خود کو سنبھالا اور لزا کو کمر سے تھام کر پوری طاقت سے پیچھے دھکیل دیا۔لزا اپنے کندھوں کے بل گری۔علی نکل کر تیزی سے بھاگا۔ اسے اصل خطرہ ریوالور سے تھا۔

اونچے نیچے چٹانی راستے پر لہراتے' ڈاج دیتے ہوئے بھاگنے کے دوران وہ سوچ رہا تھا کہ کیا پارک رینجرز والوں کے پاس گن ہوتی ہے۔ابھی تک اُس کا دماغ چکروں سے آزاد نہیں ہوا تھا۔پوری طرح سنبھلے بغیر اسے اس طرح بھاگنا پڑا تھا۔

ہلال کی ناکافی روشنی میں وہ نجانے کس چیز سے ٹکرا کر گرا۔آگے ہاتھ بڑھایا تو خلا تھا۔''شٹ۔'' وہ غرایا۔''یہ لعنتی اندھیرا۔کاش میرے پاس فلیش لائٹ ہوتی۔''

مگر فلیش لائٹ کے بغیر بھی اسے اندازہ ہو گیا کہ گرنا خوش قسمتی تھی' کیونکہ وہ چٹانی چھجے پر گرا تھا...... اور آگے اُس کے اندازے کے مطابق پچاس فٹ گہری کھائی تھی۔

''یہ راستہ نامناسب ہے۔'' عقب سے لزا نے کہا۔

علی نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ اُس پر ریوالور تانے کھڑی تھی۔ بہرحال اُس نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اس کے سامنے ایک اور راستہ بھی ہے۔دائیں جانب ایک چٹانی دیوار تھی لیکن بائیں سمت چالیس گز کے فاصلے پر درختوں کا ایک جھنڈ تھا۔اس جھنڈ میں ایک ڈھلوانی راستہ نظر آ رہا تھا۔

''میرا یقین کرو' تم وہاں تک نہیں پہنچ سکو گے۔'' لزا کے لہجے میں دھمکی تھی۔

''کیوں؟''

''کیا یہ پوچھ رہے ہو کہ میرا یقین کیوں کرو؟''

''نہیں۔یہ پوچھ رہا ہوں کہ وہاں تک کیوں نہیں پہنچ سکوں گا؟'' علی نے کہا۔

''کیونکہ اس سے پہلے تمہاری دونوں ٹانگوں میں گولیاں دھنس چکی ہوں گی۔'' لزا نے

ریوالور لہرایا۔''اب ہاتھ اٹھاؤ۔''

علی نے ہچکچاتے ہوئے ہاتھ اٹھائے۔لزا نے اسے چٹانی دیوار کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔وہ دیوار سے جا لگا۔اس کی چھلی ہوئی ہتھیلیوں کو دیوار کا ٹھنڈا لمس اچھا لگ رہا تھا۔

''اب پلٹو۔مگر اپنے ہاتھ پیچھے رکھتے ہوئے۔'' لزا نے حکم دیا۔

علی کو توہین کا شدید احساس ہو رہا تھا۔''دیکھو خاتون' میں امریکی ایئر فورس کا کیپٹن ہوں......''

''او کے کیپٹن۔یو آر انڈر اریسٹ۔''

''تو پھر یہ بھی بتا دو کہ مجھ پر کیا الزام ہے۔ایسا کیا غلط کیا ہے میں نے؟'' علی نے بھنا کر کہا۔

''تم نے ایک فیڈرل پارک رینجر پر ہاتھ اٹھایا ہے...... پلیز' اپنے ہاتھ پیچھے ہی رکھو۔''

علی کو آواز سنائی دی' جس سے پتا چلتا تھا کہ لڑکی نے ہتھکڑی نکالی ہے۔وہ سیدھا ہوا اور اس نے ہاتھ پیچھے کر لیے۔''بے شک' یہ میری غلطی ہے لیکن غلط فہمی میں ہوئی ہے۔ میں سمجھا تھا کہ تم وِک ہو۔''

''یہ وک کون ہے؟''

''ایک شخص جس نے بہت بری حرکت کی ہے۔'' علی نے کہا۔''سنو' میں جہاز سے ایجیکٹ ہوا ہوں۔جہاز کو کریش ہوتے تم نے دیکھا ہو گا۔''

لزا نے ہتھکڑی کو اپنی کلائی پر تھپتھپایا۔''نہیں۔جو میں نے دیکھا' کچھ جہاز سا لگتا تو تھا' لیکن......''

''وہ میں ہی تھا۔میرا مطلب ہے' وہ میرا جہاز تھا۔''

''یہ بات تم جج کو بتانا۔''

علی اچانک پلٹا۔لزا دو قدم پیچھے ہٹی اور اُس نے ریوالور تان لیا۔''خاتون' تمہیں

معلوم ہی نہیں کہ یہاں کیا صورتِ حال ہے۔"

"صورتِ حال میرے سامنے ہے۔ تم جہاں سے بھی آئے ہو، اِس وقت میرے علاقے میں ہو۔ جب تک تمہاری شناخت نہیں ہو جاتی، تم زیرِ حراست رہو گے۔"

علی نے سر ہلایا۔ "تمہارے سر میں خچر کا بھیجہ معلوم ہوتا ہے خاتون۔"

"تمہیں خوب معلوم ہے کہ لڑکیوں کو لبھانے والی گفتگو کیسے کی جاتی ہے۔" لزا نے منہ بنا کر کہا۔

"سنو...... مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔ اس لیے میں تمہیں وہ بات مجبوراً بتاؤں گا، جو اصولاً تمہیں معلوم نہیں ہونی چاہیے۔"

لزا نے سخت لہجے میں کہا۔ "اس طرف مڑو اور ہاتھ پیچھے کرو۔"

علی نے تعمیل کی۔ لزا نے بڑی پھرتی سے اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

"اب پلٹ جاؤ۔" اُس نے کہا۔ "اور ہاں، میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔"

"یہ ضروری ہے۔" علی کے لہجے میں احتجاج تھا۔

"ہرگز نہیں۔" لزا نے ریوالور ہالسٹر میں رکھا اور علی کو دھکیلا۔ "چلو...... تمہیں آگے چلنا ہے۔"

"لعنت ہو۔" علی غرایا۔ "میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ ہمارے جہاز پر دو ایٹم بم بھی تھے۔ اصلی ایٹم بم۔ ہم ایک آزمائشی پرواز پر تھے۔ اب میرا جو ساتھی پائلٹ تھا وہ بم چرانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"سنو، تم مسز پارکر کے رشتے دار تو نہیں ہو؟ بیٹے یا......"

"تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے، یہ کہانی میں نے صرف تمہیں بے وقوف بنانے کے لیے گھڑی ہے؟"

"نہیں، ایسا بھی نہیں۔" لزا نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔ "مگر سچی بات یہ ہے کہ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا ہے۔"

"میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ مجھے اس کمینے کو روکنا ہے۔" علی نے کہا۔ "اس کے لیے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ مدد نہ کر سکو تو کم از کم یہ مہربانی کرو کہ میرے راستے کی رکاوٹ نہ بنو۔ پلیز...... میں پاگل نہیں ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ رک گیا تھا۔ لزا اب اسے بغور دیکھ رہی تھی۔ "اچھا...... تم مجھے اپنا شناختی کارڈ دکھا دو۔" وہ بولی۔

"مشن پر نکلتے وقت ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جاتی۔"

"میں جانتی تھی، تم یہی کہو گے۔" لزا کا منہ بن گیا۔ "اچھا...... اب وقت ضائع مت کرو۔ آگے بڑھو۔" اُس نے علی کو دھکیلا۔

علی نے پاؤں مضبوطی سے زمین پر جما دیے۔ "نہیں۔ میں آگے نہیں بڑھوں گا۔"

لزا نے ریوالور اس کی گردن سے لگا دیا۔ "بڑھو۔ ورنہ......"

"اب تم ایسا کرو کہ گولی چلا دو۔ میں آگے نہیں بڑھوں گا۔" علی نے کہا۔ "مجھے ہر قیمت پر اُس خبیث کو روکنا ہے۔"

"کیا وہ پاگل ہے؟"

"ہاں...... پاگل کتا۔"

"تم میری بات سنو۔ رینجر اسٹیشن چلو۔ وہاں کلائیڈ تمہارے افسران سے رابطہ کرے گا۔ پھر فیصلہ ہوگا کہ کیا کرنا ہے۔"

لزا نے دھکیلا تو علی فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ جھکا۔ لزا اپنی جھونک میں آگے گئی تو اس نے ہتھکڑی لگا ہاتھ پھنسا کر اسے گرا دیا۔ پھر اُس نے بڑی پھرتی سے اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور اُس پر تان لیا۔

لیکن اندھیرے میں وہ لزا کی کارروائی نہیں دیکھ سکا۔ اسے پتا نہیں چلا کہ لزا نے اپنی بیلٹ سے چاقو کھینچ لیا ہے۔ اسے تو اس وقت پتا چلا' جب چاقو کی نوک اس کے حلقوم میں چبھنے لگی۔

پھر بھی اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم بھول رہی ہو کہ میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔''

''وہ بے کار ہے۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میں لوڈڈ ریوالور نہیں رکھتی۔'' لزا نے کہا۔

علی نے ریوالور چیک کیا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ ریوالور کا چیمبر خالی تھا۔ لزا نے ہاتھ بڑھایا۔ علی نے ریوالور اس کی طرف بڑھا دیا۔

ان دونوں کے درمیان دو فٹ کا فاصلہ تھا۔ جس لمحے لزا کی توجہ ریوالور پر مبذول ہوئی' علی نے اپنا پیر اُس کی بائیں ٹانگ میں پھنسایا اور ہاتھ سے اُس کے چاقو والے ہاتھ کو گرفت میں لے لیا۔ پھر اُس نے اپنے پیر کے اوپر سے اسے پیچھے کی سمت دھکیلا۔

وہ گری اور علی اس کے اوپر گرا۔ چاقو اب بھی لزا کے ہاتھ میں تھا۔ مگر اُس کی نوک اب خود اُس کے حلق کو چھو رہی تھی۔

لزا اس بری طرح گری تھی کہ اُس کی اوپر کی سانس اوپر' نیچے کی نیچے رہ گئی۔

''سوری خاتون۔'' علی نے اُس کے کان میں کہا۔ ''لیکن میں سچ بول رہا ہوں۔''

لزا کچھ دیر ہاتھ پاؤں مارتی رہی۔ پھر بالآخر اُس نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ''یہ مجھے قائل کرنے کا کوئی معقول طریقہ نہیں تھا۔'' اُس نے غصے سے کہا۔

''میرے خیال میں یہ بے حد معقول طریقہ تھا۔'' علی نے اطمینان سے کہا۔ ''اب میں تمہیں ختم بھی کر سکتا ہوں۔ ٹھیک ہے نا؟''

لزا نے جواب نہیں دیا۔

علی نے چاقو کی نوک اس کے حلق پر رکھ دی۔ ''ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟''

''ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' لزا منمنائی۔

''بس تو اب ہمیں پرسکون ہو کر بات کرنی چاہئے۔'' علی نے تجویز پیش کی۔

اُس نے لزا کو چھوڑ دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اُس نے لزا کو سہارا دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ لزا نے نفی میں سر ہلایا اور خود سے اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ چاقو اب بھی اُس کے ہاتھ میں تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ اپنے گلے کو ملتے ہوئے بولی۔

''میں نے کہا تھا...... اور پھر کہہ رہا ہوں۔ مجھے اس دشمن کو تلاش کرنے اور اسے روکنے کے لیے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔'' علی نے کہا۔

''کیسے؟ کس طرح کی مدد؟'' لزا اب اپنے کپڑے جھاڑ رہی تھی۔

''اسے بائیں ہاتھ کا جھانسہ دینا ہے۔ تاکہ وہ خود میرے داہنے ہاتھ کی طرف آ جائے۔'' علی نے کہا۔ پھر بغور لزا کو دیکھنے لگا۔ ''خاتون' یہ جو کچھ ہوا' مجھے اس پر افسوس ہے۔ آپ کو چوٹ تو نہیں لگی؟''

''میں یہاں پہاڑی شیروں اور ریچھوں سے نبرد آزما ہوتی رہی ہوں...... اور ابھی زندہ ہوں۔ میری فکر مت کرو۔ ہاں تمہاری زبان سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمہیں باکسنگ سے خاصا شغف ہے۔ تو باکسنگ کی زبان میں تم فیدرویٹ ہو گے۔''

علی کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ اُبھری۔

''خیر ...... یہ بتاؤ میں کس طرح تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔''

''پہلے مرحلے میں تو ہمیں ایک ریڈیو درکار ہے۔''

''ریڈیو تو میرے ٹرک میں موجود ہے۔''

''گڈ۔ تو بس ہمیں وہاں پہنچنا ہے۔ تم ریڈیو پر میرے متعلق اطلاع دینا کہ میں بیہوش ہوں اور تم مجھے لا رہی ہو۔''

''اس کی کیا ضرورت ہے۔'' لزا نے کہا۔ ''اس سے بہتر ہے کہ میکمران سے رابطہ کر

کے انہیں بتاؤ کہ یہاں کیا صورتِ حال ہے۔ وہاں سے مدد منگواؤ۔''

علی نے نفی میں سر ہلایا۔ ''یہ ممکن نہیں۔ وک یہاں سے ٹرانسمٹ ہونے والے ہر ریڈیو پیغام کو سن رہا ہوگا۔''

''تمہیں یقین ہے؟''

''سو فیصد۔ وہ ایسا آدمی ہے کہ تمام تفصیلات ذہن میں رکھتا ہے، وہ کچا کام کبھی نہیں کرتا۔''

''لیکن وہ تمہارے اس منصوبے سے بے خبر رہے گا۔''

''ہاں۔ اُس نے جس طرح مجھے جہاز سے دھکیلا ہے...... جس حال میں...... اُس کے بعد وہ مجھ سے یہ امید نہیں کرسکتا کہ میں اُس کے پیچھے آؤں گا۔''

''وہ تو بڑا عظیم آدمی لگتا ہے۔ کون ہے وہ؟''

علی کی نظریں جھک گئیں۔ یہ خیال بہت خوف ناک تھا کہ وک جیسے ذمے دار آدمی نے، جسے وہ دوست سمجھتا تھا، ایسی بدترین غداری کا ارتکاب کیا ہے۔ ''وہ ایک ایسا شخص تھا جس پر میں خود سے بڑھ کر اعتماد کرتا تھا۔'' اس نے افسردگی سے کہا۔ ''اس سے میں اتنے بڑے اور برے اقدام کی توقع کر ہی نہیں سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے اب تک یقین نہیں آرہا ہے۔''

لزا نے اپنا چاقو میان میں رکھ لیا۔ پھر اُس نے اپنا ریوالور ٹٹولا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے، وہ اکیلا ہوگا؟''

علی نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں۔ یہ اتنا بڑا کھیل ہے کہ تنہا آدمی کے بس کا نہیں۔ یہ ایٹمی ہتھیاروں کا معاملہ ہے۔ گراؤنڈ پر بھی اُس کے آدمی ہوں گے۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' لزا نے کہا۔ اب وہ ریوالور کو لوڈ کر رہی تھی۔ ''اور یہ کام اندھا دھند، بے سوچے سمجھے بھی نہیں کیا گیا ہوگا۔''

''بالکل۔ میں جانتا ہوں کہ خاصے عرصے سے وہ اس منصوبے پر کام کر رہا ہوگا۔''

علی نظریں جھکا کر زمین کو دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے سر اٹھایا اور افسردگی سے بولا۔

''اس نے اس سلسلے میں مجھ سے بات کیوں نہیں کی۔ میں سمجھا بجھا کر اسے باز رکھ سکتا تھا۔''

لزا نے ریوالور لوڈ کر کے ہولسٹر میں رکھا۔ ''اگر تم اسے باز رکھنے میں کامیاب نہ ہوتے تو کیا تم اپنے افسران کو مطلع کر دیتے؟'' اس نے پوچھا۔

علی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''لازمی بات ہے۔ وک کی بھلائی کے لیے میں ایسا ہی کرتا۔''

''بس تو اسی لیے اس نے تم سے بات نہیں کی۔'' لزا نے سادگی سے کہا۔ پھر اس کی ہتھکڑیاں کھول دیں۔ ''میں تم پر اعتماد کا اظہار کر رہی ہوں۔ خدا نہ کرے کہ اپنے اس فعل پر مجھے اس سال کے سب سے بڑے احمق کا خطاب ملے۔''

''فکر مت کرو۔'' علی نے ہاتھوں سے کلائیاں ملتے ہوئے کہا۔ ''اس خطاب کے لیے سب سے مضبوط امیدوار خود میں ہوں۔''

✳ ✳ ✳

بلیک ہاک کے اندھیرے کاک پٹ میں گول سبز رنگ کا اسکرین روشن تھا۔ رھوڈز اس اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ ہیلی کاپٹر مشرق کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ اسکرین پر ہیلی کاپٹر کی موجودگی سیاہ رنگ کی ایک چھوٹی سی مستطیل شکل میں ظاہر ہو رہی تھی۔

بالآخر اسکرین پر دائیں جانب نیچے کی سمت پہلے ایک...... اور پھر دوسرا روشن نقطہ چمکا۔

''بم مل گئے۔'' رھوڈز نے مائیکروفون میں کہا...... اس نے پائلٹ کو اشارے سے اسکرین کی طرف متوجہ کیا۔ پائلٹ کیلر نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

''مقام کے متعلق بتاؤ۔'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"ایک M17 پر ہے اور دوسرا M18 پر۔"

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر دوسری طرف سے ولکنس نے کہا: "ہمارے نقشے کے مطابق دونوں بم ایک پہاڑی دراڑ میں گرے ہیں۔"

"گہرائی کیا ہوگی؟"

"اندازاً چالیس پینتالیس فٹ۔" ولکنس نے کہا۔ "دراڑ کی چوڑائی بھی زیادہ نہیں ہے۔ اگر بم سیدھے گرے ہیں تو وہ قدرے اوپر ہی پھنس کر رک گئے ہوں گے۔"

"یہ تو ہم ہینڈل کر سکتے ہیں۔" رھوڈز نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں وہاں پہنچ کر تمہیں صورت حال سے آگاہ کروں گا۔"

اسکرین پر اب روشن نقطے اور سیاہ مستطیل ایک دوسرے سے قریب ہو رہے تھے۔ درمیانی فاصلہ تیزی سے گھٹ رہا تھا۔ رھوڈز خوش تھا کہ وہ بموں کے قریب پہنچ رہا ہے۔ لیفٹیننٹ تھامس کے کاؤنٹر کی کلک کلک بتا رہی تھی کہ بم محفوظ ہیں۔ یہ اور خوشی کی بات تھی۔

بیس فٹ بعد بلیک ہاک ایک بڑی چٹان پر اتر گیا۔ یہیں وہ دراڑ تھی۔

انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ چٹان میں بڑی کیلیں گاڑی جا رہی تھیں۔ ان سے نائیلون کی مضبوط ڈوریاں باندھ کر نیچے اتاری جا رہی تھیں۔

ان میں رھوڈز واحد آدمی تھا' جسے کوہ پیمائی کا تجربہ تھا۔ سو وہ رسی کمر سے باندھ کر نیچے اترا۔ تھامس اور ریڈ فلیش لائٹ سے اسے دراڑ میں روشنی دکھا رہے تھے۔ اوپر کیلی MP5 مشین گن لیے پہرہ دے رہا تھا۔ وہ بے آواز مشین گن تھی۔

دراڑ اپنے سب سے چوڑے مقام پر سات فٹ چوڑی تھی۔ تنگ ترین مقام پر اس کی چوڑائی دو فٹ تھی۔ جا بجا نکیلے پتھر حارج ہو رہے تھے۔ وہ رھوڈز کی تیز رفتاری کی راہ میں رکاوٹ تھے۔

رھوڈز دراڑ کے تنگ ترین مقام تک پہنچ کر رک گیا۔ اب اوپر سے آنے والی روشنی نا

کافی تھی۔ اس نے اپنی فلیش لائٹ روشن کر لی۔ اس نے لائٹ کو اِدھر اُدھر گھمایا۔ پھر وہ مسکرایا۔ "کرنل ولکنس۔" اس نے اپنے ہیلمٹ میں نصب مائیکروفون پر پکارا۔ "ایک بم مل گیا ہے۔"

"اس کی حالت کے بارے میں بتاؤ۔"

"ثابت و سالم ہے۔"

"او کے۔ تھینک گاڈ۔"

رھوڈز اوپر کی طرف رخ کر کے چلایا۔ "ایک مل گیا ہے۔ اب میں دوسرے کی تلاش میں ہوں۔"

"ہم آپ کے ساتھ ہیں سر۔" اوپر سے کیلی نے پکارا۔

رھوڈز اب اس بم کے برابر سے گزر رہا تھا۔ جہاں جہاں رگڑ لگی تھی' بم چھل گیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس کی ایک ٹھوکر لگتی اور بم پھٹ جاتا۔ اس کے باوجود رھوڈز خوف زدہ تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ بم سے اس کے جسم کا کوئی حصہ مس نہ ہو۔ ایک بار اس کا ہاتھ بم سے ٹکرایا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اس کے دونوں ساتھی فلیش لائٹس روشن کیے اس کے پیچھے آ رہے تھے۔ صرف کیلی اوپر پہرہ دے رہا تھا۔

✻ ✻ ✻

کلنٹ کیلر کو بچپن سے کینڈی کھانے کا بہت شوق تھا۔ بڑا ہوا' تب بھی اس کا میٹھے کا شوق نہیں گیا۔ اس وقت بھی وہ اپنے کاک پٹ میں بیٹھا کینڈی کھا رہا تھا۔ M16 رائفل اس کی ٹانگ سے ٹکی ہوئی تھی۔

اچانک بائیں جانب سے اسے متحرک روشنی نظر آئی۔ وہ یقیناً ہیڈ لائٹس کی تھی۔ عقب سے کوئی گاڑی آ رہی تھی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے اپنی رائفل اور فلیش لائٹ اٹھائی اور کاک پٹ سے باہر آ گیا۔

وہ اس وقت بھی کینڈی سے لطف اندوز ہو رہا تھا' جب ایک بہت بڑا ٹرالر ہیلی کاپٹر کے برابر آ کر رکا۔ اس نے فلیش لائٹ آن کی اور اس کی روشنی میں ٹرالر کو دیکھا۔

ٹرالر کے ڈرائیور نے سر باہر نکالا۔ ''کیوں بھئی' تمہیں ہماری مدد کی ضرورت ہے؟'' اس نے پکارا۔

''کوئی بات نہیں۔ میں تو بس ......''

ڈرائیور کے باقی الفاظ ٹرالر کی عقبی کھڑکی سے جھانکنے والی سائیلنسر لگی رائفل کی بھنچی بھنچی آواز میں دب گئے۔ کیلر کے سینے میں شگاف ہوتے نظر آئے۔ وہ اچھل کر گرا۔ مرتے مرتے اس نے ہیلی کاپٹر کی طرف جانے کی کوشش کی۔ مگر دوسرے برسٹ نے اسے اس قابل نہیں چھوڑا۔ وہ زمین پر گر گیا۔ فلیش لائٹ کی روشنی اس کی مردہ آنکھوں کو روشن کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ چبائی ہوئی چاکلیٹ لعاب کے ساتھ مل کر اس کے کھلے منہ سے بہہ رہی تھی۔

''کیا ہوا لیٹن۔ آنکھوں کے بیچ میں' پیشانی پر فائر کرنا بھول گئے ہو کیا۔'' ڈرائیور نے کہا۔

''شٹ اپ نووک۔''

ٹرالر کے برابر ایک اور ٹرالر آ کر رکا۔ اس میں سے بیکر اور جانسن اترے۔ ان کے پیچھے پریچٹ تھا۔ جانسن کے سر پر ریڈیو ہیڈ سیٹ تھا۔ پریچٹ کے چہرے پر بدمزگی کا تاثر تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اس کے انداز میں برہمی تھی۔

بیکر نے کیلر کو اور پھر نووک کو دیکھا۔ ''وک کا کہیں پتا چلا؟''

''نہیں لیکن ابھی چند منٹ باقی ہیں۔''

بشرطیکہ اس کے پاس میرے لیے کوئی بری خبر نہ ہو۔'' پریچٹ نے کہا۔

''اسے کہتے ہیں' لفظوں تک سے لڑائی کرنا۔'' عقب میں اندھیرے سے ایک آواز ابھری۔

وہ سب ہیلی کاپٹر کے عقب میں اندھیرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں ایک دیا سلائی جلی' پھر سگریٹ کا جلتا ہوا سرا نظر آیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا وکٹر ڈکسن سامنے آ گیا۔ ''تم مجھے دھمکی دے رہے تھے مسٹر پریچٹ؟'' اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''نہیں۔ تنبیہ کر رہا تھا۔'' پریچٹ نے کہا۔ ''تم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ سب کچھ ہموار انداز میں ہوگا...... کسی گڑبڑ کے بغیر۔''

''ایسا ہی ہو رہا ہے۔ تم فکر مت کرو۔''

''بہت خوب۔ ہمارا مال وہاں نہیں ہے' جہاں اسے ہونا چاہئے تھا۔'' پریچٹ کا لہجہ زہریلا تھا۔

''لیکن یہ بات ہمارے منصوبے میں تھی کہ سرکاری لوگ خود ہمیں بم تلاش کر کے دیں گے۔'' وک نے ایک گہرا کش لے کر دھواں ناک سے نکالا۔ ''اور دیکھ لو۔ وہ ہماری مدد کر رہے ہیں۔ میں نے ہر بات کا خیال رکھا ہے مسٹر پریچٹ۔''

جانسن ہیلی کاپٹر کے گھومتے ہوئے پر سے دور کھڑا ہیڈ سیٹ کو کانوں پر سے دبا رہا تھا۔ پھر وہ ان کے پاس آ گیا۔ ''اہم خبر ہے دوست۔ میکمران سے دو گن شپ اڑے ہیں اور وہ اسی طرف آ رہے ہیں۔''

''تم نے اس کا بھی خیال رکھا ہوگا۔ مجھے یقین ہے اس بات کا وک!'' پریچٹ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

وکٹر نے سگریٹ کا ایک اور کش لیا۔ ''بعض چیزیں خود اپنا خیال رکھنے کے لیے ہوتی ہیں۔'' اس نے بے پروائی سے کہا۔

''کیسے؟''

''دیکھ لینا۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔''

''تم پر بھروسہ کروں؟'' پریچٹ کے ہونٹ بھنچ گئے۔ ''میں تو اب سوچ رہا ہوں کہ یہ حماقت ہوگی۔ تم ناقابل اعتبار نہیں۔ البتہ نااہل ضرور ہو۔ مثلاً ابھی ہمیں دوسرے پائلٹ

کی فکر بھی کرنی ہے۔ہم نے اسے جہاز سے ایجیکٹ ہوتے دیکھا تھا۔ہم نے پیراشوٹ کھلتے' اسے زمین کی طرف اترتے بھی دیکھا تھا۔اس کے بارے میں پہلے سے سوچا تھا تم نے؟''

''تمہاری رپورٹ میں سقم ہے۔'' وکٹر نے لطف لینے والے انداز میں کہا۔'' پہلی بات یہ کہ وہ ایجیکٹ ہوا نہیں' میں نے اسے خود ایجیکٹ کیا تھا اور وہ بھی اس حالت میں کہ اس کی بیلٹ کا ایک تسمہ کٹا ہوا تھا۔پھر بھی فرض کرو کہ وہ بحفاظت اتر گیا ہے....... حالانکہ اس کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے .... تب بھی تمہیں علی کے متعلق فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔وہ ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں۔وہ فائٹ کرنے والا آدمی نہیں ہے۔اگر وہ خیریت سے اتر بھی گیا ہے' تو اس وقت کسی چٹان کے پیچھے دبک کر اپنے اللہ سے دعا کر رہا ہوگا کہ اے اللہ .... مجھے وک کی دسترس سے محفوظ رکھنا۔میں اسے بہت اچھی طرح جانتا ہوں' مسٹر پریچٹ۔''

''ہوسکتا ہے تمہاری بات درست ہو وک۔'' جانسن نے مداخلت کی۔''لیکن ابھی میں نے ایک پارک رینجر کی کال سنی تھی۔وہ اپنے افسر کو رپورٹ کر رہی تھی کہ اس نے کچھ گرتے ہوئے دیکھا ہے....... اور وہ اس معاملے کی چھان بین کے لیے جا رہی ہے۔''

پریچٹ نے وکٹر کو گھور کر دیکھا' جو جانسن کو بغور دیکھ رہا تھا۔پھر اس نے اپنا سگریٹ ایک طرف اچھالا اور نووک کی طرف متوجہ ہوا۔''تم ہیلی کاپٹر کو تیار رکھو۔اس معاملے سے نمٹ کر اس پارک رینجر کو تلاش کرنا ہے۔''

''اس طرف سے بےفکر ہو جاؤ۔'' نووک نے کہا۔پھر وہ کاک پٹ میں چلا گیا۔

وکٹر نے لیٹن اور بیکر کی طرف دیکھا اور دراز کی طرف اشارہ کیا۔''میرا خیال ہے' تمہیں یہاں کچھ کام کرنا ہے۔''

''اس میں ایک سیکنڈ لگے گا۔'' لیٹن نے کہا۔

پریچٹ انہیں دیکھتا رہا لیکن بولا کچھ نہیں۔

''اور کوئی کام؟'' لیٹن نے پوچھا۔

''ہاں۔یہ بتاؤ' تم اب تک یہاں کیوں کھڑے ہو؟''

''سوری مسٹر پریچٹ۔'' لیٹن نے کہا اور بیکر کو ساتھ لے کر دراز کی طرف بڑھ گیا۔

وکٹر اور پریچٹ ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔دونوں کی نگاہ میں تلخی تھی۔پھر وکٹر مڑا اور ہیلی کاپٹر کی طرف چل دیا۔وہ کاک پٹ میں نووک کے برابر جا بیٹھا' جو پینل کے تمام بٹنوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

''یہ پرواز کے لیے پوری طرح تیار ہے۔'' نووک نے کہا۔

وکٹر نے نفی میں سر ہلایا۔''ابھی نہیں۔'' پھر اس نے ایک بٹن دبایا۔''ہاں .... اب یہ پرواز کے لیے تیار ہے۔''

''تھینک یو میجر۔''

وکٹر ہیلی کاپٹر سے اتر آیا۔

اگلے ہی لمحے بلیک ہاک فضا میں بلند ہو رہا تھا۔

☆☆☆

رھوڈز ایک نکیلے پتھر سے بچ کر گزر رہا تھا کہ اچانک اس کے ہیلمٹ میں نصب ہیڈ سیٹ سے کچھ ٹکرانے کی سی آواز سنائی دی اور اگلے ہی لمحے سیٹ خاموش ہو گیا۔رھوڈز ٹھٹک گیا۔''ہیلو؟ میکمران؟ اس نے پکارا۔

مگر کہیں کوئی آواز نہیں تھی۔اس کا مطلب تھا کہ ہیڈ سیٹ کا ہر رابطہ ختم ہو چکا ہے۔

وہ سر اٹھا کر ریڈ کو پکارنے ہی والا تھا کہ اسے ایک مانوس سی آواز سنائی دی....... بیس بال کے کیچر کے دستانے سے ٹکرانے کی سی آواز .... اور وہ آواز تین بار سنائی دی۔پھر ریڈ گرتا نظر آیا اور اب وہ اس سے دو فٹ دور اس کے سامنے پڑا تھا۔

''ریڈ .... ریڈ .... کیا ہوا؟''

رھوڈز نے فلیش لائٹ کا رخ اس کی طرف کیا۔اسے ریڈ کے دل کے مقام پر تین

سوراخ اور ان سے بہتا ہوا خون نظر آیا۔

چند لمحے بعد اس نے ویسی ہی اور آوازیں سنیں اور اب دراڑ میں گولیاں سنسنا رہی تھیں۔ پھر ریڈ کے قریب ہی تھامس بھی آ گرا۔ وہ بھی مر چکا تھا۔ رھوڈز نے بڑی پھرتی سے فلیش لائٹ بجھا دی۔

اس نے اپنا پستول نکالا۔ مگر پھر ٹھٹک گیا۔ اوپر چٹانوں سے جوتوں کے ٹکرانے کی آواز آ رہی تھی۔ پھر کوئی کودا۔ عین اس کے سامنے۔

''سر۔'' کسی نے سرگوشی میں کہا۔ ''میں کیلی ہوں سر۔''

رھوڈز نے اس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اب گولیوں کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ بہتا ہوا پسینہ اس کی آنکھوں میں جا رہا تھا۔ رھوڈز نے اپنا ہیلمٹ اتار دیا۔ وہ ساکت و صامت تھا' لیکن کیلی پرشور انداز میں سانس لے رہا تھا۔

روشنی نیچے آتی دکھائی دی...... ان دونوں کی تلاش میں۔ رھوڈز نے نرمی سے اپنا ہاتھ کیلی کے منہ پر رکھا اور اسے چٹانی دیوار سے چپکا دیا۔ روشنی نیچے کا سفر کرتی' کیلی کی طرف آ رہی تھی۔ رھوڈز نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور جیسے ہی روشنی براہ راست اس پر پڑی' اس نے فائر کر دیا۔

لیٹن کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ دراڑ میں گرنے لگا۔ یہاں تک کہ دونوں جانب سے نکلے ہوئے نکیلے پتھروں نے اسے مزید گرنے سے روک دیا۔ گن اور فلیش لائٹ اس کے مردہ ہاتھ سے نکل کر دراڑ میں گر گئی' وہ خود لٹکا ہوا تھا اور اب اس کے ہاتھ پاؤں جھول رہے تھے۔

رھوڈز نے کیلی کے کان سے منہ ملاتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ اوپر کتنے لوگ ہیں؟''

کیلی نے تین انگلیاں اٹھا کر بتایا۔

''ابھی دو تین منٹ وہ صورتِ حال کا جائزہ لیں گے۔'' رھوڈز نے کہا۔ اس نے فلیش لائٹ روشن کی اور اس کے اوپر ہاتھ رکھا تا کہ وہ اوپر سے نہ دیکھی جا سکے۔ اس کی

روشنی میں اس نے دوسرے بم کو دیکھا' جو بیس فٹ دور پڑا تھا۔

''تم پیچھے والے کو سنبھالو' میں آگے والے کو سنبھالتا ہوں۔ رھوڈز نے کیلی سے کہا۔ ''اب میں بم استعمال کروں گا۔ اس سے ایٹم بموں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا' لیکن ہمارے دشمن تباہ ہوں گے۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا کہ ہم بچ جائیں گے' لیکن ہمیں تو مرنا ہی ہے۔ پھر کیوں نہ انہیں لے کر مریں۔''

رھوڈز اب کیلی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ ان آنکھوں میں خوف تھا' لیکن اس کے ساتھ سپردگی بھی تھی۔ رھوڈز نے حوصلہ بڑھانے والے انداز میں اس کا کندھا تھپتھپایا۔ پھر آگے جانے کے لیے پلٹا۔

''صرف ایک بات اور سر۔'' کیلی نے اسے پکارا۔

رھوڈز رُکا' اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ''کہو...... کیا بات ہے؟''

کیلی نے اپنی فلیش لائٹ آن کر دی۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں بریٹا تھا۔ ''یہ کرنل۔'' اس نے کہا اور پندرہ کے میگزین میں سے چھ گولیاں رھوڈز کے جسم میں اتار دیں۔ رھوڈز پیچھے کی طرف گرا۔ کیلی نے روشنی میں اسے مرتے ہوئے دیکھا اور سر اوپر کر کے چلایا۔ ''کام ہو گیا ہے۔'' پھر وہ رسی پکڑ کر اوپر اپنے ساتھیوں کے پاس جانے لگا......

* * *

میکران میں اپنی کمانڈ پوسٹ پر کرنل ولکنس اپنے مشیروں میجر جیٹ اور میجر لی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہ ریڈیو پر سنسناتی خاموشی کو سن رہے تھے اور بے بسی سے ریڈیو کو دیکھ رہے تھے۔

ریڈیو کے برابر رکھا ٹیلی فون اشارے کر رہا تھا' انہیں اپنی طرف بلا رہا تھا۔ مگر وہ اس سے نظریں چرا رہے تھے۔ اگر انا کا مسئلہ نہ ہوتا...... اور اس کے تحت میکران کی فضا...... ہم یہ معاملہ خود نمٹا سکتے ہیں...... والی نہ ہوتی' تو اس وقت ولکنس فوری طور پر

نیسٹ والوں سے مدد طلب کر چکا ہوتا۔ وہ پریشان بیٹھا تھا۔ ریڈیو پر رابطہ منقطع ہو چکا تھا اور اسے نہیں معلوم تھا کہ وہاں کیا صورتِ حال ہے۔ اس کے ذہن کا ایک حصہ نیسٹ والوں سے رابطہ کرنے پر اصرار کر رہا تھا' لیکن دوسرا حصہ یہ کہتا تھا کہ وہ غیر ضروری طور پر پریشان ہو رہا ہے۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ بلیک ہاک میں کوئی فیوز اڑ گیا ہو' یا رھوڈز کے ہیلمٹ کے ہیڈ سیٹ کی کوئی چپ بے کار ہو گئی ہو۔ لیک ہوتے ہوئے ایٹم بم کا تصور بہر حال بہت دور از کار معلوم ہوتا تھا۔

میجر لی نے اچھی طرح چیک کر لیا۔ ان کے ریڈیو میں کوئی خرابی نہیں تھی' لیکن سام رھوڈز سے رابطہ کرنے پر میکانکی خاموشی کے سوا کچھ نہیں سنائی دیتا تھا۔ ''ممکن ہے 'کاپٹر کے ریلے سسٹم میں کوئی خرابی ہو گئی ہو۔'' میجر جیٹ نے خیال آرائی کی۔

''تو وہ واکی ٹاک پر ہم سے رابطہ.......''

وہ بات پوری نہ کر سکا۔ اسپیکر پر دہشت بھری آواز ابھری تھی۔ ''کرنل ولکنس ....سر.......آپ سن رہے ہیں؟''

ولکنس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا: ''ہاں....... سن رہا ہوں۔ تم کون ہو؟''

''لیفٹیننٹ کیلی سر۔''

''ہاں کیلی' کیا بات ہے؟''

''کرنل رھوڈز مر چکے ہیں' جناب۔'' کیلی نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔ ''سب مر چکے ہیں' سر۔''

''ہوا کیا ہے؟''

''ایٹم بم سر۔ وہ کھل گیا ہے.......چٹان سے ٹکرانے کی وجہ سے۔''

ولکنس نے اپنے مشیروں کو دیکھا۔ میجر لی پہلے ہی اپنی کرسی سے اٹھ چکا تھا اور دروازے کی طرف لپک رہا تھا۔ ''میں ٹاور جا رہا ہوں' ....اطلاع دینے۔'' اس نے پلٹے بغیر کہا۔

ولکنس نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

''او گاڈ.......سر' اب میں کیا کروں۔ میں تو بالکل کھلے میں ہوں۔''

تم جہاں ہو' وہیں رکے رہو بیٹے۔'' کرنل ولکنس کے لہجے میں شفقت تھی.......''ہم تمہارے لیے امداد بھجوا رہے ہیں۔''

''لیکن سر' تابکاری.......'' کیلی کے حلق سے غرغراہٹ سی نکلی۔ ''سر.......میری حالت بگڑ رہی ہے۔ میرے بچے سر.......''

چھن کی سی آواز آئی.......اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

ولکنس نے میجر جیٹ کی طرف دیکھا۔ ''میری بات کرواؤ۔ اب ہمیں نیسٹ والوں کو مطلع کرنا ہے۔''

''ابھی لیں سر۔'' جیٹ نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

ولکنس اپنی کرسی پر ڈھے سا گیا۔

صورت حال لمحہ بہ لمحہ خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ ایسی تباہ کن صورت حال کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ابھی تو وہ بات کو پوری طرح سمجھا بھی نہیں تھا۔ ہاں' اس نے سنا ضرور تھا۔ اب رھوڈز کو ہی لو۔ وہ مر چکا تھا۔ ولکنس نے ویت نام میں لوگوں کو مرتے دیکھا تھا۔ دھماکوں میں انسانی اعضاء کو بکھرتے دیکھا تھا لیکن یہاں اوٹاہ میں.......اپنے وطن میں رھوڈز کا اس طرح مرنا.......یہ حقیقی نہیں لگ رہا تھا اور اگر کیلی کا بیان کیا ہوا نقشہ درست تھا' تو یہاں مرنے والوں کی تعداد پچھلے پچاس سالوں میں ہونے والی تمام جنگوں میں مجموعی طور پر مرنے والوں سے بھی زیادہ ہو گی اور اس کے نتیجے میں امریکا کے ہتھیاروں کے ذخیرے کی تفتیش ہو گی۔ تمام اعداد و شمار عام لوگوں تک پہنچیں گے۔ برسوں تک امریکیوں کے خلاف نفرت کا طوفان اٹھتا رہے گا۔

ولکنس سوچ رہا تھا کہ اس واقعے کے اثرات بہت گہرے اور دیرپا ہوں گے اور بہت دور تک جائیں گے۔ ایٹمی ہتھیاروں سے لوگ اب بھی نفرت کرتے ہیں' لیکن اس

کے بعد تو وہ ان ہتھیاروں کے بنانے والوں سے نفرت کریں گے۔ بلکہ ان کا بس چلا تو انہیں ختم ہی کر دیں گے۔

اور وہ...... کرنل ولکنس کچھ بھی تو نہیں کر سکتا تھا...... دعا کے سوا اور دعا کرنا اسے آتا بھی نہیں تھا۔

❋ ❋ ❋

لیفٹیننٹ کیلی دراڑ سے برآمد ہوا تو وکٹر ڈکسن نے تالیاں بجا کر اس کو داد دی۔

''مجھے افسوس ہے کہ تم خود اپنی اداکاری دیکھ اور سن نہیں سکے۔''

کیلی نے سر کو ہلکا سا خم کر کے گویا داد وصول کی۔''خوف زدگی کی اداکاری میں نے اپنے باپ سے سیکھی، جو ہر وقت نشے میں دھت رہتا تھا۔''

''اب یہ مسخرا پن ختم کرو۔'' پریچٹ نے سخت لہجے میں کہا۔ پھر وہ وکٹر کی طرف متوجہ ہوا۔''میرا خیال ہے، دو گن شپ اس طرف آ رہے ہیں۔ تمہیں ان کی فکر کرنی چاہیے۔''

''اب ایسا نہیں۔'' جانسن نے جلدی سے کہا۔

''کیوں؟ ایسا کیا ہو گیا؟'' پریچٹ نے اس سے پوچھا۔

''انہیں واپس بلا لیا گیا ہے۔'' جانسن نے بتایا۔

''میں کہہ رہا تھا کہ مجھے جھوٹ بولنے کی تربیت بھی میرے شرابی باپ نے دی تھی۔'' کیلی نے کہا۔

''گن شپ واپس چلے گئے۔'' پریچٹ نے حیرت سے کہا۔

''ہاں مسٹر پریچٹ...... اور صرف کیلی کی شاندار اداکاری کی وجہ سے۔'' وکٹر نے پریچٹ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔''اس لیے تو میں اسے داد دے رہا تھا۔ میکر ان والے تو اس وقت تابکاری کے خوف سے کانپ رہے ہوں گے۔ وہ اس علاقے کو سیٹلائٹ کے ذریعے دیکھنا چاہیں گے، لیکن اس کے لیے بندوبست کرنے میں انہیں کم از کم ڈیڑھ گھنٹا لگے گا۔ نیسٹ والوں کے سوا اب کسی کو یہاں آنے کی جرأت نہیں ہو گی۔

لوگ تابکاری سے کتنا ڈرتے ہیں، تم سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''یہ نیسٹ کیا بلا ہے؟'' پریچٹ نے پوچھا۔

''یہ نیوکلیئر ایمرجنسی ریسرچ ٹیم کا مخفف ہے۔ یہ اسپیس سوٹ پہننے والے لوگ ہیں، جیسے فلموں میں دکھائے جاتے ہیں۔'' وکٹر نے کہا۔''لیکن نزدیک ترین ٹیم کو بھی یہاں پہنچنے میں دو گھنٹے سے زیادہ ہی لگیں گے۔ جبکہ ہم یہاں موجود ہیں اور تیار ہیں۔ ہمیں اپنی رابطہ ٹیم اور ٹرانسپورٹ کو یکجا کرنے میں بمشکل ایک گھنٹا لگے گا۔ لہٰذا تم پرسکون رہو۔''

پریچٹ کے چہرے کا تاثر نہیں بدلا تھا۔ وکٹر کے خیال میں اس کی فطرت ہی ایسی تھی۔ جب وہ پہلی بار اس سے ملا تھا اور اس سے اس ایڈونچر کے بارے میں بات کی تھی، تب بھی اس کے چہرے پر یہی تاثر تھا۔ وہ بنیادی طور پر غیر مطمئن، مشکوک اور خفا رہنے والا آدمی تھا۔ بہرحال، کچھ بھی ہو۔ وہ اس کا آجر، اس کے سرمایہ کاروں میں سے ایک تھا۔

وکٹر نے دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔''اب مسٹر پی، میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ یہ نہ سمجھ لیجئے گا کہ آپ کی موجودگی میرے لیے خوش کن نہیں ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کی یہاں موجودگی ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کہیں جا کر ڈھنگ کا کھانا کھا لیں، تو مجھے خوشی ہو گی۔''

''میں ایسا نہیں سمجھتا۔'' پریچٹ نے خشک لہجے میں کہا۔''تم جیسے پروفیشنل کو ٹاپ فارم میں کام کرتے دیکھنا میرے لیے سنسنی خیز تجربہ ہے۔''

''جیسی آپ کی مرضی۔ بس آپ راستے میں رکاوٹ نہ بنیں۔ او کے!''

''او کے۔ ویسے وک؟''

''جی؟'' وکٹر نے جاتے جاتے پلٹ کر اسے دیکھا۔

''تم مجھے رکاوٹ بننے کے لیے وجہ بھی فراہم نہ کرنا۔'' پریچٹ مسکرا رہا تھا۔

❋ ❋ ❋

لزا اور علی ڈھلوانی راستے پر تیز قدموں سے چل رہے تھے۔ علی آگے آگے تھا۔ اس کے ہاتھ میں فلیش لائٹ تھی۔ لزا اس کے پیچھے تھی۔

چرچر کی آواز سنی تو لزا نے کہا۔ ''اس پر مت چلو۔''

''کس پر نہ چلوں؟''

''اس سیاہ زمین پر۔''

علی رکا اور اس نے روشنی میں اس جگہ کا جائزہ لیا۔ ''یہ تو جلے ہوئے ٹوسٹ کی طرح لگتی ہے۔''

''یہ کرپٹوگرافک مٹی ہے۔ یہ بہت نازک ہے۔ یہاں ایک نقش پا ایک صدی میں بھی نہیں مٹتا۔''

علی نے راستہ بدل لیا۔ ''یہ میرے لیے بالکل نئی چیز ہے۔''

بالآخر وہ ٹرک تک پہنچ گئے۔ علی بونٹ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اب جبکہ وہ چل نہیں رہا تھا تو اسے سردی لگ رہی تھی۔ خاص طور پر بغلوں کے پاس اور پشت پر جہاں فلائٹ سوٹ کے نیچے پسینہ جم گیا تھا' وہاں برف کی سی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔

لزا ٹرک کی کھلی ہوئی کھڑکی کے پاس گئی اور اس نے مائیکروفون اٹھا لیا۔ ''تمہیں یقین ہے کہ تم یہی چاہتے ہو؟'' اس نے علی سے پوچھا۔

علی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

لزا نے مائیکروفون آن کیا۔ ''کلائیڈ؟ تم موجود ہو؟''

''لزا...... تم کہاں ہو بھئی۔ میں رابطے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔''

''پائلٹ مجھے مل گیا ہے۔ لگتا ہے' اس نے بہت سخت وقت گزارا ہے۔ وہ بے ہوش ہے۔ میں اسے لا رہی ہوں۔''

''کیا وہ بہت برے حال میں ہے؟'' کلائیڈ نے پوچھا۔

''میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔ تم ایمبولینس کا بندوبست کرو۔ مجھے وہاں پہنچنے میں بیس منٹ

لگیں گے۔''

''بے فکر ہو جاؤ۔ ہم تمہیں تیار ملیں گے۔''

لزا نے مائیکروفون آف کیا اور داد طلب نظروں سے علی کو دیکھا۔ ''یہ میرا ایمبولینس کا اضافہ کیسا رہا؟''

''بہت عمدہ۔''

''سو اب کرنا یہ ہے کہ میں تمہیں ....''

علی نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ چند لمحے وہ دونوں ساکت کھڑے رہے۔ پھر لزا نے بھی وہ آواز سن لی۔ ''بھاگو۔'' علی نے اس کا ہاتھ تھام کر چیختے ہوئے کہا۔

وہ پگڈنڈی کی طرف لپکے۔ اسی وقت بلیک ہاک ایک بادل کی اوٹ سے نمودار ہوا۔ اس کی روشنیاں گل تھیں۔ اس نے ان کی طرف غوطہ لگایا۔

ان کے دیکھتے ہی دیکھتے کاپٹر کے پہلوؤں میں نصب M60 مشین گنیں چنگاریاں اگلنے لگیں۔ ٹرک کی سائیڈ میں اور ٹاپ پر سوراخ ہونے لگے۔ شیشہ ٹوٹنے اور بکھرنے کی آواز فائرنگ کی آواز میں بھی صاف سنائی دی تھی۔ پھر ایک الگ سی آواز...... لزا کا خیال تھا کہ وہ ٹرک کا فیول ٹینک ہے۔

اگلے ہی لمحے ٹرک ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔

بلاسٹ کی گرمی لزا کو اپنی پشت اور گردن کو چھوتی محسوس ہوئی۔ وہ دونوں بدستور پگڈنڈی پر لپک رہے تھے۔ ''لعنت ہو خبیث پر۔'' علی بھاگتے ہوئے غرایا۔

''ہمیں کہیں چھپنا ہوگا۔'' چند لمحے بعد علی نے لزا سے کہا۔ وہ رکے اب بھی نہیں تھے۔ ''یہاں کوئی غار' کوئی سرنگ .... کوئی ایسی جگہ ہے؟''

''میرے پیچھے آؤ۔'' لزا نے کہا۔

وہ پگڈنڈی سے اتر کر مغرب کی طرف چلنے لگے۔ وہ جنگلاتی علاقہ تھا لیکن ہیلی کاپٹر

اب ان کے پیچھے آ رہا تھا۔

"ہمیں اس چڑھائی تک پہنچنا ہے۔" لزا نے بیس فٹ اونچی ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا۔

درحقیقت وہ ایک چھجا تھا۔ وہ تقریباً عمودی چٹان تھی۔

علی نے پلٹ کر جھپٹتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو دیکھا۔ اب اس کی سرچ لائٹس آن تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ "لزا سنو...... پھر ہمیں جلدی کرنی ہوگی۔" اس نے لزا سے آگے نکلتے ہوئے کہا۔

اب وہ چٹان پر چڑھ رہے تھے۔ لزا رینجر ہونے کی وجہ سے ایسے جوتے پہنے ہوئے تھی کہ اسے چڑھنے میں کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی۔

"کم آن۔" لزا نے ایک نکیلے پتھر کو تھامتے ہوئے کہا اور علی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

اوپر ہیلی کاپٹر اب گولیاں برسا رہا تھا لیکن درختوں کی وجہ سے وہ محفوظ تھے۔

وہ اوپر پہنچ گئے۔ علی لزا سے ایک قدم پیچھے تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ لزا کے لیے یہ علاقہ جانا پہچانا ہے اور وہ یہاں زیادہ آسانی اور تیزی سے حرکت کر سکتی ہے۔

وہ چٹان پر پیٹ کے بل لیٹے اپنی سانسیں درست کرتے رہے۔ اندھیرا اتنا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ علی کو تو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ نہ کوئی درخت، نہ چٹان، کچھ بھی نہیں۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اندھا ہو گیا ہے۔

"آؤ۔" لزا نے اس سے کہا۔

سانسوں کی غیر موجودگی سے علی کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اب یہاں نہیں ہے۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔ "کہاں آؤں۔ مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔"

"اس طرف آؤ۔"

علی اٹھ کر آواز کی سمت دوڑا۔ اچانک ہی اور بڑے ڈرامائی انداز میں اسے چھپنے کی جگہ کا پتا چلا۔ وہ اس میں گرتا چلا گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ خود کو انسان سے زیادہ ایک گیند

محسوس کر رہا تھا۔ فرق یہ تھا کہ گیند بے جان ہوتی ہے۔

وہ نہیں گن سکتا تھا کہ کتنے پتھروں سے ٹکرایا ہے۔ البتہ یہ سمجھ میں آ گیا تھا کہ چٹان میں کوئی دراڑ تھی، جس میں وہ گرا ہے۔ بالآخر اس کا لڑھکنے کا سفر ختم ہوا۔ اس کا اندازہ تھا کہ وہ پندرہ فٹ نیچے گرا ہے لیکن جسم کتنی جگہ سے چھلا ہے، اس کا کوئی شمار نہیں تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ سر کے بل نہیں گرا تھا۔ ورنہ ہر چیز سے بے نیاز ہو چکا ہوتا۔

اب وہ ریت پر بیٹھا تھا۔ لزا نے اس کے دکھتے ہوئے کندھے کو چھوا۔ "تم ٹھیک تو ہو؟"

"یہ ایک بہت شاندار دن تھا، جو میں نے گزارا۔" علی نے کراہتے ہوئے کہا۔

"میرا یہ خیال تھا کہ تم نے دیکھا ہوگا کہ میں کہاں جا رہی ہوں۔"

"مجھے کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔ بہر حال ٹھیک ہے۔" علی اٹھ کھڑا ہوا۔ "یہ بھی بہت ہے کہ میری چیخ نہیں نکلی۔"

"تم چل تو سکتے ہو؟"

"سوا سال کی عمر سے مسلسل چل رہا ہوں میں۔"

"تو پھر میرے ساتھ آؤ۔" لزا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ دراڑ میں آگے بڑھنے لگے۔

اوپر ہیلی کاپٹر دراڑ کے اوپر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر چکر لگا رہا تھا۔ اس کی روشنی دراڑ میں حرکت کر رہی تھی۔

"ہم اس وقت ہیں کہاں؟" علی نے پوچھا۔

"یہ جگہ جوائنٹ ٹریل کہلاتی ہے۔ یہاں کثرت سے دراڑیں موجود ہیں...... دراڑ میں دراڑ۔"

وہ دائیں جانب مڑی اور ایک منٹ تک تیزی سے چلتی رہی۔ علی اس کے ساتھ تھا، پھر وہ بائیں جانب مڑی۔ ہیلی کاپٹر اب ان کے اوپر موجود نہیں تھا۔

"تم دیکھ کیسے رہی ہو راستہ؟"

"میں نے بتایا کہ میں پارک رینجر ہوں، یہ جگہ میرے لیے گھر کی طرح ہے۔ میں یہاں کے چپے چپے سے، ہر موڑ سے واقف .... " لزا چلتے چلتے اچانک رک گئی۔ علی اس سے ٹکرا گیا۔ اس کی ٹھوڑی لزا کے سر سے ٹکرائی۔

"کیا ہوا؟" علی نے اپنی ٹھوڑی سہلاتے ہوئے پوچھا۔

لزا ایک لمحے ساکت کھڑی رہی۔ پھر بولی۔ "میرا سر چٹانی دیوار سے ٹکرا گیا تھا۔"

"وہ کیسے؟ تم تو یہاں کے چپے چپے سے واقف ہو۔"

"دراصل میں باتوں میں لگی ہوئی تھی۔ دائیں کے بجائے بائیں جانب مڑ گئی تھی۔ یہ تو اندھی گلی ہے۔ آگے سے بند ہے۔"

"زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟"

"نہیں۔" لزا نے کہا۔ "میں ٹھیک ہوں۔ مگر تم مجھ سے ایک وعدہ کرو۔"

"بولو۔"

"کسی کو بتانا نہیں کہ مجھ سے یہ غلطی ہوئی۔"

علی ہنسنے لگا۔ "توہین ہوگی تمہاری۔ نہیں، میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

"گڈ تھینک یو۔"

اب وہ اسی دراڑ میں واپس جا رہے تھے۔ آگے جا کر لزا دائیں جانب مڑ گئی۔

اب راستہ ڈھلوان تھا اور ان کے اوپر ایک چٹانی چھجا تھا۔ "یہاں ہم محفوظ ہیں۔ وہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔"

علی نے دیوار سے چپک کر چلتے چلتے خود کو دیوار سے دور ہٹایا اور اوپر دیکھا۔ لزا ٹھیک کہہ رہی تھی۔ ہاں، ان کے دائیں اور بائیں جانب کھڑے ہو کر دیکھنے والا انہیں دیکھ سکتا تھا۔

لیکن علی کے لیے وہ بالکل اجنبی جگہ تھی۔

وہ آرام کی غرض سے بیٹھنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ ایک زبردست دھماکے نے زمین کو ہلا ڈالا۔

"علی۔" لزا نے چیخ کر اسے پکارا۔

اسی وقت یکے بعد دیگرے دو دھماکے اور ہوئے۔ ان پر مٹی اور کنکر برسنے لگے۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

علی کچھ نہیں بولا۔ اس کے ذہن میں جو پہلا خیال آیا، وہ ایٹم بموں کا تھا لیکن نہیں ’ایٹم بم تو بہت بڑی چیز ہے۔‘ "وہ بم برسا رہے ہیں۔" اس نے بالآخر کہا۔ "تاکہ ہم یہیں دفن ہو جائیں۔"

ہیلی کاپٹر ان کے اوپر نہیں تھا لیکن ان کے سروں پر موجود چھجے کا بیشتر حصہ ٹوٹ چکا تھا۔ ملبہ علی سے کچھ دور، اس کے داہنی جانب گرا تھا۔

"کوئی ایسی جگہ ہے، جہاں سے ہم باہر نکل سکیں؟" علی نے لزا سے پوچھا۔

"بائیں جانب۔" لزا نے کہا۔ "وہاں دراڑ ختم ہو جاتی ہے۔"

"تو پھر اس طرف چلو۔" علی نے اسے آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔

بم اب نسبتاً ان کے قریب گر رہے تھے اور دونوں طرف کی چٹانی دیواریں بری طرح لرز رہی تھیں۔

✻✻✻

جہاں دراڑ ختم ہوئی تھی، وہاں گہری تاریکی تھی۔ علی نے دیوار کو چھو کر دیکھا۔ وہ بہت سیدھی اور بہت چکنی تھی۔ "تم اس پر چڑھ سکتی ہو۔"

"ہاں۔ اوپر زگ زیگ انداز کا راستہ ہے جگہ جگہ پتھر باہر نکلے ہوئے ہیں، جن پر قدم جمائے جا سکتے ہیں لیکن یہاں وہ مجھے دیکھ لیں گے۔"

"میں چاہتا بھی یہی ہوں۔" علی نے کہا۔ "تم اپنی گن مجھے دے دو۔"

علی نے لزا سے گن لی اور اسے سمجھایا کہ وہ اس سے کیا چاہتا ہے۔ لزا نے احتجاج کیا

کہ اس طرح تو ہیلی کاپٹر کو ان کی یقینی پوزیشن کا علم ہو جائے گا۔ اسی لمحے تھوڑے فاصلے پر ایک بم پھٹا۔ پیچھے دراڑ میں خم نہ ہوتا تو وہ یقیناً اس دھماکے کی زد میں آ جاتے۔

”یہاں پھنسے رہیں گے تو بھی بالآخر مارے جائیں گے۔“ علی نے کہا۔ ”اب تم اوپر جاؤ۔“

پہلا قدم باہر نکلے ہوئے پتھر تک پہنچانے میں علی نے لزا کی مدد کی۔ بالآخر وہ اس عمودی دیوار پر چڑھنے لگی۔ اسے اوپر پہنچنے میں ایک منٹ لگا ہوگا۔ اسی لمحے ایک اور بم پھٹا۔ اس بار وہ صرف دس گز دور پھٹا تھا۔

اوپر پہنچ کر لزا نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ہیلی کاپٹر کی روشنی کی طرف بھاگی۔ بلیک ہاک نے چکر کاٹا اور دھیرے دھیرے اس کی طرف پلٹا۔

”میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“ لزا نے چیخ کر کہا۔ ”میں دشمن نہیں ہوں۔“

پائلٹ نووک نے کھڑکی سے سر نکالا۔ ”ٹھیک ہے۔ مجھے بتادو کہ وہ کہاں ہے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“

لزا نے ہاتھ نیچے کیا اور دوسری دراڑ کی طرف اشارہ کیا۔ ”وہ وہاں ہے۔“

اس دراڑ تک پہنچنے کے لیے ہیلی کاپٹر کو اس دراڑ پر سے گزرنا تھا‘ جہاں علی چھپا ہوا تھا۔

نووک نے سر اندر کیا‘ ہیلی کاپٹر اور نیچے لایا اور اپنے ٹارگٹ کی طرف بڑھا۔

دراڑ میں علی دیوار سے پیٹھ لگائے کھڑا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں موجود ریوالور کا رخ اوپر کی طرف تھا۔

پھر بیس فٹ کی بلندی پر بلیک ہاک کی ناک اس کے حیطہ نظر میں داخل ہوئی۔ وہ سست رفتاری سے گزر رہا تھا‘ جو حیرت انگیز بات تھی۔

علی یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ بلیک ہاک یو ایچ 60 اے تھا۔ اگر اسے درست یاد تھا تو 87ء میں پائلٹ کی سیٹ کو ایک فٹ پیچھے کر دیا گیا تھا۔ بہرحال اس کے پاس اب

یہی ایک موقع تھا۔ اندازے کی درستی کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔

کاک پٹ والا حصہ اس کے عین اوپر سے گزر رہا تھا۔ وہ ریوالور اوپر اٹھائے تنا کھڑا تھا۔ اب...... اب...... ہاں‘ اب مناسب ہے۔

ملٹری میں اپنے بارہ برسوں کے دوران اس نے کبھی کسی پر گولی نہیں چلائی تھی۔ کبھی ایسا موقع ہی نہیں آیا تھا‘ اور اب موقع آیا تھا تو اسے اپنی طاقت کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ یہ وہ اپر کٹ تھا‘ جو اگر درست لگ گیا تو ناک آؤٹ پنچ ثابت ہوگا۔ اور وہ بھی اپنے سے بہت طاقتور حریف کے مقابلے میں!

اس کا منہ کھلا تھا۔ دائیں آنکھ شست باندھنے کے مرحلے میں بند تھی۔ پھر اس نے اپنے اندازے کے مطابق چھ کی چھ گولیاں حیطہ نگاہ سے پھسلتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے نچلے حصے میں اتار دیں۔

لیکن اسے لگا کہ ہیلی کاپٹر اب بھی زندہ ہے۔

پھر بالکل اچانک ہیلی کاپٹر ایک طرف جھکا اور گرنے لگا...... گرتا چلا گیا۔

”وہ مارا۔“ علی نے نعرہ لگایا۔ اوپر لزا بھی مٹھیاں بھینچ کر خوشی سے چلائی۔ ہیلی کاپٹر بے قابو ہو چکا تھا اور نیچے گر رہا تھا‘ لیکن لزا کی خوشی دیرپا نہیں تھی۔ کیونکہ ہیلی کاپٹر نے زاویہ بدلا اور اب وہ اسی طرف گرتا آ رہا تھا‘ جہاں وہ کھڑی تھی۔ لگتا تھا‘ پائلٹ کنٹرول اسٹک پر گر پڑا ہے۔ ہیلی کاپٹر اب بھی ترچھا ہو کر گر رہا تھا۔

لزا دراڑ کی طرف جھپٹی اور اس نے اندھادھند چھلانگ لگا دی۔ اس نے اوپر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر زمین سے ٹکرانے کے بعد ٹوٹا تھا اور وہ بھی دراڑ میں گر رہا تھا۔ خوش قسمتی سے وہ اس کی زد پر نہیں تھی۔

وہ ریت پر پیٹھ کے بل گری اور لیٹی رہ گئی۔ اس میں اٹھنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

”لزا۔“ علی نے اسے پکارا۔

پر نیچے گرتے گرتے ٹوٹ گیا تھا۔ اس کے ٹکڑوں کے ساتھ ساتھ چھوٹے بڑے پتھر

بھی گر رہے تھے۔ لزا نے علی کی پکار سنی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا لیکن اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"لزا' اٹھو جلدی کرو۔" اس بار علی کی آواز قریب سے آئی۔ پھر مضبوط ہاتھوں نے اسے سہارا دیا۔ "آؤ......"

علی نے کلائیوں سے تھام کر اسے کھڑا کیا اور آگے کی طرف کھینچا۔ اسی وقت دھماکہ ہوا' لگتا تھا زمین پھٹ گئی ہے۔ گردوغبار کا طوفان سا اٹھا تھا۔

دوسرا دھماکہ نارنجی روشنی لایا۔ اس کا مطلب تھا کہ ہیلی کاپٹر پھٹ گیا ہے۔

وہ دونوں زمین پر ایک دوسرے کے اوپر گرے ہوئے تھے!

***

آگ کی وہ روشن گیند پہاڑوں کے درمیان اچھلی۔ افق روشن نظر آنے لگا۔

"جیزز کرائسٹ۔" پریچٹ بے ساختہ چلایا۔

"بے چارہ نووک۔" جانسن بڑبڑایا۔

"بے عقل' احمق۔" وکٹر غرایا۔

پریچٹ وکٹر کی طرف مڑا' جو اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ "تم کہہ رہے تھے کہ دوسرے پائلٹ کی طرف سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ ناکارہ اور بزدل ہے۔ تو پھر ذرا مجھے سمجھاؤ کہ یہ ہیلی کاپٹر کیسے کریش ہو گیا۔"

"پائلٹ کی غلطی سے۔" وکٹر نے بے پروائی سے کہا۔

"یہ بھی تمہاری غلطی ہے۔ تم بھی تو پائلٹ ہو۔"

وکٹر نے جواب نہیں دیا۔

"ممکن ہے' اندھیرے میں ہیلی کاپٹر کسی چٹانی دیوار سے ٹکرا گیا ہو۔" کیلی نے رائے زنی کی۔

"ریت بھی تو بہت اڑ رہی تھی۔ ممکن ہے' اس کے انجن میں ریت گھس گئی ہو۔" بیکر

نے خیال ظاہر کیا۔

"ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نووک کی پوری توجہ ہیلی کاپٹر پر نہ ہو۔" وکٹر نے کہا۔ پھر وہ پریچٹ کی طرف مڑا۔ "تم جواب دو۔ پائلٹ کا انتخاب تم نے کیا تھا۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ یہ نووک کی غلطی کی وجہ سے ہوا ہے۔ میں قسم کھا سکتا ہوں کہ میں نے فائرنگ کی آواز سنی تھی۔ تم نے نہیں سنی؟"

"نہیں۔ میں نے صرف ہیلی کاپٹر کے پہلوؤں میں نصب M60 کی فائرنگ کی آواز سنی تھی۔" وکٹر نے کہا۔ پھر اس نے سگریٹ سلگائی اور دراڑ کی طرف چل دیا' جہاں بیکر اور کیلی پہلے ہی ایٹم بم کو اوپر لانے کی کوشش کر رہے تھے۔

پریچٹ بھی وکٹر کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔ "اب پھر سے کہو کہ میری یہاں موجودگی ضروری نہیں۔" اس نے وکٹر سے کہا۔

"میں پھر سے کہہ رہا ہوں کہ یہاں تمہاری موجودگی کی ضرورت نہیں۔" وکٹر نے اطمینان سے کہا۔

"تم نے کہا تھا کہ تم نے بڑی محتاط منصوبہ بندی کی ہے۔"

"یہ بھی درست ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس ہیلی کاپٹر کا نقصان بھی تمہارے منصوبے کا حصہ تھا۔"

"میں نے اس امکان کو بھی ذہن میں رکھا تھا۔"

"اب ہم ان ایٹم بموں کو کیسے لے کر جائیں گے؟"

"یہ ٹرالر یہاں بے سبب تو نہیں ہیں۔"

"اوہ...... تو اب ہم ہیلی کاپٹر کے بجائے ٹرالروں میں بم لادیں گے۔ ایسا ہے؟"

"ہاں ایسا ہی ہے۔" وکٹر نے پریچٹ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ویل میجر' میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اس مہم پر بہت رقم خرچ کی ہے۔ یہ بڑی سرمایہ کاری ہے' اور سچی بات یہ ہے کہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ تم پر میرا

اعتماد متزلزل ہوتا جا رہا ہے۔"

وکٹر مسکرایا۔ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ دوسرے لوگ بھی ان کی طرف متوجہ تھے۔ وکٹر نے مڑ کر انہیں دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ ہمارے مسٹر پریچٹ دولت کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہوں گے لیکن ایٹمی ہتھیاروں کے بارے میں انہیں کچھ معلوم نہیں' اور انہیں ہر وقت دولت کی فکر رہتی ہے۔ یہ اور کسی چیز کی فکر نہیں کر سکتے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" پریچٹ نے آنکھیں نکالیں۔

وکٹر نے اس کی طرف دیکھا اور دوستانہ انداز میں مسکرایا۔ "میرے دل میں اس بات کی بڑی قدر ہے مسٹر پریچٹ کہ تم اور تمہارے ساتھیوں نے اس مشن پر دل کھول کر رقم خرچ کی ہے۔" اس نے کہا۔ "لیکن اس مشن کو تو سمجھو۔" اس نے پریچٹ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اسے گرفت میں لیا۔ "یہ ایک ملٹری آپریشن ہے اور تم اس کی الف بے بھی نہیں سمجھتے۔" پریچٹ کے کندھے پر وکٹر کی گرفت اب سخت ہوتی جا رہی تھی' اور مسکراہٹ اس کے چہرے سے مٹ رہی تھی۔ "میں ملٹری میں بیس سال سے ہوں دو سال میں منٹگمری کے وار کالج میں رہا ہوں۔ گلف میں' میں نے سینکڑوں مہمات کی منصوبہ بندی کی ہے اور جہاز اڑایا ہے۔"

"تمہارا سی وی میرے پاس موجود ہے۔" پریچٹ نے کہا۔

"گڈ۔ تو تمہیں معلوم ہے کہ میرا کام ہی یہی ہے۔"

"میں یہ کہنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ تم اس کام کو اچھی طرح نہیں کر پا رہے ہو۔"

وکٹر نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور پریچٹ کے کندھے سے گویا خیالی گرد جھاڑنے لگا۔ پھر اس نے پریچٹ کے رخسار کو تھپتھپایا۔ "تو تمہارا خیال ہے کہ میں یہ کام اچھی طرح نہیں کر رہا ہوں۔"

"ہاں' اور یہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

وکٹر اب اس کا رخسار زیادہ زور سے تھپتھپا رہا تھا۔ "ملٹری کا تجربہ بہت وسیع ہے۔ ہے نا؟" اس کے ہاتھ کی رفتار بڑھ رہی تھی۔

پریچٹ نے ہاتھ اٹھا کر اس کے ہاتھ کو روکا۔ "نہیں میجر' مجھے ملٹری کا کوئی تجربہ نہیں لیکن اس کا اس بات سے کیا تعلق ہے؟"

وکٹر چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ پھر اپنا ہاتھ نیچے کر لیا۔ "میں یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھ پر تنقید کرنے کی اہلیت کے لیے کسی کا جنرل ہونا ضروری ہے۔ دیکھو مسٹر پریچٹ' میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہم اس وقت حالت جنگ میں ہیں۔ لڑائی پل پل بدلتی صورت حال کا نام ہے۔ اس لیے منصوبہ بندی کرتے ہوئے متبادل اقدامات سوچے جاتے ہیں۔ سب کچھ منصوبے کے عین مطابق نہیں ہوتا۔ منصوبہ بنانا اور بات ہے' اور اس پر عمل کرنا ایک بالکل مختلف بات ہے۔ میں نے بھی منصوبہ بناتے وقت متعدد امکانات سامنے رکھے تھے اور ان کے مطابق متبادل اقدامات سوچے تھے۔ اب مجھے بتاؤ کیا تمہارے پاس اندازہ لگانے کی صلاحیت ہے؟"

پریچٹ خاموش رہا۔ کچھ نہیں بولا۔

"بولو نا۔ کوشش تو کرو۔"

پریچٹ اب بھی خاموش تھا۔

"بس...... وقت پورا ہو گیا۔ اب میں بتا سکتا ہوں۔" وکٹر نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ "ایک مشن کے کبھی دو کمانڈر نہیں ہوتے۔ یہ کبھی نہیں ہوا۔ ایسا کام ہو تو ناکامی یقینی ہوتی ہے' تو یہاں تم پشت پناہ ضرور ہو لیکن باس میں ہوں۔ سمجھ گئے؟ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے مجھے اس آپریشن کے لیے سرمایا فراہم کیا...... بھاری سرمایہ۔ لیکن فکر مت کرو۔ اگر تم کامیاب ہو گئے تو منافع سرمائے کے مقابلے میں دس گناہ زیادہ ہو گا۔"

پریچٹ نے گہری سانس لی۔ "اگر ہم کامیاب ہو گئے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

”اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایٹم بم ہمیں مل گئے تو ہم کامیاب ہیں۔“ وکٹر نے کہا اور گھڑی میں وقت دیکھا۔ ”اب اس وقت بھی ہم اپنے شیڈول سے 17 منٹ آگے ہیں۔ دو گھنٹے کے اندر سب کچھ منصوبے کے مطابق ہو چکا ہوگا۔ میں شروع ہی سے کہہ رہا ہوں کہ میں واشنگٹن میں بیٹھے ہوئے فیصلہ کرنے والے احمقوں کی کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔ وہ کوئی حماقت بھی کر سکتے ہیں۔ وہ یہ سوچ کر کہ میں بلف کر رہا ہوں' ادائیگی سے انکار بھی کر سکتے ہیں۔“

”اور اگر انھوں نے ایسا ہی کیا تو کیا تم واقعی وہی اگلا قدم اٹھاؤ گے جو تم نے سوچا ہے۔“

وکٹر نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ”بالکل۔ میں اس کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔“ اس نے کہا۔ ”اگر انہوں نے ادائیگی نہیں کی تو جنوب مغربی امریکا آنے والے دس ہزار برسوں تک سنسان اور غیر آباد مقام رہے گا۔“

وکٹر نے سگریٹ کو ایک طرف اچھالا اور دراز کے دہانے پر بیٹھ کر رسی تھامی اور نیچے اترنے لگا۔

* * *

پنٹاگون کے سچویشن روم میں اب صرف وہائٹ ہاؤس کا چیف آف اسٹاف بیئرڈ بیٹھا تھا۔ سب لوگ خالی بیٹھ کر سوچنے اور اندازے لگانے کی اذیت سے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر ہو گئے تھے۔ جائلز اس وقت جہاز میں تھا اور وہاں جا رہا تھا' جہاں جہاز کریش ہوا تھا۔ جنرل کریلے ملحقہ ویٹنگ روم میں کاؤچ پر پاؤں پھیلائے نیم دراز تھا۔ جنرل شینڈر کسی نائٹ سکریٹری سے گفتگو میں مصروف تھا۔ جنرل جیف فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔

خود بیئرڈ کمپیوٹر پر گیم کھیل رہا تھا۔ اس نے توقف کرنے والا بٹن دبایا اور اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔ حالانکہ ابھی چالیس سیکنڈ پہلے بھی اس نے گھڑی میں وقت دیکھا تھا۔

سات بج کر اٹھائیس منٹ۔ اس کا مطلب ہے کہ لاس ویگاس میں اس وقت چار بج کر اٹھائیس منٹ ہوئے تھے۔ یعنی ابھی صدر صاحب کو کال کرنے کے لیے مناسب وقت نہیں تھا۔ پھر بیئرڈ چاہتا تھا کہ جب وہ انہیں کال کرے تو اس کے پاس خاصی معلومات ہوں۔

اس نے کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگائی۔ اب وہ جنرل کریلے کو دیکھ سکتا تھا۔

”سیٹلائٹ کو پوزیشن میں آنے میں اور کتنی دیر لگے گی؟“ اس نے اس سے پوچھا۔

کریلے نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ ”چالیس منٹ۔“ اس نے جواب دیا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی سیارہ ہمارے قریب کیوں نہیں ہے۔“ بیئرڈ نے کہا۔

”اس لیے کہ ہمیں اپنے متعلق جاسوسی کرنے کی ضرورت نہیں۔“

بیئرڈ کے سامنے رکھے فون پر بلب آن ہوا۔ اس نے ریسیور اٹھالیا۔ ”لیس؟“

”میں جائلز بول رہا ہوں۔“

”کیا بات ہے؟“

”میں سوچ رہا ہوں۔“

”کس سلسلے میں؟“ بیئرڈ نے جھنجلا کر کہا۔ اس وقت وہ چاہتا تھا کہ کوئی کچھ کرے۔ صرف سوچے نہیں۔

”میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ممکن ہے' بات پائلٹ کی غلطی کی نہ ہو۔“

کریلے سچویشن روم میں چلا آیا۔ اس کے پیچھے شینڈر تھا۔ شینڈر نے کان پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا کہ وہ بھی کال سننا چاہتا ہے۔ بیئرڈ نے کال کو اسپیکر پر منتقل کر دیا۔

”یہ کوئی ڈرامائی سوال ہے۔ یا تمہارے پاس یہ سوچنے کا کوئی جواز بھی ہے؟“ بیئرڈ نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ جواز ہے۔“ جائلز نے کہا۔ ”جہاز پر سے اپنے آخر کار رابطہ میں

میجر وکٹر ڈکسن نے کہا تھا کہ کیپٹن علی نے بیڑا غرق کر دیا، اور اس کے بعد اس نے جہاز چھوڑ دیا اور جہاز کریش ہو گیا۔ اس سے یہ نتیجہ تو ہم نے نکالا تھا کہ یہ پائلٹ کی غلطی کا کیس ہے۔"

"جائلز...... میں جنرل کریلے بات کر رہا ہوں۔"

کریلے نے مداخلت کی۔ "یہ بتاؤ کہ اس کا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

"ہو سکتا ہے، میجر وک ہمیں یہ بتانے کی کوشش کر رہا ہو کہ کیپٹن علی نے دانستہ جہاز کریش کر دیا۔"

"مسٹر، میں سمجھ رہا تھا کہ تم یہی بات کہنے والے ہو۔" کریلے کے لہجے میں برہمی تھی۔ "لیکن میں تمہاری سوچ کے عمل کو درست پٹڑی پر ڈالنا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ وہ کیریئر ختم کرنے والے راستے پر بڑھ جائے۔ یاد رکھو کہ ہم اپنے پائلٹس کی بہت باریک بینی سے چھان بین کرتے ہیں۔ یونہی انہیں جہاز نہیں تھما دیتے۔ ہوا باز گمراہ بھی نہیں ہوتے۔"

"اور ویسے بھی ایک بی تھری کو کریش کرنے کا فائدہ؟" بیئرڈ نے سوال اٹھایا۔

لیکن جائلز پر کریلے کے غصے کا کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔ "کیپٹن علی پاکستانی نژاد ہے...... مسلمان ہے۔" اس نے کہا۔ "اور اس سے پہلے پاکستانی سائنس دان کئی اہم ایٹمی فارمولے چرا کر نکل چکے ہیں۔ سائنس دان بھی بغیر چھان بین کے نہیں رکھے جاتے۔ اور یہ بھی نہ بھولیں کہ دو ایٹم بم دولت کے لحاظ سے اتنی بڑی چیز ہیں کہ ریٹائرمنٹ کے بعد ایئر فورس سے ملنے والی پینشن اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور جہاز کو ٹکرانے کا فائدہ یہ ہے کہ ہم سراغ کے لیے اس کے ملبے کو کھنگالیں گے اور اس میں وقت لگے گا۔"

جنرل جیف اپنے دو معاونین کے ساتھ واپس آ گیا تھا۔ "ان ایٹم بموں کی بلحاظ دولت اہمیت کس کے لیے ہو سکتی ہے؟" اس نے پوچھا۔ "بیٹے، ایٹمی ہتھیار خریدنے کے

بہت سے آسان طریقے ہیں۔ ان کے لیے آدمی سابقہ سوویت یونین کی کسی موجودہ آزاد ریاست سے بآسانی رابطہ کر سکتا ہے۔ اور بم اتنے مہنگے بھی نہیں ملیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" جیف نے کہا۔

"آپ سوچیں، وہ بم واپس لینے کی آپ کیا قیمت ادا کر سکتے ہیں۔" جائلز نے کہا۔ "حکومت ریاست ہائے متحدہ امریکا اس بات کی ضمانت نہیں چاہے گی کہ وہ بم اس ملک میں استعمال نہ ہوں؟"

ایک لمحے میں جنرل جیف کی خود اعتمادی ہوا ہو گئی۔ اس نے کریلے کی طرف دیکھا، جس کے چہرے پر ایسا تاثر تھا کہ کسی نے بے خبری میں اس کے سر پر ڈنڈا رسید کر دیا ہے۔ شینڈر نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے اور بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

"جائلز...... ذرا رکو۔" بیئرڈ نے کہا۔ پھر وہ جنرل کریلے کی طرف متوجہ ہوا۔ "جنرل، آپ بتائیں، کیا ان بموں کو ایکٹیویٹ کرنے والے کوڈ ہیں یا نہیں۔ یا کوئی بھی انہیں کہیں بھی استعمال کر سکتا ہے؟"

"کوڈ کے بغیر وہ ایکٹیویٹ نہیں ہو سکتے۔" کریلے کو سنبھلنے کا موقع مل گیا۔

"اور جناب صدر اور آپ لوگوں کے سوا کسی کو وہ کوڈ معلوم نہیں۔" بیئرڈ نے کہا۔

"بے شک۔ ان کوڈز کو سیکورٹی لیول نمبر 8 کے لوگ جانتے ہیں۔ جبکہ کیپٹن علی جیسے پائلٹ لیول نمبر سات میں آتے ہیں۔"

بیئرڈ نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ "لیکن جنرل، میجر وکٹر کا تعلق لیول آٹھ سے ہے۔"

کریلے نے مانیٹر اسکرین کی طرف دیکھا۔ پھر کچھ کیز دبائیں۔ میجر وکٹر ڈکسن کی ہسٹری سامنے آئی۔ وہ اس کا جائزہ لینے لگا۔ پھر اس نے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو بیئرڈ۔ ایسا ہونا نہیں چاہیے تھا۔ یہ کس کی بے پروائی کا نتیجہ ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اگر وکٹر کیپٹن علی کے قبضے میں ہے تو وہ اس سے کوڈ اگلوا سکتا

ہے۔"

جنرل جیف اپنے ایک معاون کی طرف مڑا۔ "مجھے ان دونوں ہوابازوں کی نفسیاتی فائل لاکر دو۔"

"بہت بہتر جناب۔" معاون نے کہا اور سچویشن روم سے چلا گیا۔

جنرل جیف نے اپنے دوسرے معاون سے پوچھا۔ "نیسٹ کی ٹیم اس وقت کہاں ہے؟"

معاون نے گھڑی میں وقت دیکھا اور بولی۔ "وہ بیس منٹ پہلے روانہ ہو چکے ہوں گے۔"

"انچارج کون ہے ان کا؟"

"کرنل ہنٹ۔"

"اسے فون ملاؤ۔" جنرل نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ پھر وہ اسپیکر کی طرف مڑا۔ "مسٹر جائلز؟"

"یس سر؟" دوسری طرف سے جائلز نے کہا۔

"تم نے زبردست کام کیا ہے۔ شاندار سوچ! جو صورت حال سامنے آئے گی، ہم تمہیں اس سے باخبر رکھیں گے۔"

"تھینک یو مسٹر چیئر مین۔"

بیئرڈ اور کریلے کے سر کچھ اور جھک گئے۔

☼ ☼ ☼

C141A ٹرانسپورٹ پلین میں چھ فوجی بیٹھے تھے۔ ان کے چہروں پر گمبھیرتا تھی۔ وہ سیٹ بیلٹ باندھے ہوئے جمپ سیٹس میں بیٹھے تھے۔ ان کے انداز سے چوکنا پن ظاہر ہو رہا تھا۔

جہاز مقررہ بلندی تک پہنچا تو کرنل ہنٹ کھڑا ہوا۔ "ساتھیو، تم جانتے ہو کہ خطرات

کی بیشتر کالیں بوگس ثابت ہوتی ہیں۔ ہم کئی بار ایسی کالز پر نکلے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو خواہ مخواہ یہ بھاری لباس پہننا برا لگتا ہے۔ اب میں بتاؤں کہ میں اس مخصوص کال پر خوش ہوں...... بہت خوش۔ کیونکہ یہ بوگس کال نہیں۔ میں پھر دہراتا ہوں کہ یہ بوگس کال نہیں۔ خبر ملی ہے کہ 'ٹوٹا تیر' جس کا یہ معاملہ ہے' کھل گیا ہے اور رس رہا ہے۔ ہم اب سے 96 منٹ بعد متوقع طور پر اوتاہ میں اتریں گے۔ اس دوران آپ اپنے سوٹس کی سلائی اور سیل اچھی طرح چیک کرلیں۔ اس کے علاوہ رینڈل اور ہوپ جہاز کے سنسر چیک کریں گے۔ لنکاسٹر، تمہیں بیٹریوں کو چیک کرنا ہے۔ ہر چیز کو دو مرتبہ نہیں کم از کم تین مرتبہ چیک کیا جائے۔"

"سر؟"

ہنٹ کی نگاہیں ریڈیو آپریٹر کی طرف اٹھیں۔ "یس ایئر مین یام؟"

نوجوان یام اٹھا اور اس نے فون ہنٹ کی طرف بڑھایا۔ اس کے لہجے میں اور آنکھوں میں گہرا استعجاب تھا۔ "جوائنٹ چیف آف اسٹاف کے چیئر مین جنرل جیف آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

ہنٹ مسکرایا۔ گویا معاملہ سنگین ہے۔ بڑے لوگ یونہی براہ راست بات نہیں کرتے۔ اسے اور اس کی ٹیم کو اپنی اہمیت اور افادیت ثابت کرنے کا پہلا بڑا موقع مل رہا تھا۔ وہ بڑے باوقار انداز میں آگے بڑھا اور ریسیور ہاتھ میں لیا۔ "کرنل ہنٹ اسپیکنگ سر۔"

"کرنل...... میں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں لیکن تمہیں خبردار بھی کرنا ہے۔ عین ممکن ہے کہ تمہارا واسطہ کسی دہشت گرد سے پڑے۔"

"کچھ نئی معلومات ہیں جناب؟"

"نہیں لیکن یہ امکان سامنے آیا ہے کہ جہاز کے دو ہوابازوں میں سے ایک نے یہ گڑبڑ کی ہے۔"

"ہوابازوں کے نام بتادیں جناب۔"

"کیپٹن علی جمال اور میجر وکٹر ڈکسن۔"

"سر! ایک بار رنگ میں، میں میجر وکٹر سے لڑ چکا ہوں۔"

"ہمارے خیال میں وہ مشتبہ نہیں۔ کیپٹن علی ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ اس کا باپ پاکستانی تھا۔ اب یہ بتاؤ کرنل کہ موجودہ صورت حال میں تمہارا منصوبہ کیا ہوگا؟"

"ہم وہاں پہنچ کر بوبی ٹریپ تلاش کریں گے۔ اِدھر اُدھر بھی .... اور بموں میں بھی۔ آپ کے خیال میں وہ تنہا بھیڑیا ہے یا پورا جھنڈ ہوگا؟"

"ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ تمہیں ہر بات کا خیال رکھنا ہوگا۔"

"اگر یہ حادثہ نہیں ہے تو ہمیں مجرم کو پکڑنا ہے۔" جنرل نے کہا۔ "لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ تباہی کے امکان کو ہر قیمت پر ختم کرنا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب۔ ہم ایسے موقع کے کب سے منتظر تھے۔ ہم آپ کا سر نہیں جھکنے دیں گے جناب۔"

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ ہنٹ نے ریسیور ایئر مین یام کو تھمایا اور اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا۔ اس نے انہیں تمام تفصیل سے آگاہ کیا۔ پھر وہ بیٹھ کر میجر وک سے اپنے باکسنگ کے مقابلے کو یاد کرنے لگا۔

یہ ڈیڑھ سال پہلے کی بات تھی۔ وک نے سخت مقابلے کے بعد اسے شکست دی تھی۔ اس کے چند روز بعد اسے نیسٹ میں بھیج دیا گیا تھا۔ اس لیے اسے جوابی مقابلے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

ہنٹ دعا کر رہا تھا کہ گندا انڈا میجر وکٹر ڈکسن ہو۔ وہ اس سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔

✳ ✳ ✳

علی اور لزا دراڑ سے نکل آئے تھے۔ یہ دیکھ کر کہ وہ جل کر مرنے کے کتنا قریب تھی، لزا کا چہرہ چند لمحوں کے لیے دھواں دھواں ہو گیا تھا۔ مگر اس نے بہت تیزی سے خود کو سنبھال لیا تھا۔ علی اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسے اس کی یہ ادا بہت بھائی۔

کاک پٹ اب بھی جل رہا تھا۔ علی اس کے جتنا قریب جا سکتا تھا، گیا اور اس نے اندر جھانکا۔ پھر وہ لزا کے پاس واپس آیا۔ "وہ مر چکا ہے۔" اس نے بتایا۔ "اصولاً تو تمہیں داد دینی چاہیے لیکن یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔"

"لگتا تو مجھے بھی نامناسب ہی ہے۔"

"لیکن یہ سب سے بڑی حقیقت ہے کہ وہ ہمیں ختم کرنا چاہتا تھا۔ ایسے لوگوں سے میں کوئی ہمدردی نہیں کر سکتی۔"

دونوں جلتے ہوئے بلیک ہاک کو دیکھتے رہے۔ اس کے اٹھتے ہوئے شعلے سر اٹھاتے ہوئے سورج کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

علی نے سر اٹھا کر افق کو دیکھا۔ وہ مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ "وہ یہاں سے کیسے نکلیں گے؟" اس نے پوچھا۔

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ یہی اس ہیلی کاپٹر کی قبر ہے۔ اسے کہیں لے جایا نہیں جا سکتا۔"

"نہیں سمجھیں۔ میں ایٹم بموں کی بات کر رہا ہوں۔ اب ہیلی کاپٹر تو ہے نہیں لیکن وک نے متبادل بندوبست بھی کر رکھا ہوگا۔ میں اسے جانتا ہوں۔" علی کہتے کہتے رکا۔ "اچھا یہ بتاؤ، تم کیا کرو گی؟ آدھے ٹن وزن کے دو بموں کو تم یہاں سے کیسے نکالو گی؟"

"اگر ان کے پاس ٹرک ہیں تو یہاں فور وھیل ڈرائیو کا راستہ موجود ہے۔"

"راستہ موجود ہے؟"

"ہاں۔" لزا نے کہا۔ پھر وہ چونکی۔ "ہاں...... ان کے پاس ٹرک ہیں۔ کلائیڈ نے مجھے بتایا تھا کہ رات کو کسی نے نیڈلز گیٹ کے علاقے میں مشکوک ٹرکوں کی نقل و حرکت دیکھی اور رپورٹ کی تھی۔" اس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔ "میں کتنی بے وقوف ہوں۔ وہ ملٹری کے ٹرک ہوں گے۔"

"ٹرالر ہوں گے .... فور وھیل ڈرائیو ٹرالر۔ وہ ٹینک جیسے ہوتے ہیں۔ کہیں بھی

چلائے....... لے جائے جا سکتے ہیں۔" علی نے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے۔ اس سہولت کے باوجود وہ اس فور وھیل ڈرائیو راستے پر جائیں گے۔"

"مجبوری ہے۔ اس کے سوا نکلنے کا کوئی راستہ ہے ہی نہیں۔"

"وہ کس طرف ہے؟"

"وہ....... جنوب کی طرف۔" لزا نے اشارہ کیا۔ "یہاں سے باہر۔"

علی چند لمحے اس طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے گن کے سلنڈر کو کھولا۔ "تمہارے پاس اور گولیاں ہیں؟"

"ایک منٹ۔" لزا نے اسے بغور دیکھا۔ "کیا تم اس وک کے پیچھے جا رہے ہو؟"

"مجھے جانا ہے۔ یہ ضروری ہے۔"

"تو تم کرو گے کیا؟ اس کے ٹائروں پر گولیاں چلاؤ گے؟"

"نہیں۔ یہ بے سود ہوگا۔ میں کچھ اور سوچوں گا۔"

لزا اب اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ "اُس کے پاس تو ہر طرح کا اسلحہ ہوگا اور تم انسان دوست ہو۔ ولن ہوتے تو اور بات تھی۔ میرا مقصد تمہاری توہین کرنا نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں تمہارا کوئی چانس نہیں ہے۔"

علی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔ لزا نے گہری سانس لی اور اپنی بیلٹ سے گولیاں نکالنے لگی۔ پھر اُس نے گولیاں اُس کی طرف بڑھا دیں۔

"تمہاری بات درست ہو سکتی ہے۔" علی نے گن لوڈ کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن میرے پاس کوئی چوائس نہیں ہے۔ وہ بم میری ذمہ داری ہیں۔"

علی نے سلنڈر بند کیا۔ اسے اپنے ہاتھوں میں لرزش نظر آئی۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور ایک گہری سانس لی۔ بے شک....... وہ سخت دن تھا۔ لیکن اب بھی کمزوری دکھانے کا موقع نہیں ہے۔ اس نے خود سے کہا۔

"تم اس صورتِ حال کے لیے تیار نہیں ہو۔" لزا نے کہا۔

"میں تیار ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح فون تک پہنچو اور میکران کال کرو۔ کر سکو گی۔"

"کر لوں گی۔ لیکن......."

"تھینکس۔" علی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "تم نے بہت مدد کی ہے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

لزا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "یو آر ویل کم لیکن......."

"تم فکر مت کرو۔ میں ٹھیک رہوں گا۔ ہاں سنو' تمہارے پاس بیس ڈالر ہوں گے؟"

"تم مجھ سے بیس ڈالر قرض لینا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ میں بٹوا ساتھ نہیں لایا تھا۔ بی تھری بمبار میں کوئی شاپنگ مال نہیں ہوتا۔"

"تم اس کا کیا کرو گے؟ یہاں تو کوئی گفٹ شاپ بھی نہیں ہے۔"

"اب مذاق ختم۔" علی نے اس کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔

لزا کے چہرے پر حیرت تھی۔ تاہم اس نے اپنی جیکٹ سے والٹ نکالا اور اس میں سے بیس ڈالر کا نوٹ نکال کر اسے دیا۔ "یہ میرے اگلے ہفتے کے خرچ کی رقم ہے۔"

"میں قرض لے کر ہضم کر جانے والا آدمی نہیں ہوں۔"

"اس کے لیے زندہ رہنا ضروری ہے۔ مردے کبھی قرض نہیں لوٹاتے۔"

"اس صورت میں تم وائٹ مین ایئربیس فون کرنا۔ جنرل بون تمہیں تمہارا قرض لوٹا دیں گے۔"

"لیکن میں یہ نہیں چاہتی۔ میں تو تم سے ہی واپس لوں گی۔"

علی مسکرایا۔ "پورے دن میں یہ ایک مثبت اور اچھی بات میں نے سنی ہے۔ شکریہ۔ لیکن تم پریشان نہ ہو۔ ایک بات ہے' جو میرے حق میں جاتی ہے۔"

"مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"وہ یہ کہ وک مجھ سے یہ توقع کر ہی نہیں سکتا ہے کہ میں اس کے پیچھے آؤں گا۔" علی نے تصور میں خود کو وکٹر کے ساتھ رنگ میں دیکھا۔ اس کی گفتگو لزا کو سنائی۔ "میں فائٹر نہیں ہوں۔ میرے اندر کامیابی کی خواہش کی آگ روشن نہیں ہے۔ میں بہت آسانی سے پیچھے ہٹ جاتا ہوں۔ کم از کم وک کا یہی کہنا ہے؟"

"تو کیا وہ ٹھیک کہتا ہے؟" لزا نے پوچھا۔

علی نے ایک گہری سانس لی۔ "ممکن ہے، ٹھیک کہتا ہو۔ یہی تو دیکھنا ہے' اس نے ریوالور اپنے چہرے سے لگایا۔ "میرے اندر جس طرح کی دیوانگی ابھری ہے' مجھے یقین ہے کہ وہ وک کو حیران کر دے گی۔"

علی جانے کے لیے مڑا۔ وہ کنکریلے راستے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں خیالات کی یورش ہو رہی تھی۔ ہر خیال دوسرے خیال سے بڑھ کر تلخ اور پریشان کن تھا۔ اچانک اسے اپنے عقب سے کنکروں کے لڑھکنے کی آواز سنائی دی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ لزا تیز قدموں سے اس کی طرف آ رہی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثر سے پتا چلتا تھا کہ وہ پوری دل جمعی کے ساتھ کوئی فیصلہ کر چکی ہے۔

"تم کیا کر رہی ہو؟" علی نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہارے ساتھ آ رہی ہوں۔"

"نہیں۔ دیکھو' میں سپاہی ہوں اور تم پارک رینجر ہو۔ تم صرف فون کی فکر کرو۔"

"قریب ترین فون کے لیے دو گھنٹے پیدل چلنا ہوگا۔ تو پھر فون کا فائدہ؟ اس وقت تک تو وہ کہیں کے کہیں پہنچ چکے ہوں گے اور دوسری بات یہ کہ میں اس علاقے سے پوری طرح واقف ہوں۔ تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے۔"

"میں کام چلا سکتا ہوں۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتی۔" لزا نے کہا۔ "دیکھو' میں یہاں کے غاروں' کانوں اور ایسی جگہوں سے واقف ہوں' جہاں سورج کی پوزیشن ایسی ہوگی کہ وہ تمہیں نہیں دیکھ سکیں

گے۔ تم اکیلے کیا کرو گے۔ تم کوئی شکاری تو نہیں ہو۔ البتہ شکار ضرور ہو سکتے ہو۔"

علی نے دل میں تسلیم کیا کہ وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اپنی افادیت تو وہ ابھی کچھ دیر پہلے ثابت بھی کر چکی تھی۔ "لیکن تم ایسا کیوں کرو۔ یہ تمہارا میدان نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

وہ اس سے جڑ کر شانہ بہ شانہ کھڑی ہو گئی۔ "کچھ لوگ یہاں ایٹمی ہتھیار لیے پھر رہے ہیں۔ ایسے میں یہ میری ذمے داری ہے۔"

یہ بات بھی درست تھی۔ "ٹھیک ہے۔" علی نے کہا۔ "لیکن وہ ایٹم بم گنوائے میں نے ہیں۔ ان کی واپسی کے لیے خطرہ میں مول لوں گا۔ یہ بات طے ہے۔"

"او کے۔ منظور۔" لزا نے کہا۔ "اب ہمیں مغرب کی سمت اس چھجے کی طرف چلنا ہے۔ وہاں سے نیڈلز کو دیکھا جا سکتا ہے۔ میرا خیال ہے' ابھی وہ وہاں موجود ہوں گے۔"

علی کے ذہن میں اب بھی جذبات اور خیالات کا الجھاؤ تھا۔ بہرحال اب بھی ایک ایسی بات تھی' جس پر اسے سکون حاصل تھا۔ یہ خیال بہت خوش آئند تھا کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔ ورنہ دن بھر جو کچھ ہوتا رہا' وہ اُس نے تنہا جھیلا تھا اور وہ کوئی خوش گوار تجربہ نہیں تھا۔

✻ ✻ ✻

بیکر اور کیلی نے ایٹم بموں کے سامنے والے سیکشن کھول کر علیحدہ کر دیے تھے۔

انہوں نے بموں سے رسی گزار کر' مضبوطی سے باندھنے کے بعد اوپر پہنچا دی تھی۔ ٹرالرز کے عقب میں چرخیاں نصب تھیں۔ ان رسیوں کو ان چرخیوں پر لپیٹ کر تیاری مکمل کر لی تھی۔

وکٹر نے بڑی احتیاط سے ٹرالر کو آگے بڑھایا۔ بم دراز میں اوپر کی طرف سفر کرنے لگا۔ وکٹر نے ٹرالر کی رفتار اسی لیے کم رکھی تھی کہ بم ادھر اُدھر ٹکرائیں نہیں۔ ایٹم بم کا معاملہ تھا۔ حد درجہ احتیاط بہت ضروری تھی۔

پہلا بم اوپر آ گیا تو وکٹر نے اسی طرح دوسرے ٹرالر کو آگے بڑھا کر دوسرے بم کو اوپر کھینچ لیا۔

افق سے اترنے والی شفق کی سرخی میں بم خوفناک انداز میں چمک رہے تھے۔ انہوں نے دونوں بموں کو ایک ٹرالر میں' اس کے پچھلے حصے میں لاد لیا۔ وزن زیادہ نہ ہو' اس خیال سے ایک ٹرالر میں صرف ڈرائیور کو رہنے دیا گیا۔ باقی تمام لوگ دوسرے ٹرالر میں تھے۔

دونوں ٹرالر اسٹارٹ ہوئے اور آگے بڑھ گئے۔

وکٹر نے سگریٹ سلگائی اور پلٹ کر دیکھا۔ پریچٹ نے اس کے چہرے کے سامنے

ہاتھ لہرایا۔ ''مائنڈ تو نہیں کیا تم نے؟''

وکٹر نے اسے سرد نگاہوں سے گھورا۔ ''بالکل نہیں۔'' پھر سگریٹ کا پیکٹ اس کی طرف بڑھایا۔ ''لو....... میری طرف سے۔''

پریچٹ چند لمحے اسے بغور دیکھتا رہا۔ اس کا جی چاہا کے وکٹر کے منہ سے سگریٹ کھینچ لے۔ دوسری طرف وکٹر چاہتا بھی یہی تھا۔ اس کے لیے تو یہ لاٹری کے ٹکٹ پر پہلا انعام نکلنے والی بات ہوتی۔

لیکن پریچٹ بھی سمجھ دار آدمی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آدمی اپنے ہر خیال پر عمل نہیں کر سکتا۔

سب لوگ پرسکون ہو گئے تھے۔ وکٹر اب اپنے بکھرے ہوئے خیالات کو مجتمع کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ علی کے بارے میں سوچنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ اس کے ذہن کا ایک حصہ اب بھی اس پر پچھتا رہا تھا کہ اُس نے علی کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ دونوں ساتھ ہوتے تو کتنا لطف آتا۔ مہم کے دوران بھی اور اس کے بعد بھی' وہ اسے زندگی کے عیش و عشرت والے پہلو سے روشناس کراتا' جس سے علی بالکل نابلد تھا۔ حالانکہ وہ اُس سے دس سال چھوٹا تھا۔

لیکن اس کے ذہن کا دوسرا حصہ اب بھی مُصر تھا کہ اس نے درست فیصلہ کیا۔ علی رنگین مزاج آدمی نہیں تھا۔ جہاز اڑانا اُس کی سب سے پسندیدہ عیاشی تھی۔ اسے پرواز کے علاوہ کسی چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔ دوسرے وہ جائز اور ناجائز کا خیال رکھنے والا تھا۔

پچھلے چار ماہ کے دوران کئی بار وکٹر کا شدت سے جی چاہا کہ علی کو اپنے منصوبے کے بارے میں بتا دے لیکن اس نے خود کو روک لیا۔ اسے یہ فکر نہیں تھی کہ علی اس کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دے گا۔ یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ ڈر اسے یہ تھا کہ علی پہلی فرصت میں جنرل بون کو سب کچھ بتا دے گا۔

کیا احمق آدمی ہے یہ علی۔ وکٹر نے سوچا۔ شاید ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے اس کی

طرح غربت اور محرومی نہیں دیکھی۔ کچھ یہ بھی تھا کہ اس کے باپ نے ہر وقت لیکچر پلا پلا کر اس کی تربیت کی تھی۔ اس کے دماغ میں حرام حلال کا تصور بری طرح ٹھونس دیا تھا۔ اسے قناعت کا درس دیا تھا۔ وقار کی اہمیت اس پر اجاگر کی تھی۔ یہ مسلمان ہوتے ہی بے وقوف ہیں...... اچھے مگر بے وقوف۔ علی مطمئن تھا اور وہ ریٹائرمنٹ کے وقت بھی مطمئن ہوگا۔ حالانکہ اسے جو پینشن ملے گی' اس میں پیتل کی انگوٹھی بھی مشکل سے ہی خریدی جا سکے گی۔

اس کے برعکس وکٹر نے فوج کی ملازمت صرف اس لیے قبول کی تھی کہ وہ جہنم کے باورچی خانے سے نکلنا چاہتا تھا۔ وہ زندگی کی سختیوں سے اور عسرت سے تنگ آ چکا تھا۔ ہر چیز حساب سے خریدنا' اور ہر لمحہ خواہشات کا گلا گھونٹنا۔ یہ اذیت اس کے لیے ناقابل برداشت ہو چکی تھی۔

لیکن وائٹ مین ایئر بیس عملی زندگی کے اعتبار سے جہنم کے باورچی خانے سے کچھ زیادہ باہر نہیں تھا۔ سو وہ اب بھی غریب تھا لیکن وہ الہ دین نہیں تھا۔ وہ تو چراغ میں پھنسا ہوا جن تھا' جو رہائی کا منتظر تھا اور رہائی تو اسے ملنا ہی تھی۔

وکٹر کو اب بھی علی کا خیال تھا۔ وہ بے حد شریف النفس تھا۔ اس نے زندگی میں خواہشوں سے لڑنا' ان کا گلا گھونٹنا سیکھا تھا۔ وہ خواہشیں پوری کرنے کے لیے لڑنے کا قائل نہیں تھا۔ وہ تن آسان تھا۔ اس کے لیے یہ زیادہ بہتر تھا کہ وہ خواہشوں سے دست بردار ہو جائے۔ اور وہ اپنے نظریات پر جمار ہنے والا تھا۔ وہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ جب تک وقت ہے' انسان کو زندگی کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی خوشی جھپٹ لینی چاہیے اور اس عمل میں اگر لوگ زخمی ہوتے ہیں' انہیں دکھ اور تکلیف پہنچتی ہے تو یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ یہ زندگی ہے۔ یہ زندگی کا سسٹم ہے۔ جانور اسی کی مثال ہیں۔ وہ انسان کو سبق دینے کے لیے ہیں۔ کمزور جانور طاقت ور جانوروں کا لقمہ بنتے ہیں۔ وہ ان کی بھوک مٹانے کے لیے ہوتے ہیں۔ اگر شیر بکری کا غم کرے گا تو خود بھوکا نہیں مر جائے گا۔

اخلاقیات قانون بقا سے متصادم ہوتے ہیں۔ کسی دانا نے کبھی کہا تھا کہ اگر خدا کچھ لوگوں کو منڈوانا چاہتا تو وہ انہیں بھیڑ نہ بناتا لیکن کیپٹن علی جمال یہ سب کچھ سمجھتا تھا۔ مگر مانتا نہیں تھا۔ اور وکٹر کو معلوم تھا کہ وہ اس کی بات کبھی نہ مانتا۔ بلکہ وہ اس کا کھیل بگاڑنے کی پوری پوری کوشش کرتا۔

اس وقت بھی وکٹر کو یقین تھا کہ علی کو اس پر ترس آ رہا ہوگا۔ جبکہ عقبی سیٹ پر بیٹھا ہوا صابن کا بلبلہ جس کا نام پریچٹ ہے' جو قوت متخیلہ سے محروم ہے۔ اس کا ہمنوا ہونے کے باوجود اسے ناپسند کرتا ہے۔ بلکہ شاید اس سے نفرت کرتا ہے۔ وکٹر کو اس بات کا یقین تھا۔

لیکن ایک اچھی بات تھی۔ پریچٹ اس کو ناپسند کرتا تھا اور اس پر اعتبار نہیں کرتا تھا' تو یہ یک طرفہ معاملہ نہ تھا۔ خود وکٹر بھی اسے ناپسند کرتا تھا اور اس پر اعتبار نہیں کرتا تھا۔ تو جب بھی وقت آیا اور وہ آمنے سامنے ہوئے تو کسی کو کوئی دکھ نہیں ہوگا۔

کاش علی دوسروں کی فکر کرنے کے بجائے اپنی فکر کرنے کا قائل ہوتا۔ کاش وہ اصولوں کی پروا کرنے والا نہ ہوتا۔ کاش پنچ لگنے کے نتیجے میں اسے اندھا غصہ آتا۔ تب وہ کیسا طاقت ور آدمی ہوتا۔ وکٹر اس کی صلاحیتوں سے آگاہ تھا۔ اگر اس نے چاہا ہوتا تو وہ وکٹر کو کئی بار ناک آؤٹ کر چکا ہوتا۔ وکٹر یہ بات جانتا تھا اور اسے بتاتا بھی رہتا تھا۔ کاش علی میں حوصلہ ہوتا تو وہ اس کا شریک ہوتا لیکن نہیں' وہ تو ہارنے والا تھا۔

بے چارہ علی......!

✳ ✳ ✳

میکران کے ہیلی پیڈ پر کاپٹر اترا۔ جائلز اس میں سے اترا۔ کرنل ولکنس اس کے خیر مقدم کے لیے بڑھا۔ جائلز نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''کرنل ولکنس' میں جائلز پرینکس ہوں۔''

ولکنس کچھ حیران تھا۔ تاہم اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ''ویلکم مسٹر جائلز۔''

''میں جانتا ہوں کہ میں 14 سال کا لڑکا لگتا ہوں۔'' جائلز نے اس کا ہاتھ تھامتے

ہوئے کہا۔

ولکنس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ ’’آئی ایم سوری مسٹر جائلز لیکن آپ کی جو ساکھ ہے‘ اس کے پیشِ نظر میرا خیال تھا کہ آپ کی عمر پچاس سال ضرور ہو گی۔‘‘

وہ دونوں کمانڈ سینٹر کی طرف چل دیے۔ ’’آپ کی سرچ ٹیم کی طرف سے کوئی خبر ہے۔‘‘ جائلز نے پوچھا۔

’’نہیں۔ کوئی رابطہ نہیں ہوا‘‘، ولکنس نے بتایا۔

’’سوری۔ نیسٹ والوں کو تابکاری کا کوئی سراغ ملا؟‘‘

اس بار ولکنس نے نفی میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

’’یہ تو عجیب بات ہے۔ اگر کسی بم سے اخراج ہو رہا ہے اور لوگ اس سے مرے بھی ہیں تو اب تک نیسٹ والوں کو اس کا پتا چل جانا چاہئے تھا۔‘‘

’’یہ ذرا پیچیدہ معاملہ ہے۔ اس معاملے میں تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات تابکاری کے اثرات دیر سے پھیلتے ہیں...... اور کبھی محدود بھی ہوتے ہیں۔‘‘

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر جائلز نے کہا۔ ’’آپ کے خیال میں کیپٹن علی پر شبہ کرنا میرے دماغی فتور کی دلیل ہے؟‘‘

’’جی ہاں۔‘‘ ولکنس نے صاف گوئی سے کام لیا۔ ’’منطقی اعتبار سے آپ کا خیال مضبوط ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ کیپٹن علی یا ہمارا کوئی بھی آدمی اس طرح کے پاگل پن میں مبتلا ہو سکتا ہے۔‘‘ وہ چند لمحے اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا۔ پھر بولا۔ ’’لیکن میرے یقین کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عملاً ایسا نہیں ہو سکتا۔ خفیف سا سہی ‘لیکن یہ امکان بہرحال موجود ہے کہ آپ درست سوچ رہے ہیں اور باقی لوگ غلطی پر ہیں۔‘‘

’’اب آپ کیا کر رہے ہیں؟‘‘

’’ہمارے دس ہیلی کاپٹر پرواز کے لیے تیار ہیں۔ اگر وہ بم رس رہے ہیں تو اس پہاڑی علاقے سے انہیں صرف چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں نکالا جا سکتا ہے۔‘‘

جائلز نے سر کو یقینی جنبش دی۔ انداز ایسا تھا‘ جیسے وہ ولکنس سے متفق ہو۔

✱✱✱

انہوں نے پہلے آواز سنی اور پھر انہیں نمودار ہوتے دیکھا۔

علی نے پلٹ کر لزا کو دیکھا۔ پھر چند گز کا فاصلہ عبور کر کے اس ابھری ہوئی چٹان پر چڑھ گیا‘ جہاں سے نیڈلز کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ پیٹ کے بل لیٹ کر اس نے نیچے دیکھا۔ دو ٹرالر چٹان کے شمالی رخ کی طرف حرکت کر رہے تھے لیکن وہ کچی سڑک پر نہیں تھے۔

لزا بھی اس کے برابر لیٹی تھی۔ اس کی نظریں ٹرالرز کے ساتھ حرکت کر رہی تھیں۔

’’شٹ۔ یہ تو پرانا والا روٹ استعمال کر رہے ہیں۔‘‘

’’کیا...... کون سا روٹ؟‘‘

’’یہ فور وہیل ڈرائیو والے راستے کی ایک شاخ ہے۔ 1920ء تک لومڑیوں کے شکاری شمالی پہاڑوں میں اس راستے کو استعمال کرتے تھے۔ وہ لومڑیاں پکڑتے اور پھر دریائے کولاراڈو اور پاول جھیل کا رخ کرتے۔ یہاں سے وہ ایری زونا جاتے تھے۔‘‘

’’تو وکٹر اس دریا کی طرف جا رہا ہے؟‘‘

’’ایسا ہی لگتا ہے۔‘‘

’’مگر کیسے؟ تم نے تو کہا تھا کہ یہاں سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے۔‘‘

’’میں نے دریا کے متعلق نہیں سوچا تھا۔‘‘ لزا نے اعتراف کیا۔ ’’دریا پر پہنچنے کے بعد وہ موٹر بوٹ کے ذریعے بھی یہاں سے نکل سکتا ہے۔‘‘ لزا نے اسے غور سے دیکھا۔ ’’تم کچھ نہ کہنا۔ مجھے پہلے ہی خود پر غصہ آ رہا ہے۔‘‘

’’میں کچھ نہیں کہوں گا۔ خود کو اپ سیٹ کرنے سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔‘‘ علی نے مرے مرے لہجے میں کہا۔

’’یہ حقیقت ہے۔‘‘

علی اپ سیٹ نہیں تھا لیکن دو سو فٹ نیچے سے گزرتے ہوئے ٹرالرز کو دیکھتے ہوئے

اسے شدت سے بے بسی کا احساس ہو رہا تھا۔

اچانک لزا اچھل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' اس نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

''کہاں؟''

لزا چھجے کے ساتھ ساتھ دوڑ رہی تھی۔ ''مجھے ایک آئیڈیا سوجھا ہے۔ بات بن سکتی ہے۔''

علی بھی اس کے ساتھ دوڑنے لگا۔ ''ہم کتنا ہی تیز دوڑ لیں' ان تک نہیں پہنچ سکتے۔'' اس نے کہا۔ ''ان کی کم از کم رفتار بھی دس میل فی گھنٹہ ہے۔''

''ہم پہنچ جائیں گے۔ تم فکر نہ کرو۔ ہم اس راستے پر نہیں چلیں گے۔''

''تو پھر؟''

ایک لمحے بعد وہ چھجے کی مشرقی دیوار کے پاس رک گئی۔

''یہ شارٹ کٹ ہے؟'' علی نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

وہ چھجے کی طرف پشت کر کے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ ''یہ راستہ مشکل تو ہے لیکن مختصر ہے۔'' اس نے کہا۔ ''اور سورج کا رخ ہماری طرف ہے اس لیے وہ ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے۔ ویسے بھی، ہم ان کے سامنے صرف دس منٹ کے لیے آئیں گے۔''

علی ہچکچا رہا تھا۔ راستہ بہت دشوار تھا۔

''اب فیصلہ تم کرلو۔ سوچ کر وقت ضائع کرنا ہے۔ یا اپنے بم ان سے واپس لینے ہیں۔''

فیصلہ مشکل نہیں تھا۔ احساس ذمہ داری ہر احساس پر حاوی تھا۔ ''ٹھیک ہے۔''

لزا گھٹنوں کے بل بیٹھی چل رہی تھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ چند لمحوں میں اسے اندازہ ہو گیا کہ اسے گھٹنوں کے بل نہیں' کولہوں کے بل چلنا...... بلکہ گھسٹنا کہنا زیادہ مناسب ہے اور وہ باہر نکلے ہوئے پتھروں کو پکڑ پکڑ کر اوپر چڑھ رہے تھے۔

اس راستے پر برسوں سے کوئی نہیں چڑھا تھا۔ اس لیے باہر نکلے ہوئے پتھر بھی چکنے تھے۔ ان پر ہاتھ جمانا بھی آسان نہیں تھا۔ کئی بار وہ گرتے گرتے بچا لیکن لزا کے انداز میں اعتماد تھا۔ اور وہ بہرحال اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ شکایت کرنا خلاف مردانگی ہوتا۔

اس کے بعد اترنے کا مرحلہ شروع ہوا۔ اس میں ان کی رفتار چڑھنے کے مقابلے میں سست تھی۔ علی کو اس بات کا قوی امکان معلوم ہو رہا تھا کہ ان کے پہنچنے سے پہلے ٹرالر اس مقام سے گزر چکے ہوں گے۔

''ذرا تیز چلو۔'' اس نے گھبرا کر لزا سے کہا۔

تیز چلنے کے باوجود ٹرالر اسے آتے دکھائی دیے۔ اُس نے سمجھ لیا کہ اب ان کو پکڑنے کی بس ایک ہی صورت ہے۔

✳ ✳ ✳

''مسٹر پریچٹ، تمہیں باکسنگ میں دلچسپی ہے؟'' وکٹر نے پوچھا۔

پریچٹ کے چہرے پر ناخوش گواری کا تاثر ابھرا۔ ''میرے نزدیک یہ ایک وحشیانہ کھیل ہے۔''

''مجھے باکسنگ سے عشق ہے۔'' وکٹر نے چہک کر کہا۔

''پلیز میجر۔'' پریچٹ اس سے نظریں چرانے لگا۔

''سچ کہہ رہا ہوں۔ اس میں دو آدمی ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں...... آخری حد تک۔ یہ قانون بقا کے عین مطابق ہے۔ کیا خیال ہے؟''

''میرا خیال تو یہ ہے کہ باکسنگ پر پابندی لگا دینی چاہیے۔'' پریچٹ نے کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔

''میں تم سے متفق ہوں۔'' وکٹر نے کہا۔ ''ذرا سوچو' اس طرح اس کی سنسنی' اس کی ہیجان انگیزی کتنی بڑھ جائے گی۔ پھر کہیں باکسنگ کے مقابلے دیکھنے کے لیے تاریک گلیوں' نیم روشن تہ خانوں میں جانا ہوگا۔ جیسے مرغوں کی لڑائی اور گندی فلمیں دیکھنے جاتے

ہیں۔ وہاں آپ سگریٹ بھی پی سکیں اور شراب بھی۔ کوئی پابندی لگانے والا نہیں ہوگا۔"

وکٹر نے ڈیش بورڈ سے مائیکروفون اٹھایا اور پریچٹ پر نظر ڈالی۔ "مسٹر پریچٹ' میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اور تم بہت سی بنیادی باتوں پر متفق ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

پریچٹ نے جواب نہیں دیا۔ وکٹر ویسے بھی اس کے خیال سے خوب آگاہ تھا۔ اس نے مائیکروفون کو کلک کیا۔ "میکس؟"

ایک لمحے بعد مائیکروفون پر آواز ابھری۔ "روڈ لک اینڈ سنز' فریش پروڈکٹس۔ مرغیاں ہمارا خصوصی آئٹم ہیں۔"

"مجھے اپنی درست پوزیشن بتاؤ۔"

"میں اور شیفرڈ اس وقت ٹرانسفر پوائنٹ پر پہنچنے والے ہیں۔"

"گڈ۔ اور تمہارا کارگو کیسا ہے؟"

"فائن۔ شیفرڈ وقت پر پہنچ جائے گا۔"

وکٹر نے ریڈیو کے پاس رکھے کلاک میں وقت دیکھا۔ "ہمارے پاس آرام کے تیس منٹ ہیں۔ پھر ملیں گے' اور ہاں میکس' یاد رکھنا۔ جب تک مجھے میرا مرغی کا انڈا نہیں ملے گا' تمہیں تمہاری سلاد نہیں ملے گی۔ سلاد والے کو بتا دینا۔"

"میں یاد رکھوں گا۔ اور ہاں' میں انہیں یہ بھی بتاؤں گا کہ تم نے یہ کہا تھا۔"

"چھوڑو۔ غصہ ان دو چیزوں میں سے ایک ہے' جو آدمی میں تیزی بھر دیتا ہے۔"

"آل رائٹ۔ اب دوسری بھی بتا دو۔"

"لالچ۔" وکٹر نے چٹخارا لے کر کہا۔ "دولت' عورت' اقتدار۔ تمہیں کسی بھی قسم کی بھوک ہوگی تو تم پیٹ بھرنے کے لیے کچھ بھی کر گزرو گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سلاد والے کو تمہارے یہ اقوال سنا دوں گا۔"

وکٹر نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اس کی نظر پریچٹ پر پڑی جس کا منہ بنا ہوا تھا۔ "مسٹر پی' آپ کو کوئی تکلیف ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ تم اپنے منصوبے پر گفتگو کر رہے تھے۔ اور وہ بھی کھلی لائن پر۔"

"تو پھر؟"

"اگر کوئی یہ گفتگو سن رہا ہو تو؟"

"مثلاً کون؟" وکٹر نے کہا۔ "ایئر فورس تو ریڈیو کمیونی کیشن کو مانیٹر نہیں کرتی۔ اور پھر میکس نے کہیں میرا نام نہیں لیا۔ گفتگو سن کر کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ کیا بات ہو رہی ہے۔ ہم تو سبزی اور انڈوں کی خرید و فروخت کی بات کر رہے تھے۔"

"ممکن ہے' رینجرز سن رہے ہوں۔" پریچٹ بولا۔ "اور وہ اتنے بے وقوف نہیں' جتنا تم انہیں سمجھتے ہو۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ وہ بے وقوف نہیں۔ اسی لیے تو میکس نے روڈ لک اینڈ سنز قائم کیا ہے۔ تاکہ جنوب مغربی امریکا میں آزادی سے چیزیں ادھر سے ادھر اور اُدھر سے ادھر لا اور لے جا سکے۔" وکٹر نے پشت گاہ سے ٹیک لگا لی۔ "اور کوئی اعتراض باس؟"

"ہاں۔ میں تمہیں پسند نہیں کرتا۔ ذرا بھی نہیں۔"

وکٹر نے چہرے پر تکلیف دہ تاثر لانے کی کوشش کی۔ "بہرحال اچھی بات یہ ہے کہ تمہاری ناپسندیدگی میرے کام کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے اور میرے لیے ذاتی طور پر یہ بات مایوس کن ہے کہ تم باکسنگ کو پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ معاملے نمٹنے کے بعد' میری خواہش تھی کہ میں باکسنگ رنگ میں تمہارا سامنا کروں اور مار مار کر تمہارا بھرکس نکال دوں۔" وہ مسکرایا۔ "تم اس پر سوچو۔ اُس وقت میں تمہیں مار کھانے کا بہت معقول معاوضہ بھی دے سکوں گا۔"

وکٹر کو پریچٹ کی آنکھوں میں دہکتی ہوئی نفرت نظر آئی۔ اسے خوشی ہوئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ اسے اس شخص کا سر توڑنے کا موقع ضرور ملے گا۔

وکٹر اب اسی سلسلے میں غور کر رہا تھا کہ پریچٹ کی ٹھکائی کیسے اور کس انداز میں کی جائے۔ یہ سوچتے ہوئے وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ ٹرالر اس وقت ایک چٹانی چھجے کے

پاس سے گزرتے ہوئے موڑ کاٹ رہا تھا۔ اس کے عقب میں اسے صبح کی دھوپ میں چمکتی ہوئی جھیل نظر آئی جو جنوب مغرب اور شمال مشرق کی سمت میں سو میل تک پھیلی ہوئی تھی۔

اسی وقت اوپر سے دھم کی آواز سنائی دی۔ کیلی نے خود کو ایک طرف جھکایا۔ اوپر سے گرنے والے پتھر ونڈ شیلڈ سے ٹکرائے اور پھر ایک انسانی پاؤں بھی ونڈ شیلڈ سے ٹکرایا......

✳ ✳ ✳

علی نے چھلانگ لگانے کا فیصلہ کیا تو وہ دس فٹ کی بلندی پر تھا۔ اس نے گن کو اپنے فلائٹ سوٹ کے اندر سائیڈ میں اڑس لیا۔ لزا کو گمان ہی نہیں تھا کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔

پہلا ٹرک گزر گیا۔ دوسرے کے گزرنے سے ایک سیکنڈ پہلے اس نے چھلانگ لگا دی.......

"مائی گاڈ" اسے کودتے دیکھ کر لزا بے ساختہ چلائی۔

علی نے دوسرے ٹرالر کا انتخاب بہت سوچ کر کیا تھا۔ اگر وہ پہلے ٹرالر پر چھلانگ لگاتا اور اندازے کی غلطی ہوتی تو وہ ٹرالر کی چھت سے لڑھکتا ہوا گرتا اور دوسرا ٹرالر اسے کچل دیتا۔ اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو وہ سامنے سے پوری طرح فائرنگ کی زد میں ہوتا۔

بہرحال اس نے چھلانگ لگائی۔ مگر اس سے پہلے ٹرالر پر پتھروں کی برسات ہوگئی۔ اور وہ پسنجر سائڈ کی طرف رخ کیے ہوئے گرا۔ کیلی نے گھبرا کر موڑ کاٹا تو وہ لڑھکا۔ وہ یقیناً سر کے بل گرتا لیکن لزا نے جو اس کے برابر ہی کودی تھی، اس کے فلائٹ سوٹ کا کالر تھام کر اسے گرنے سے بچا لیا۔

"تم پاگل ہو" لزا نے چیخ کر کہا۔

علی نے کچھ نہیں کہا۔ کیلی ٹرالر کو ادھر اُدھر گھما رہا تھا۔ اب ٹرالر چھجے کے بہت قریب تھا۔ لزا پیٹ کے بل لیٹی تھی۔ علی اپنے ہاتھوں کے بل گھٹنوں کو پھیلاتے ہوئے اٹھا۔ اس

نے گن نکالی لیکن اس کے ڈرائیور کی سائیڈ تک پہنچنے سے پہلے ہی گولیاں چھت میں سوراخ کرنے لگیں۔ گولیوں کی قطار نے علی اور لزا کے درمیان سوراخوں کی ایک لکیر سی بنا دی تھی۔ ایک مقام پر گولی لزا کی کہنی سے صرف ایک انچ کے فاصلے سے گزری تھی۔

لزا نے پہلو بدلا اور تیزی سے پوزیشن تبدیل کی۔ اسی وقت گولیوں کا دوسرا راؤنڈ چلا۔ علی اس سے بچنے کے لیے دوسری طرف لپکا۔ اسی وقت ڈرائیور نے گاڑی کو کئی جھٹکے دیے علی کا توازن بگڑا۔ گن اس کے ہاتھ سے نکل گئی اور وہ خود بھی ٹرالر سے پھسل کر نیچے جا گرا۔

"لزا......" وہ چلایا۔

ایک گولی اس کے سر کے عین اوپر چھجے پر لگی۔ اس کی آنکھوں میں اور منہ پر چٹان کے ذرات برسے۔ اس نے انہیں تھوکا۔ پھر تیزی سے اٹھا اور ٹرالر کے پیچھے دوڑا۔

"لزا" وہ پکار رہا تھا۔ گولیاں اس کے دائیں بائیں سے گزر رہی تھیں۔

اچانک دوسرا ٹرالر رک گیا۔ لزا اس کی چھت پر پھسلی لیکن گری نہیں۔ اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی فائرنگ رُک گئی۔ پھر ٹرالر کے پہیے ریورس حالت میں بری طرح گھومنے لگے۔ گرد کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور اگلے ہی لمحے ٹرالر ریورس پوزیشن میں علی پر جھپٹا۔

علی تیزی سے چھجے کی طرف لپکا۔ اس کی انگلیوں سے خون رس رہا تھا۔ عضلات چیخ رہے تھے۔ اس نے اوپر چھلانگ لگائی اور چھجے کا کنارہ پکڑ لیا۔ پھر وہ ٹانگوں کو موڑ کر اوپر کی سمت لے گیا۔ ٹرالر کا مڈ گارڈ چھجے سے ٹکرایا تو وہ خود چھت کی سطح پر تھا۔

ٹرالر کو جھٹکا لگا، جس نے لزا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسی لمحے اسے ٹرالر کی چھت پر گرا ہوا ریوالور نظر آیا۔ وہ اچھلا تھا اور نیچے گرنے ہی والا تھا کہ لزا نے اچھل کر اسے دبوچ لیا۔

علی کی گرفت کمزور پڑ گئی تھی۔ ٹرالر کے آگے بڑھتے ہی وہ گرا۔ اب وہ دونوں ٹرالرز کے درمیان تھا۔ ایک جو سامنے تھا، اس کے فرار کا راستہ مسدود کیے کھڑا تھا۔ دوسرا دس

فٹ آگے جا کر رک گیا تھا۔

علی اٹھا۔ اس کے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا لیکن دلی تکلیف کے سامنے اس تکلیف کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اسے فرنٹ سیٹ پر بیٹھے لوگوں کے چہرے نظر آ رہے تھے۔ وک پسنجر سیٹ پر تھا۔ وہ کار ریڈیو پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

اس کے چہرے پر مسکراہٹ ہے یا بدمزگی کا تاثر؟ علی نے سوچا۔

علی وہاں ساکت کھڑا اس چہرے کو دیکھے جا رہا تھا' جو اس کے لیے دنیا میں سب سے اہم تھا۔ عقب سے انجن کی غراہٹ اور پہیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی لیکن وہ ہٹنے کے بارے میں' حرکت کرنے کے بارے میں نہیں سوچ رہا تھا۔ اگر آپ کا فلائنگ پارٹنر 'اپنے کاک پٹ شریک بھائی پر' اس شخص پر جس کی آپ سے قربت ایسی ہو' جیسی اپنی جلد سے ہوتی ہے' اعتبار نہ کر سکیں ...... وہی ناقابلِ اعتبار ثابت ہو جائے تو پھر آدمی جیے کیوں ...... کس کے لیے؟ مر کیوں نہ جائے۔

"اِدھر' علی ......!" لزا چلائی۔

علی کی سوچوں کا سلسلہ منقطع ہوا۔ کوئی چیز ٹرالر کی چھت سے متحرک ہوئی اور اڑتی ہوئی اس کی طرف آئی۔ وہ گھوم رہی تھی۔ نالی سے دستے تک' دستے سے نالی تک' نالی سے ...... وہ گن تھی!

سورج کی دھوپ میں لزا کے چہرے کی ہر لکیر واضح تھی۔ اس کے گرد آلود چہرے پر پریشانی اور وحشت تھی۔ اس پر ایک اپیل تھی ...... ایک التجا ...... اس کے لیے! وہ اسے حرکت میں آنے کو کہہ رہی تھی ...... خاموشی کی زبان میں ...... اپنے چہرے کے تاثر سے!

دل کی صرف چند دھڑکنوں کے درمیان علی نے یہ سب دیکھا اور سمجھا۔ بحران میں وقت کتنا پھیل جاتا ہے۔ علی نے جھپٹ کر گن تھامی اور پیچھے نظر ڈالی۔ ٹرالر اسے چٹان سے لگا کر کچلنے ہی والا تھا۔ وہ تیزی سے اچھلا۔

وہ ہوا میں ہی تھا کہ ٹینک نما گاڑی اس کی پشت سے ٹکرائی۔ وہ گرا ...... لیکن ٹرالر کے عقبی مڈگارڈ پر اس کی پشت ٹرالر کی طرف تھی۔ اس نے ٹرالر کے آہنی سائیڈ گارڈ کو پکڑ کر خود کو گرنے سے بچایا۔

علی نے گن کو بلند کیا۔ دوسرا ٹرالر نو فٹ دور تھا ...... آٹھ ...... سات فٹ ......

اس نے فائر کیا۔ بیکر چیخا اور پھر اس نے خود کو جھکا لیا۔ اس ٹرالر پر اس کے سوا کوئی نہیں تھا۔ پچھلے حصے میں ایٹم بم لدے تھے لیکن وک ساکت بیٹھا رہا ...... بے پروائی سے۔ گولیاں اس کے چہرے کے عین سامنے ونڈ شیلڈ سے ٹکرائیں۔

"لعنت ہو۔" علی غرایا۔ اسے پہلے ہی سمجھ لینا چاہئے تھا کہ یہ ٹرالر بلٹ پروف ہوں گے۔

بیکر والا ٹرالر اس کے قریب آ کر رکا۔ علی تیزی سے ٹرالر کے نیچے ہو گیا۔

بیکر ٹرالر سے اترا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار تھا۔ وہ باہر آیا' اور اس نے گن کا رخ چھت کی طرف کیا' جہاں لزا دبکی ہوئی تھی۔

علی اس کی پوزیشن کو ذہن میں رکھ کر حرکت میں آیا۔

وکٹر نے کھڑکی کا شیشہ نیچے اتارا۔ "ہتھیار ڈال دو پارٹنر۔" اس نے چیخ کر کہا۔ "گولی کے سوا تمہارے حصے میں کچھ نہیں آئے گا۔"

ہر طرف خاموشی تھی۔ بیکر گاڑی کے سامنے والے حصے کی طرف بڑھا۔ اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بہرحال وہ آگے بڑھتا رہا۔

"میں صرف تین تک گنوں گا کیپٹن۔" وکٹر نے پکارا۔ "ایک ...... دو ......"

"تین۔" بیکر کے عقب سے علی نے کہا۔

بیکر کی حیرت ایسی تھی کہ وہ فائر کرنا ہی بھول گیا۔ علی نے دو فائر کیے۔ گولیاں بیکر کے سر کے عقبی حصے میں لگیں۔ علی نے اس کے ہاتھ سے گن جھپٹ لی۔ پھر اس نے چیخ کر لزا کو آواز دی اور خود پسنجر سائیڈ کی طرف بھاگا۔

لزا چھت سے بونٹ پر کودی۔ اس نے وہیں سے بڑی پھرتی سے ڈرائیور سائیڈ کا دروازہ کھولا' اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وکٹر اور اس کے ساتھیوں کو اپنے ہتھیار سیدھے کرنے کا بھی موقع نہیں ملا۔ دروازہ بند کرنے سے پہلے ہی لزا ٹرالر کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا چکی تھی۔ اس نے ایکسیلیٹر پر پاؤں رکھا ٹرالر کچے راستے پر تیز رفتاری سے روانہ ہو گیا۔

’’تم نے اسے ختم کر دیا۔‘‘ لزا نے علی سے کہا۔

’’ہاں لیکن یہ نہ بھولو کہ وہ تمہیں ختم کرنے کے لیے اترا تھا۔‘‘

لزا نے عقب نما میں دیکھا۔ دوسرا ٹرالر تیز رفتاری سے ان کے پیچھے آ رہا تھا۔

’’وہ فائرنگ کریں گے؟‘‘ لزا نے پوچھا۔

’’یہ گاڑیاں پوری طرح محفوظ ہیں۔ ونڈ شیلڈ کا تجربہ تو میں بھی کر چکا ہوں۔‘‘ علی نے کہا اور پھر مسکرایا۔ ’’سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایٹم بم اس وقت ہمارے قبضے میں ہیں۔‘‘

لزا کی آنکھیں پھیل گئیں اور وہ پریشان نظر آنے لگی۔ ’’خدا کی پناہ۔‘‘

’’فکر مت کرو۔ کچھ بھی ہو جائے' وہ بم پھٹنے والے نہیں ہیں۔‘‘

’’تمہیں یقین ہے؟‘‘

’’پکا یقین۔‘‘ علی نے کہا۔ ’’ہاں' انہیں نقصان پہنچ سکتا ہے' اور وک یہ کبھی نہیں چاہے گا۔ لہٰذا ہمیں بڑی نزاکت سے برتے گا۔‘‘

لزا قدرے مطمئن نظر آ رہی تھی لیکن بہرحال اس کے انداز میں مکمل اطمینان نہیں تھا۔ ’’میں ایٹم بم لے جا رہی ہوں۔ یہ تو دیوانے کا خواب لگتا ہے۔‘‘

’’زندگی کو کبھی کبھی سنسنی کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔‘‘

’’تم پرسکون ہو؟‘‘

’’یہ تو فطرت ہے۔ بے سکونی میں بھی سکون آ جاتا ہے۔ نیند کانٹوں پر بھی آ جاتی

ہے۔‘‘

’’بہت خوب۔ گویا میں ارسطو کے ساتھ سفر کر رہی ہوں۔‘‘

’’میں نے جو دانش کے موتی سمیٹے ہیں' انہیں تمہارے ساتھ شیئر کر رہا ہوں۔‘‘

’’مت کرو۔ اچھی باتیں سوچو' ڈپریشن بری چیز ہے۔‘‘

’’اب میں سمجھ رہا ہوں کہ میں ہر بار پٹنے کے باوجود وک کے ساتھ باکسنگ کیوں کرتا تھا۔ بات یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ محسوس کرنا ضروری ہے۔ خواہ وہ حریف کا پنچ ہی کیوں نہ ہو۔‘‘

اس نے اپنی پاکٹ میں ہاتھ ڈالا اور سن گلاسز نکالے۔ شیشے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بکھر گئے۔ چشمہ ٹوٹ چکا تھا۔ اس نے فریم کو فرش پر پھینک کر جوتے سے کچل ڈالا اور شیشے کے ٹکڑے اپنی گود سے جھاڑ دیے۔ ’’یہ بڑا نقصان ہے۔‘‘ وہ بڑبڑایا۔ دھوپ تیز ہو گئی تھی۔ وہ سائیڈ مرر میں دیکھنے لگا کہ وکٹر کے اور ان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔

’’ہم کیسے جا رہے ہیں؟‘‘ لزا نے پوچھا۔ وہ چھجے کے بہت قریب سے ایک موڑ کاٹ رہی تھی۔

’’تم ان راستوں کو مجھ سے بہتر جانتی ہو۔ میں صرف اتنا سمجھتا ہوں کہ ہمارا ان سے کافی آگے رہنا ضروری ہے۔‘‘ علی نے کہا۔ پھر پوچھا۔ ’’یہ بتاؤ' دریا تک پہنچنے میں ہمیں کتنی دیر لگے گی؟‘‘

’’فاصلہ تین میل کا ہے لیکن سڑک پر درمیان میں کوئی ایسی جگہ نہیں' جہاں چھپا جا سکے۔ ہم کہیں بھی مڑیں' وہ ہمیں دیکھ لیں گے۔‘‘

’’اگر وہ دیکھ لیں لیکن ہمارے پیچھے نہ آ سکیں تو انہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔‘‘

لزا نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ ’’کیا مطلب؟‘‘

علی سیٹیں پھلانگ کر عقبی حصے میں چلا گیا۔ ’’مجھے ان کی توجہ ہٹانی ہے۔‘‘ اس نے بموں کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ گڈ آئیڈیا۔ ایک بم گرادو۔" لزا نے کہا۔

"میں یہ نہیں کر رہا ہوں۔" علی نے کہا وہ عقبی حصے میں آلات کے درمیان کھکھوڑ کررہا تھا۔ "وک ہر چیز کے لیے ذہنی طور پر تیار رہنے والا آدمی ہے۔ اس کا مطلب ہے...... آہا۔" علی کا لہجہ فاتحانہ ہوگیا۔

اس نے بریکٹ میں سے ونگ نٹ کھول کر نکالے۔ پھر گیسولین کا پلاسٹک کنٹینر نکالا اور اسے اپنے پاؤں کے پاس رکھ لیا۔ بریکٹ کے برابر ایک گہرا خلا تھا۔ اس نے اسے ٹٹولا تو اس میں سے ایک ٹول باکس برآمد ہوا۔ اس نے اسے کھولا۔

"راؤنڈ ون وک کا۔" وہ بڑبڑایا۔ اس نے بکس میں سے ٹیپ کا بڑا رول نکالا۔

"راؤنڈ ٹو...... ہمارا۔ اور اب شروع ہوتا ہے راؤنڈ تھری......"

"واہ...... مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہیں یہ ترکیبیں بھی سکھائی گئی ہوں گی۔"

"یہ میں نے ایک فلم سے سیکھا ہے۔"

"کون سی فلم سے۔"

"چین کی ایک گینگسٹر فلم تھی۔"

علی نے اسے دوبارہ چیک کیا۔ "مجھے امید ہے' یہ موثر ثابت ہوگا۔" وہ بموں کے درمیان سے گزرتا ہوا ٹرالر کے عقبی حصے میں پہنچا اور عقبی گیٹ کو ذرا سا کھولا۔ "لزا...... ذرا رفتار کم کرو۔" اس نے کہا۔

لزا نے ٹرالر کی رفتار کم کی۔ علی نے فلیئر کو رگڑا۔ چنگاری سی روشن ہوئی۔ علی نے ہاتھ باہر نکالا۔

"رفتار اور کم کرو۔" اس نے چیخ کر کہا۔ ہوا چنگاری کو بھڑکا رہی تھی۔ اب وہ چنگاری اور شعلے کی درمیانی حالت میں تھا۔ "تقریباً روک دی..." اس نے پکارا۔

گاڑی اب رینگ رہی تھی۔ علی نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کنٹینر کو کچی سڑک پر اڑتی ہوئی گرد کے درمیان رکھ دیا۔ "ہاں اب جانے دو۔ اس نے چیخ کر لزا سے

کہا۔ پوری رفتار سے چلاؤ۔"

لزا نے پوری طاقت سے ایکسیلیٹر دبا دیا......

❋ ❋ ❋

کیلی آگے جانے والے ٹرالر پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ اس نے موڑ کاٹا۔ اگلے ٹرالر کی رفتار کم ہوئی تو اس نے رفتار اور بڑھا دی۔ "وہ مارا۔" اس نے نعرہ لگایا۔

وکٹر ٹرالر کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس لیے اسے وہ ننھا سا شعلہ نظر آ گیا۔ اسے اس کے نیچے بلبلے بناتے' پگھلتے پلاسٹک اور اس کنٹینر کے پہلو میں ہونے والے چھوٹے سے سوراخ سے نکلتی ہوئی گیسولین بھی نظر آ گئی۔

"روکو۔" وہ حلق کے بل چلایا۔

لیکن ٹرالر کی رفتار بہت تیز تھی۔ اسے ایک دم سے کم بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ رکتے رکتے بھی ٹرالر اور کنٹینر کے درمیان صرف چند منٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ اسی لمحے زوردار دھماکہ ہوا۔ وکٹر کے علاوہ تمام لوگ ٹرالر سے اتر گئے تھے۔

آگ کا ایک بگولہ سا بیس فٹ اوپر تک اٹھا اور لہریں لیتا نیچے واپس آیا۔ چٹان پر سیاہ دھبہ پڑ گیا اور اس شعلے نے ان کے ٹرالر کے بونٹ پر بھی یلغار کی تھی۔

ٹرالر میں بیٹھے ہوئے وکٹر نے پرسکون انداز میں سیٹ پھلانگی اور پیچھے رکھے ہوئے آگ بجھانے والے آلے کو تھام لیا۔ پھر اس نے پچھلی سیٹ والا دروازہ لات مار کر کھولا۔ یہ اس کی طرف سے غصے کی پہلی علامت ظاہر ہوئی تھی۔ نیچے اتر کر وہ آگ کی سمت گیا اور آلے کو استعمال کرتے ہوئے آگ بجھا ڈالی۔

ذرا دیر میں ٹرالر کے آگے فوم اور سفید دھوئیں کے سوا کچھ نہیں رہا۔ تب سب لوگ ٹرالر کی طرف پلٹے۔ پریچٹ' کیلی اور جانسن سے آگے تھا۔

"میں یقین نہیں کر سکتا کہ یہ بھی تمہارے منصوبے کا حصہ تھا۔" پریچٹ نے طنزیہ لہجے میں کہا پھر تمسخرانہ انداز میں کہا۔ "کمانڈر انچیف سر۔"

وکٹر بھڑک اٹھا۔ اس نے پریچٹ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور اس کی طرف بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں آگ بجھانے والا آلہ اب بھی موجود تھا پریچٹ پیچھے نہیں ہٹا۔ اسے گھورتا رہا۔

وکٹر اس کے بہت قریب جا کر رک گیا۔ وہ اتنے قریب تھے کہ ان کی سانسیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ ”تم نے غور کیا کہ علی نے بیکر کے ساتھ کیا کیا؟“ اس نے پوچھا۔

”میں نے کیا سب نے دیکھا‘ اور یہ تازہ ترین دھماکہ بھی دیکھا۔“ پریچٹ نے جواب دیا۔

وکٹر اور آگے ہو گیا۔ ”یہ سچ ہے مسٹر پریچٹ۔ اب تم نے ایک بار بھی مجھ پر طنز کیا تو سرمایہ کاری کے منافع میں تمہیں رقم نہیں موت ملے گی۔ سمجھ گئے؟“

پریچٹ نے جواب نہیں دیا لیکن وہ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹا۔ وکٹر کے لیے وہ تسلی بخش جواب تھا۔ اس نے آگ بجھانے والے آلے کو چٹان پر دے مارا۔

”کیلی...... ٹرالر کو چیک کرو۔ یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔“ وکٹر نے کہا۔ ”کہا جاتا ہے کہ یہ گاڑیاں جہنم میں جا کر وہاں سے بھی صحیح وسلامت واپس آسکتی ہیں۔ دیکھا جائے کہ یہ حقیقت ہے یا افسانہ۔“

کیلی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ اس نے پہلے گاڑی کو ریورس کیا۔ پھر اس نے گیئر‘ بریک اور ایکسیلیٹر کو چیک کیا۔ ”ٹرالر ٹھیک ہے۔“ اس نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔

”بس تو چلو ہمیں اپنے بم واپس لینے ہیں۔“

وکٹر ٹرالر کی طرف بڑھ رہا تھا کہ جانسن آ کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ ”سنو میجر‘ ہمیں بیکر کے سلسلے میں کچھ کرنا چاہیے۔“

وکٹر پسنجر سائیڈ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ ”ٹھیک کہتے ہو۔“ اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ”فارم بھرو...... اور اسے احمقوں کا شہنشاہ بنانے کے لیے مہم چلاؤ۔ بنے پھرتے

ہیں بدمعاش اور بزدل اور کم ہمت لوگوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔ چلو...... بیٹھ جاؤ۔“

وکٹر کے اشارے پر کیلی نے ٹرالر آگے بڑھا دیا۔

وکٹر برہم ضرور تھا لیکن وہ پریشان نہیں تھا۔ وہ علی کی فطرت سے خوب واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ علی کیا کرے گا۔ وہ اس کی طرف تھکے ہوئے نیم جاں گھونسے اچھالتا رہے گا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ انہیں کارگر نہ پا کر علی فرسٹریشن میں مبتلا ہو جائے گا۔

وکٹر نے یہ ارادہ بھی کر لیا تھا کہ اب علی ہتھے چڑھ گیا تو وہ اسے اس جسارت کی سخت سزا دے گا!

***

”میں بہت متاثر ہوئی ہوں۔“ لزا نے عقب نما میں دھماکے اور بلند ہوتے ہوئے شعلے کا منظر دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ بس مجھے فلیئر لگاتے ہوئے کنٹینر کی موٹائی کا خیال رکھنا تھا۔“

”پھر بھی‘ یہ اچھی کارگزاری ہے۔“

علی سوچ رہا تھا کہ اگر ٹرالر کا کچھ نہیں بگڑا تو سنبھلنے کے بعد وکٹر پھر ان کا پیچھا کرے گا۔

”ہمیں راستے سے ہٹ کر چھپنے کی کوئی جگہ تلاش کرنی ہے۔“ اس نے لزا سے کہا۔

”کچھ آتا ہے تمہارے ذہن میں؟“

لزا چند لمحے غور کرتی رہی پھر بولی۔ ”یہاں سے چار میل کے فاصلے پر ایک پرانی تانبے کی کان ہے۔ سڑک تو نہیں ہے۔ اونچے نیچے ٹیلے ہیں‘ جن پر ٹائروں کے نشان چند منٹ بھی نہیں رہیں گے۔ اگر ہم ان کی نظروں سے اوجھل رہے تو پھر وہ ہمیں نہیں ڈھونڈ سکیں گے۔“

"مطلب کی جگہ معلوم ہوتی ہے۔" علی نے کہا۔ پھر وہ ریڈیو چلانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن کسی فریکوئنسی پر کوئی آواز نہیں تھی۔ "شٹ۔ انھوں نے اسے اپنے لیے سیٹ کر رکھا ہے۔" وہ بڑبڑایا۔ "اس پر ہم باہر رابطہ نہیں کر سکتے۔"

"یہ وکٹر بہت تیز آدمی معلوم ہوتا ہے۔ دور تک دیکھتا ہے اور ہر بات کا خیال رکھتا ہے۔" لزا نے تبصرہ کیا۔

علی نے اثبات میں سر ہلایا۔ "میں اس کی بے شمار برائیاں بیان کر سکتا ہوں لیکن وہ خام منصوبہ بندی کا مجرم کبھی نہیں ہو سکتا۔" وہ کہتے کہتے رکا۔ "بہر حال کوئی بھی شخص ہنگامی تبدیلیوں کا سو فیصد اندازہ نہیں لگا سکتا۔ کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں ایسا کچھ ہوگا، جس کے لیے وہ تیار نہیں ہوگا۔"

"تمھیں اس بات کی امید ہے؟"

"یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ میں اس بات کی دعا کر رہا ہوں۔"

ٹرالر اب ایک میدان سے گزر رہا تھا۔ پھر لزا اسے پہاڑیوں کے درمیان لے گئی۔

علی نے کھڑکی کا شیشہ نیچے اتارا۔ دھوپ کی تیزی بڑھ گئی تھی۔ ہوا بھی نسبتاً گرم ہو گئی تھی اسے اچھی لگ رہی تھی۔ علی نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ اس کا زیادہ وقت فضا میں باہر اپنے ایئر بیس پر گزرا تھا۔ اس نے دیکھا کہ یہاں رنگ زیادہ گہرے اور زندگی سے بھرپور تھے آوازوں کا حجم بڑھا ہوا تھا۔ کھلے پن کا احساس حاوی تھا اور خوشبوئیں قدرتی تھیں۔ اس نے گہری سانس لی۔

یا پھر یہ بات تھی کہ اس کی حسیں زیادہ توانا ہو گئی تھیں...... شاید اس خوف کے زیر اثر کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے اور جو کچھ وہ محسوس کر رہا ہے، وہ اس کے لیے آخری ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد شاید زندگی اس سے چھن جائے۔

کان وہاں واقع تھی، جہاں دو پہاڑیاں مل رہی تھیں۔ یا یوں کہیے کہ ایک بڑی پہاڑی کسی قدرتی عمل کے تحت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ کان ویسی ہی تھی، جیسی فلموں میں

دکھائی جاتی ہیں۔

لزا نے داخلی دروازے کے سامنے ٹرالر کو روک دیا۔ "برسوں سے اس طرف کوئی نہیں آیا۔" اس نے کہا۔ "نیچے ایک انڈر گراؤنڈ دریا کی وجہ سے یہ کان بند کر دی گئی تھی۔ میرا خیال ہے، ہم یہاں بم چھپا سکتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" علی نے ٹرالر سے اترتے ہوئے کہا۔ تازہ ہوا نے اس کا دل خوش کر دیا تھا۔

لزا نے اگنیشن آف کیا، اور ٹرالر کے عقبی حصے کی طرف چلی آئی، جہاں وہ کھڑا تھا۔

علی نے پچھلا گیٹ کھولا اور ٹول باکس کو ٹٹولنے لگا۔ "میں ان سے ان کے یہاں آنے کا سبب چھین لینا چاہتا ہوں۔"

لزا دیکھتی رہی۔ علی نے جھک کر ایک ایٹم بم کے پہلو میں ایک پینل کور کے پیچ کھول دیے۔ اس نے کور ہٹایا تو ایک ایل سی ڈی ڈسپلے نظر آیا۔ وہاں ایک کلاک اور چمک دار رنگوں کے بٹن والا ایک نمبر والا پیڈ بھی تھا۔

علی نے ایک بٹن دبایا۔ اس کے نتیجے میں ایل سی ڈی ڈسپلے روشن ہو گیا۔ "ان بموں کے ناکامی سے محفوظ سیکورٹی کوڈز ہیں۔" علی نے بتایا۔ "اگر آپ تین مرتبہ غلط کوڈ داخل کریں تو بم خود بخود ڈیڈ ہو جائے گا۔ تمام سرکٹس شارٹ ہو جائیں گے اور پورا سسٹم بند ہو جائے گا۔"

"جیسا کہ اے ٹی ایم میں ہوتا ہے؟"

"ہاں۔ یہ پنٹاگون ٹیکنالوجی کا خاصہ ہے۔"

"اور اس پر لوگ کہتے ہیں کہ دفاعی اخراجات سے عام لوگوں کو فائدہ نہیں ہوتا۔"

علی نے ایل سی ڈی کو طمانیت سے دیکھا۔ "ذرا مجھے ریڈیو دو۔"

لزا مائیکرو فون لانے کے لیے گئی۔ اس دوران علی نے دوسرے بم کا پینل کور کھول ڈالا۔ اس نے کور کو ایک طرف رکھا۔ اسی وقت اس کی نظر سیاہ رنگ کے پلاسٹک کے ٹیگ

پر پڑی جو بم کے نیچے سے جھانک رہا تھا۔

"میکن ڈیوڈ۔" اس نے بلند آواز میں پڑھا۔ "سینٹ جیوڈز ہاسپٹل' ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ۔"

"کیا کہا تم نے؟" واپس آتی ہوئی لزا نے پوچھا۔

"سینٹ جیوڈز ہاسپٹل کہاں ہے؟"

"سالٹ لیک سٹی میں۔" لزا نے بتایا۔ پھر پوچھا۔ "کیوں؟"

علی نے پاؤں پھیلائے اور مائیکروفون ہاتھ میں لیا۔ "میں وک کی منصوبہ بندی سمجھ گیا ہوں۔"

علی نے بات کرنے والا بٹن دبایا۔ اس کے حلق میں گولا سا پھنسنے لگا۔ ایسا اس کے ساتھ اس وقت ہوتا تھا' جب اسے کسی لڑکی سے بات کرنی ہوتی تھی۔ اب وہ نروس ہو رہا تھا۔ "وک تم سن رہے ہو؟" اس نے مائیکروفون میں کہا۔

دوسری طرف خاموشی تھی۔ اس نے سمجھ لیا کہ اس کی اپروچ درست نہیں ہے۔ ذہن میں ایک بہتر خیال آیا۔ "ڈنگ ڈنگ ڈنگ وک۔" اس نے مائیک میں کہا۔ "یہ آواز سن رہے ہو وک۔ یہ رنگ میں نئے راؤنڈ کے آغاز کی گھنٹی ہے اور تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں نے تمہیں رسیوں سے لگا دیا ہے۔"

اسپیکر پر کلک کی صاف اور واضح آواز ابھری۔ علی کو وک کی آواز سننے سے پہلے ہی اس کی موجودگی کا احساس ہو گیا۔

"ویل ہیلو۔" وک نے کہا۔ "لیکن نہیں' مجھے کہنا چاہئے....... الوداع علی۔ کیونکہ تم نے مجھے رسیوں سے نہیں لگایا ہے اور نہ ہی کبھی لگا سکو گے۔"

"تم باتیں بہت بڑی کرتے ہو وک۔ تم وقت گزاری کر رہے ہو۔ تاکہ اپنے ریڈی ایشن ڈیٹکٹر اسکرین پر میری پوزیشن دیکھنے کی کوشش کرو لیکن جب تک ایسا ہو' بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ وجہ جاننا چاہتے ہو؟"

"ہاں' کیوں نہیں۔"

علی نے بٹن دبانے شروع کیے۔ "اس لیے کہ میں غلط کوڈ داخل کر رہا ہوں گندے آدمی۔ ایسا دو بار اور کروں گا....... اور بم تمہارے کام کے نہیں رہیں گے۔"

وکٹر نے بے پروائی سے سیٹی بجائی۔ علی کو اپنا جسم سرد ہوتا محسوس ہوا۔ "اوہ....... تم نے واقعی مجھے رسیوں سے لگا دیا۔ اس بارے میں تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔" الفاظ کے برعکس وکٹر کا لہجہ چہکتا ہوا تھا۔

علی کے ہاتھ ٹھہر گئے۔ اس نے لزا کو دیکھا۔ چند لمحے پہلے اس کی آنکھوں میں اطمینان کی چمک تھی۔ مگر اب وہ غائب ہو چکی تھی۔

"اتنا وقت تم نے میرے ساتھ کاک پٹ میں گزارا۔ پھر رنگ میں بھی مجھے دیکھا۔" وک کہہ رہا تھا۔ "اس کے باوجود تم نے مجھے بے وقوف سمجھا۔ اور تم مجھے یہ ڈراوا دے رہے ہو۔ میں نے پینٹیکس میں اپنے ایک دوست سے چند نئے بورڈز اور سرکٹ خریدے تھے۔ یوں سمجھو کہ اپنی سال بھر کی تنخواہ اس میں جھونک دی تھی۔ صرف اس دن کے امکان کا توڑ کرنے کے لیے۔ پیسہ تو آنی جانی چیز ہے اور سوچو' کوئی اندازہ لگا سکتے ہو؟"

علی کو اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سمجھ چکا تھا۔

"اگر تم نے ان بٹنوں پر سے ہاتھ نہیں ہٹایا تو عین ممکن ہے ہ بم ایکٹی ویٹ ہو جائے۔ ایسا ہوا تو یاد رکھنا' کاؤنٹ ڈاؤن بہت مختصر ہوگا۔ صرف ساٹھ تک گنتی....... اور اس کے بعد دھماکہ۔"

علی نے داہنے ہاتھ کی مٹھی اتنی سختی سے بھینچی کہ ناخن اس کی ہتھیلی میں گھسنے لگے۔ اس کا ہاتھ سرخ ہو گیا۔

"بہرحال پارٹنر' یہ بات ماننے والی ہے کہ تم نے اچھی کوشش کی۔ اس معاملے میں تم نے میری توقع سے بڑھ کر جان ماری ہے۔ تم ایسے تو نہیں تھے۔"

''تعریف کا شکریہ۔'' علی نے کہا۔ ''لیکن میری طرف سے یہ کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔''

''کہانی ختم ہو چکی ہے دوست۔ تم بھی ختم ہو چکے۔''

''ممکن ہے لیکن میں تمہارا منصوبہ سمجھ چکا ہوں۔''

''ذرا مجھے بھی بتاؤ۔''

''تم سالٹ لیک سٹی کو یرغمال بنا کر تاوان طلب کرو گے۔''

''اوہ...... یہ خیال تمہیں کیسے آیا؟'' وکٹر نے تمسخرانہ لہجے میں پوچھا۔

''سینٹ جیوڈز ہاسپٹل لیک سٹی ہی میں ہے۔ تم یہ بم ہاسپٹل کے ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ میں چھپاؤ گے۔ یوں نیسٹ کے یا سیٹیلائٹ کے کسی بھی اسکینر پر ان کا سراغ نہیں مل سکے گا۔''

''واؤ۔ میں تم سے بہت متاثر ہوا ہوں پارٹنر۔''

''یہ بتاؤ' تم تاوان میں کتنی رقم طلب کرو گے؟''

''بہت ...... بہت زیادہ۔ اسٹاک ہوم میں میرا ایک بروکر ہے۔ ہیری صبح وہ میرے لیے والوو کار کمپنی کے پانچ فیصد حصص خرید لے گا۔ میری باقی زندگی کے عیش کے لیے اس کا منافع ہی کافی ہے۔ یہ خوشی مجھے الگ ہوگی کہ میں دنیا کی محفوظ ترین کار بنانے والوں کی مدد کر رہا ہوں۔''

''دولت! تم یہ سب صرف دولت کے لیے کر رہے ہو؟ مجھے بہت مایوسی ہوئی وک۔''

''تم ایسا کرتے تو اس کی کیا وجہ ہوتی؟ ٹھہرو ...... مجھے سوچنے دو۔ تم مطالبہ کرتے کہ چاند اور مریخ کے لیے فضائی سروس شروع کی جائے۔ یا نئے فینسی جہاز بنائے جائیں۔ بچے ہو نا تم ...... ذہنی طور پر تم بچے ہو۔ میں تو دولت مند بننا چاہتا ہوں۔ تم بتاؤ' میری جگہ تم ہوتے تو کیا کرتے؟''

''خودکشی کر لیتا۔'' علی نے جواب دیا۔

''ارے نہیں۔ یہ تمہارے دماغ کا بایاں حصہ کام کر رہا ہے۔ ذرا دائیں حصہ کو استعمال کرو۔ یا ممکن ہے' میں الٹا کہہ رہا ہوں۔ ٹھیک سے یاد نہیں ہے مجھے۔''

لزا نے گھڑی دکھاتے ہوئے آواز بھینچ کر کہا۔ ''ریڈی ایشن اسکینر کو ذہن میں رکھو۔'' اس کے چہرے پر تشویش تھی۔

علی نے آنکھیں بند کیں اور سر کو تفہیمی جنبش دی۔ اسے احساس تھا کہ وقت کم ہے، لیکن معاملہ اس کے پرانے دوست وک کا تھا' جس سے وہ ہر معاملے پر سیر حاصل گفتگو کرتا تھا۔ بات بہت بڑھ گئی تھی۔ معاملہ ہاتھ سے نکل گیا تھا لیکن ممکن ہے' ابھی اتنا کچھ نہ بگڑا ہو۔ اگر کوئی چانس ہے تو اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔

''وک ...... میں کچھ کرنا چاہتا ہوں۔'' علی نے کہا۔

''کیا؟''

''باتیں۔ ایک گھنٹے کی جنگ بندی کر لو۔ میں اور تم مل سکتے ہیں' جہاں تم چاہو۔''

''سوری' یہ ممکن نہیں۔ البتہ تمہارے جذبات کو میں سراہے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن یہ ممکن نہیں۔''

''تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟'' علی نے چیخ کر کہا۔ ''یا مجھے بتانے دو۔ اس لیے کہ تمہارا پرموشن رک گیا۔ اب تم انہیں دکھانا چاہتے ہو کہ تم ان سب سے بڑھ کر اسمارٹ ہو اور اس لیے کہ آج کل ہر شخص خود کو بیچنے اور کیش کرانے میں مصروف ہے۔ تو تم کیوں پیچھے رہو۔ اور اس لیے کہ تمہارے والدین نے تمہیں محبت نہیں دی۔ ہمیشہ تم پر سختی کی اور اس لیے کہ تمہاری بیوی تم سے بے وفائی کرتی رہی۔'' علی پوری قوت سے چیخ رہا تھا اور اس کا منہ مائیکروفون سے تقریباً جا ملا تھا۔ ''دیکھو وک' وجوہات سب کے پاس ہوتی ہیں۔ ہم ہر روز کورٹ ٹی وی پر وجوہات سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ کیونکہ میں میٹھا بہت کھاتا تھا۔ کیونکہ پیر کے دن مجھے ڈپریشن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مجھے میری پسندیدہ ویڈیو نہیں ملی۔ یہ سب بکواس ہے ...... نام نہاد وجوہات۔ تم میں اور اس شخص میں کوئی فرق نہیں

وک' جو اسکول کے پلے گراؤنڈ میں بچوں پر M16 سے اندھا دھند فائرنگ کرتا ہے۔ تم دونوں سمجھتے ہو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو' تمہارے پاس اس کا معقول جواز ہے۔ تم دونوں سمجھتے ہو کہ تمہارے ساتھ زیادتیاں ہوئیں لیکن حقیقت کیا ہے' یہ جاننا چاہتے ہو تم؟''

''میں جاننے کے لیے تڑپ رہا ہوں۔''

''سچ یہ ہے کہ تم دونوں کے دماغوں میں خلل ہے۔ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہاری تعریفیں کریں' تمہارے گن گائیں۔ حالانکہ تم مستحق اس بات کے ہو کہ تمہیں جوتے سے .... ہاں جوتے سے مارا جائے۔''

وکٹر کے تالی بجانے کی آواز آئی۔ ''واہ .... شاندار۔ تمہیں تو خدا منتخب کیا جانا چاہیے۔''

''حالانکہ خدائی کا دعویٰ تو تم کر رہے ہو۔ پورے' جیتے جاگتے ایک شہر کو ملیامیٹ کرنے کا منصوبہ بنایا ہے تم نے۔''

''ایک بات بتاؤں کیپٹن۔'' وکٹر نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''ایک بار میں نے سنجیدگی سے ارادہ کیا تھا کہ تمہیں اس میں شریک کر لوں۔ پھر میں نے ایسا نہیں کیا۔ جانتے ہو کیوں؟''

''کیونکہ میں تمہیں باز رکھنے کی بھرپور کوشش کرتا۔''

''نہیں۔ میں نے صرف اس لیے تم سے اس سلسلے میں بات نہیں کی کہ تم انکار کرتے تو میں اسی لمحے تمہیں ختم کر دیتا۔''

علی کے دل پر اداسی گھٹا کی طرح چھا گئی۔ یہ ہے وک .... وک ڈکسن۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

''اور میں ڈرتا تھا کہ تم ہاں نہ کہہ دو۔'' وکٹر نے مزید کہا۔ ''کیونکہ اس صورت میں مجھے یہ اعتماد نہ ہوتا کہ تم واقعی میرے ساتھ شامل ہو رہے ہو۔''

''شاید تم میری توہین کرنا چاہ رہے ہو۔''

''نہیں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔''

''تم ایٹمی ہتھیار چرانے کے معاملے میں مجھ پر اعتماد نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بتاؤ کہ کیا مجھے اس پر شرمندہ ہونا چاہیے؟''

''نہیں۔'' اس بار وکٹر چلایا۔ ''تمہیں اس پر شرمندہ ہونا چاہیے کہ میں کسی بھی معاملے میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ نہ رنگ میں لڑ سکتے ہو' نہ کوئی لڑکی پھنسا سکتے ہو۔ تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تمہیں اپنے ناکارہ پن پر شرمندہ ہونا چاہیے۔''

''ٹھیک ہے لیکن ایک معاملے میں تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو۔'' علی نے کہا۔ ''وک' مجھ پر بھروسہ کرو، یقین رکھو کہ میں اس معاملے میں تمہیں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔''

''میں دیکھوں گا .... ضرور دیکھنا چاہوں گا۔'' وکٹر نے جواب دیا۔ ''سچ یہ ہے کہ یہ بھاگے بھاگے پھرنا فضول ہے۔ تم ایک کھلونے روبوٹ کی طرح ہو' جس میں چابی بھری ہوئی ہے۔ جب تک چابی بھری ہے' تم اِدھر اُدھر دیواروں سے ٹکراتے پھرو گے اور چابی ختم ہو گئی تو وہیں کے وہیں کھڑے رہ جاؤ گے۔ تم متحرک ضرور ہو لیکن تمہارے پاس کوئی پلان نہیں۔ تمہارے پاس کوئی سراغ بھی نہیں۔''

علی نے لزا کو دیکھا جو اُس کے برابر کھڑی سب کچھ سن رہی تھی۔ اب اُس کی آنکھوں میں پریشانی کے بجائے ہمدردی کا تاثر تھا۔

''میرے پاس کچھ نہ سہی' لیکن ایٹم بم بہر حال ہیں۔'' علی نے کہا۔ ''سوال یہ ہے کہ کیا مجھ میں حوصلہ بھی ہے۔ یہ حوصلہ کہ میں درست کوڈ انٹر کر سکوں۔ شاید تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو۔''

وکٹر چند لمحے خاموش رہا۔ ''تم ایسا نہیں کرو گے۔ یہ حوصلے کی بات نہیں دوست۔ یہ تو تمہارا میرے سامنے شکست تسلیم کرنا ہوگا۔''

"یہ نکتہ نظر کا اختلاف ہے۔" علی نے کہا۔ "بہرحال ممکن ہے کہ میرے کام ختم کرنے سے پہلے تمہارے ٹھگ یہاں پہنچ جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ میں ناکام ہو جاؤں۔ تو اس صورت میں' میں تم سے ابھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"میں سراپا سماعت ہوں۔"

"جو تم کر رہے ہو میرے سابق دوست' وہ کوئی حوصلے کا کام نہیں' بہادری نہیں۔ تم دولت کی آرزو میں چھچھوری اور گھٹیا حرکت کر رہے ہو۔ اتنے برسوں سے تم مجھے سکھا رہے ہو کہ کس طرح فائٹ کرنی چاہیے۔ تم تو تن آسانی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ آسانی سے مال پکڑ کر نکل لینا گھٹیا پن ہے۔ تم مجھ سے جو جو کچھ کہتے تھے' اُس میں سے بیشتر سے میں متفق نہیں تھا لیکن بہرحال میں تمہارا احترام کرتا تھا مگر اب تم نے وہ گنوا دیا ہے۔ تم جسے شکست خوردگی سمجھتے ہو' میں اسے حوصلہ سمجھتا ہوں اور اب میں وہی کروں گا۔"

✻✻✻

علی نے مائیکروفون آف کیا اور اسے ٹرالر کے کھلے ہوئے عقبی گیٹ پر رکھ دیا۔ اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کان کے داخلی دروازے کو غور سے دیکھا۔ "یہ کان بند کب کی گئی تھی؟" اُس نے پوچھا۔

"1950ء کے قریب۔"

"یہ کتنی گہری ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ میرا خیال ہے کہ اس کی گہرائی دو اڑھائی ہزار فٹ کے لگ بھگ ہو گی اور تقریباً ہر دو سو فٹ کے بعد ایک ڈیک ہے۔"

علی دیکھتا رہا۔ وہ کان کو نہیں' اپنی زندگی کو دیکھ رہا تھا۔ وک نے ٹھیک کہا تھا۔ بہت سے معاملات میں وہ کورا تھا۔ اُس کی اپروچ درست نہیں تھی۔ لعنت بھیجو۔ اُس نے خود سے کہا اور ذہن سے ان خیالات کو جھٹکا۔ پھر اُس نے ٹرالر کے اگلے حصے میں نصب چرخی کو دیکھا' جس پر مضبوط کیبل لپٹا ہوا تھا۔ کچھ بھی ہو۔ بس یہ کام ضرور کروں گا اور ناکام

نہیں رہوں گا۔ اُس نے سوچا۔

"دو اڑھائی ہزار فٹ۔" اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "یہ تو کافی گہرائی ہے۔"

"کس لیے؟" لزا نے پوچھا۔

علی ٹرالر کے سامنے والے حصے کی طرف گیا اور فارورڈ کا بٹن دبایا۔ پھر اُس نے کیبل تھاما اور اسے لے کر کان کے دروازے کی طرف گیا۔ "ایٹمی دھماکے کے لیے۔" اُس نے بے حد سرسری انداز میں کہا۔

لزا اُس کے ساتھ چل رہی تھی۔ وہ چلتے چلتے رک گئی۔ "کیا؟"

پرانے آہنی دروازے کے پاس پہنچ کر علی نے ہیڈ لاک کے اوپر لگے آنکڑے میں ہک کو پھنسا دیا۔ پھر وہ ٹرالر کی طرف واپس گیا۔ "ہم ان بموں کو سیٹ آف کریں گے۔"

"تم ایٹم بم سیٹ آف کرو گے۔ صرف اس شخص پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ تم ایسا کر سکتے ہو۔" لزا نے کہا۔ "مسٹر! یہ گھٹیا پن کے مقابلے کو نہایت نچلی سطح پر لے جا رہے ہو تم۔"

علی سامنے کے بمپر کے پاس گیا اور چرخی کو اسٹارٹ کر دیا۔ "میرے سامنے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔" اُس نے کہا۔

کیبل کا ڈھیلا پن دور ہوا اور وہ کھنچنے لگا۔ بمپر اور ہیڈ لاک دونوں پر دباؤ پڑ رہا تھا۔

"فضول بات۔" لزا نے چیخ کر کہا۔ "تم انہیں چھپا سکتے ہو۔"

"وک کے پاس ریڈی ایشن اسکینر ہے۔ وہ انہیں ڈھونڈ لے گا۔"

لزا نے اسے کندھوں سے پکڑا اور جھنجھوڑ ڈالا۔ علی نے جھٹکے سے خود کو چھڑا لیا۔ "تم سمجھ بھی رہے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" لزا نے کہا۔ "تم ایٹم بموں کو ایکٹی ویٹ کرنے کی بات کر رہے ہو۔"

"پچاس اور ساٹھ کی دہائی کے درمیان ملٹری نے نیواڈا میں زیرِ زمین ایٹمی ہتھیار خود سیٹ آف کیے تھے۔ اب تو زمانہ بہت آگے چلا گیا ہے۔" علی نے اسے سمجھایا۔ "یقین

کرو‘ اس میں کوئی رِسک نہیں ہے۔“

”افسانے مت سناؤ مجھے۔“

”لزا‘ تم جو سوچ رہی ہو‘ سائنس فکشن کے حوالے سے سوچ رہی ہو۔ جبکہ یہ حقیقت ہے۔ ہمیں کچھ نہیں ہوگا۔“

آہنی دروازے کا ہیڈ لاک تو نہیں ہلا لیکن قبضے جواب دے گئے۔ وہ ٹوٹے اور دروازہ یوں گرا جیسے ہرکولیس نے زور لگا کر اسے گرایا ہو۔ علی نے فوری طور پر چرخی کو روک دیا۔ اُس نے ہک ہیڈ لاک سے نکالا‘ جواب بھی صحیح وسلامت تھا۔

پھر وہ کان میں داخل ہو گیا۔

اندر خنکی‘ سیلن اور اس کی بو تھی۔ کان کا عمودی شافٹ دروازے کے قریب ہی تھا۔ یہ اور اچھی بات تھی۔ وہ کان سے باہر نکلا اور ٹرالر کے عقبی حصے کو دروازے کے بالکل قریب لے آیا۔ پھر وہ بموں کی طرف گیا۔

وہ دو آدمیوں کا کام تھا۔ دو آدمی آسانی سے کر سکتے تھے۔ لیکن لزا سے ہاتھ بٹانے کو وہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اُس نے دونوں ٹانگوں کو کھول کر پاؤں جمائے اور بم جس کریڈل میں رکھا تھا‘ اس کے ہینڈل پکڑ کر زور لگایا۔ وہ زور لگاتا رہا۔ اچانک چرچراہٹ کی آواز ابھری۔

اب لزا سے مدد مانگنے میں ہچکچاہٹ کا سوال ہی نہیں تھا۔ اُس نے پلٹ کر لزا کو دیکھا۔ وہ آگے بڑھ آئی لیکن اُس نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ ”نہیں مسٹر‘ میں ایٹم بم سیٹ آف کرنے میں تمہاری مدد نہیں کر سکتی۔“

علی نے ہینڈل چھوڑ دیے۔ ”سنو...... دھماکہ ہوگا تو ہم وہاں نہیں ہوں گے۔“

”نہیں...... میں سن چکی ہوں۔ سیٹ آف ہونے کے بعد صرف ایک منٹ کی مہلت ہوگی۔“

”اسے اقدامِ خودکشی نہ سمجھو۔ میں یہ کام ایک اور طریقے سے کر سکتا ہوں۔“

”میں نے کہا نا نہیں۔ نہیں...... نہیں...... نہیں......“ لزا پاگلوں کی طرح ”نہیں“ کی تکرار کرتی رہی۔

علی نے سر جھٹکا۔ ”میں آخر تمہیں کیوں نہیں سمجھا پا رہا ہوں۔“

”اس لیے کہ میں ہوش مند ہوں اور تم پاگل ہو۔“

”تو تم یہ سمجھتی ہو۔“ علی آپے سے باہر ہو کر چلایا۔ ”اب ذرا سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو یہ بم وک کو مل جائیں گے اور اگر اسے بم مل گئے تو وہ ایک آباد شہر کو یرغمال بنا لے گا اور اگر حکومت نے تاوان ادا نہ کیا تو وک اس شہر کو اُڑا دے گا۔ یقین کرو‘ اُڑا دے گا۔ میں اسے جانتا ہوں۔ اب سوچو‘ سالٹ لیک سٹی کی آبادی کتنی ہے؟ ساڑھے سات لاکھ؟“

”ہاں...... کم وبیش اتنی ہی ہے۔“

”پھر ہوا کے رخ کی بھی اہمیت ہے۔ ریڈی ایشن نیواڈا کے بڑے حصے کو متاثر کرے گی۔ کیلی فورنیا‘ کولاراڈو اور کنساس کے بعض علاقے بھی تابکاری کی لپیٹ میں آئیں گے۔ میں اس تباہی کو روکنے کی کوشش کروں تو تم مجھے پاگل کہتی ہو اور اس واقعے کے بعد وک جیسے لالچی لوگ بار بار یہ کھیل کھیلیں گے اور شہر نشانہ بنیں گے۔ یہ نہ سمجھوں کہ ایٹمی ہتھیار آسانی سے نہیں ملتے۔ مثال تمہارے سامنے ہے۔“

لزا نے گہری سانس لی۔ ”مجھے یقین نہیں آتا کہ تمہارا ساتھی ہواباز اس حد تک جا سکتا ہے۔“

”کیوں نہیں جا سکتا؟ تم خود کو اس کی جگہ رکھ کر سوچتی ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں اور تم ایسا نہیں کر سکتے لیکن یہ تو بتاؤ‘ کتنے پائلٹ ایسے ہوں گے جو اپنے ساتھی ہواباز کو پرواز کے دوران شوٹ کرنے کی کوشش کریں گے۔ یا اسے کندھے کی پٹی سے محروم حالت میں جہاز سے اجیکٹ کر دیں گے۔ کم ہی ہوں گے ایسے۔ لیکن وکٹر ڈکسن نے بلاجھجک میرے ساتھ یہ سب کیا۔ یقین کرو لزا‘ وہ بلاجھجک سالٹ لیک سٹی میں ایٹمی دھماکہ کر

دے گا۔"

لزا کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلیں۔ اُس نے پاؤں پٹخے۔ وہ غصے کا اظہار تھا۔ شاید اسے خود پر غصہ آ رہا تھا۔ "مجھے اخلاقی الجھاوے اچھے نہیں لگتے۔ چلو چھوٹا معاملہ ہو تو کوئی بات ہے۔ معاملہ بھی اتنا بڑا...... ایٹم بم سیٹ آف کرنا۔"

اب لزا علی کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ "ہر معاملہ بنیادی طور پر ایک ہی ہوتا ہے...... خیر و شر کی جنگ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں داؤ بہت بڑا ہے...... ایٹم بم۔" علی نے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"اب ہمارے پاس وقت کم ہے لزا، یہ بتاؤ، تم تیار ہو نا؟"

لزا نے چند لمحے سوچا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر بولی۔ "اگر ہم بچ گئے تو تم مجھے ڈنر پر لے کر چلنا اور یہ بتانا کہ تمہاری موت کی اس خواہش کی بنیاد کہاں پڑی تھی۔"

اب ان کے چہرے سرخ ہو گئے تھے۔ انہوں نے کوشش کی تھی کہ بم کو بہت آہستگی سے زمین پر گرائیں۔ بڑی حد تک وہ اس میں کامیاب ہوئے۔ پھر وہ دوسرے بم کی طرف متوجہ ہوئے۔ دوسرا بم اتارنے کے بعد علی چرخی کی طرف گیا۔ اُس نے دونوں بموں کے پہلوؤں میں جو آنکڑے تھے، کیبل کو ان میں سے گزار دیا۔ پھر اُس نے انہیں کھینچ کر چیک کیا۔

"میرے خیال میں بم ایک ایک کر کے پہنچانے تھے۔" لزا نے کہا۔

"یہ چرخی دو ٹن تک وزن اٹھا سکتی ہے۔" علی نے جواب دیا۔ "اور ہمارے پاس زیادہ وقت ہے بھی نہیں۔"

بم شافٹ کے کنارے رکھے تھے۔ علی پیٹھ کے بل لیٹا تھا۔ کان کی دیوار پر دونوں ہاتھ ٹکاتے ہوئے اُس نے پیروں سے بموں پر زور ڈال کر دھکیلا۔ بہت آہستہ آہستہ بم سرکنے لگے۔ چرخی پر کیبل سرکنے لگا۔

بالآخر بم نیچے جانے لگے۔ چرخی سے چوں چوں کی ڈراؤنی آواز آئی لیکن کیبل

سلامت تھا۔

علی اٹھ کھڑا ہوا۔ اتنی دیر میں اُس کا جسم پسینے میں شرابور ہو چکا تھا۔ "دیکھا؟ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔" اُس نے لزا سے کہا۔

وہ ٹرالر کی طرف گیا۔ وہاں سے اس نے فلیش لائٹ لی اور چرخی کی مشین اسٹارٹ کر دی۔ پھر وہ آیا۔ اُس نے لزا کا ہاتھ تھام کر اسے شافٹ کی طرف کھینچا۔ وہ ایک بم پر بیٹھ گیا۔ "آؤ۔ تم بھی بیٹھو۔"

لزا بیٹھ گئی۔ مگر اُس نے پوچھا۔ "کیوں؟" اُس کے انداز میں خوف تھا۔ یہ احساس کہ وہ ایک ایٹم بم پر بیٹھی ہے، اسے دہلا دینے کے لیے بہت کافی تھا۔

"کیونکہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔" علی کھڑا ہوا اور اُس نے کیبل کو تھام لیا۔ دوسرے ہاتھ سے اُس نے لزا کو تھاما ہوا تھا۔ "ضرورت یہ ہے کہ جس دوران میں بم سیٹ کروں گا، تمہیں مجھے روشنی دکھانی ہوگی۔"

"او مائی گاڈ۔" لزا نے گھبرا کر کہا لیکن اُس نے علی کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما اور دوسرے بم پر کھڑی ہو گئی۔

وہ تاریکی میں اترتے جا رہے تھے!

✻ ✻ ✻

جانسن کی کوششوں کے بعد بالآخر ریڈی ایشن اسکینر کام کرنے لگا۔

"خرابی کیا تھی اس میں؟" وکٹر نے پوچھا۔

"ان پہاڑیوں میں یورینیم کی موجودگی کی وجہ سے انڈی کیٹر کنفیوز ہو رہا تھا۔" جانسن نے جواب دیا۔ اب وہ ایک نقشے کا جائزہ لے رہا تھا۔

"مجھے تو یہ بتاؤ کہ اس وقت وہ کہاں ہیں۔" اب ٹرالر کو وہ خود ڈرائیو کر رہا تھا۔ ٹرالر کی رفتار بہت تیز تھی۔

"اس کے مطابق وہ شمال مغربی علاقے میں گئے ہیں...... اور یہاں سے چار میل

دور ہیں۔'' جانسن نے کہا۔ ''اس علاقے میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور ایک پرانی.......''

''میں جانتا ہوں' علی اس وقت کہاں ہے۔'' وکٹر نے اُس کی بات کاٹی اور مسکرایا۔

''میں جانتا ہوں' اس کی چال اسی پر پڑے گی۔''

جانسن نے کیلی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''میجر نے میکس کے ساتھ اس پورے علاقے کا سروے کیا تھا۔'' کیلی نے بتایا۔

''لہٰذا اگر وہ کہتا ہے کہ اسے معلوم ہے تو یقیناً اسے معلوم ہے۔ اس کی ہر بات درست ہوگی۔''

وہ اونچے نیچے راستوں پر سفر کرتے رہے۔ وکٹر کا جی چاہتا تھا کہ اس ستم ظریفی پر ہنسے لیکن وہ ہنس نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ ابھی بم علی کے قبضے میں تھے۔ بہرکیف وہ زیادہ فکر مند بھی نہیں تھا۔ وہ علی کو 13 برس سے جانتا تھا اور ان 13 برسوں کو پلٹ کر دیکھتا تو ایسا ایک موقع بھی نظر نہیں آتا' جب علی نے اپنے ناقابلِ فہم ہونے کا ثبوت دیا ہو۔

اُس کی ہر موو' ہر حرکت کے بارے میں پہلے سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ وہ خود سے اقدام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ جیسا کہا جاتا' ویسا ہی کرنے کا قائل تھا۔ بدلتی ہوئی صورتِ حال میں بھی اسے ہدایات پر عمل کرنے کے علاوہ کچھ نہیں سوجھتا تھا۔ وہ فطرتاً ماتحت تھا' ایگزیکٹیو نہیں۔

''خطرے کی کوئی بات نہیں۔ اس شخص علی میں کوئی شعلہ ہی نہیں ہے۔'' وکٹر خود کو یقین دلا رہا تھا۔ ''آج جو کچھ اُس نے کہا۔ وہ محض اتفاق تھا' حادثاتی تھا' ڈھپل! اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ لڑکی کو متاثر کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔''

پریچٹ پسنجر سیٹ پر بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ ''ایک سیکنڈ۔'' اُس نے اچانک وکٹر سے کہا۔ ''میرا خیال ہے' میں سمجھ گیا ہوں۔ علی کی اس ٹرالر کو آگ لگانے کی کوشش ایک باقاعدہ منصوبے کا حصہ تھی۔''

وکٹر کے پیچھے بیٹھے ہوئے کیلی نے تنبیہی لہجے میں اسے روکنے کی کوشش کی۔ ''مسٹر پریچٹ۔''

''نہیں۔ میری بات سنو۔'' پریچٹ نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''بم اُس کے پاس ہیں' ہمارے پاس نہیں۔ اور تم نے اُس کی انا کو چھیڑا ہے۔ جگایا ہے' تم نے دانستہ اسے خطرناک بنایا ہے۔ اکسایا ہے اور اب.......''

وکٹر کا ہاتھ سانپ کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور سختی سے پریچٹ کے گلے پر جم گیا۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر آنے لگیں۔ اُس نے ہاتھ چلائے' گردن جھٹکی' لیکن وہ اس گرفت سے خود کو آزاد نہیں کرا سکا۔ پھر اُس کے چہرے پر شاک کا تاثر ابھرا۔ وہ سانس نہیں لے پا رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے پریچٹ کا چہرہ نیلا پڑنے لگا۔ کوئی دو منٹ تک ہاتھ پاؤں پھینکنے کے بعد وہ بے جان ہو کر دروازے سے جا لگا۔ اُس کا منہ اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اس کا جسم بے حس و حرکت تھا۔

''میرے خیال میں اپنے فنانسر کو قتل کرنا کوئی اچھی مثال نہیں۔'' کیلی نے دبے لفظوں میں کہا۔

وکٹر نے کندھے جھٹک دیے۔ ''اگر وہ اعصاب کا کمزور تھا تو انہیں اسے ہمارے ساتھ نہیں لگانا چاہئے تھا۔''

کیلی بحث کرنا چاہتا تھا' لیکن اُس نے سمجھ لیا تھا کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ وہ خاموش رہا۔

جانسن پھٹی پھٹی آنکھوں سے پریچٹ کو دیکھ رہا تھا۔ ''آج صبح میں بیدار ہوا تو میں نے کسی انسان کو اُس وقت تک قتل ہوتے نہیں دیکھا تھا۔'' اُس نے کہا۔ ''اور اب میں دو قتل اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔''

''اور میں آج صبح جاگا تو اُس وقت تک میں نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔'' وکٹر نے

سخت لہجے میں کہا۔ ''اب یہ احمق پہلا ہے اور علی دوسرا ہوگا۔ ایسی بات نہیں۔ میں بغداد پر بمباری کر چکا ہوں۔'' وہ مسکرایا۔ ''لیکن دو بدو میں نے کبھی کسی کو ختم نہیں کیا تھا۔ اب پتا چلا ہے کہ یہ اتنی بڑی بات بھی نہیں۔''

''وہ دیکھو۔'' ٹرالر کے موڑ کاٹتے ہی کیلی چلایا۔

وکٹر نے اُس کی انگلی کے اشارے کی سمت دیکھا۔ سامنے ٹرالر کھڑا نظر آ رہا تھا۔

وکٹر نے ٹرالر کو اُس ٹرالر کے پاس جا کر روک دیا۔ ٹرالر کا پچھلا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ ٹرالر کان کے دروازے پر تھا۔ وکٹر نے چرخی سے نیچے کان میں جاتے ہوئے کیبل کو دیکھا۔ اُس نے سمجھ لیا کہ علی کے پاس حوصلہ ہو یا نہ ہو لیکن وہ بہرحال ایک سوچے سمجھے منصوبے پر عمل کر رہا ہے اور جو کچھ سامنے نظر آ رہا ہے' اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ منصوبہ اچھا بھی ہے۔ بس یہ علی کی بدقسمتی ہے کہ وکٹر سے مقابلے کے لیے اسے صرف اچھے نہیں' بہت اچھے منصوبے کی ضرورت تھی اور وہ اس کے پاس نہیں تھا!

✲✲✲

نیچے اترنے کے دوران علی وقتاً فوقتاً فلیش لائٹ روشن کرتا رہا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کتنا نیچے آ چکے ہیں۔

کچھ دیر بعد ہوا ٹھنڈی اور بھاری ہوگئی۔ وہ ضرورت سے زیادہ فلیش لائٹ استعمال نہیں کر رہا تھا کہ کہیں اُس کی بیٹری جواب نہ دے جائے۔ ایسا ہوتا تو وہ اس کان میں پھنس کر رہ جاتے۔ مگر اب اسے یہ فکر بھی تھی کہ کہیں کیبل کم نہ پڑ جائے۔ اُس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ شافٹ کا پہلا ڈیک دو سو فٹ سے زیادہ گہرا بھی ہو سکتا ہے۔ کیبل ڈھائی سو فٹ لمبا تھا۔ اُس میں سے اسی فٹ تو شافٹ کے باہر ہی خرچ ہو چکا تھا۔ اگر وہ درمیان میں لٹکے رہ گئے تو یہ بدترین بات ہوگی اور اگر وکٹر آ گیا اور اُس نے چرخی کو الٹا چلا کر انہیں کھینچنا شروع کر دیا تو یہ اس سے بھی برا ہوگا۔

سردی کے باوجود اُس کے جسم سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ فلیش لائٹ کی روشنی میں

ڈیک کا فرش نظر آیا تو اس نے سکون کی سانس لی۔ بم فرش کے قریب پہنچے تو اُس نے فلیش لائٹ لزا کو تھمائی اور خود چھلانگ لگا دی۔

بموں کے فرش پر ٹکتے ہی لزا بھی نیچے اتر آئی۔ اُس نے روشنی کی۔ علی نے بموں کو کیبل کی گرفت سے آزاد کیا۔ پھر اُس کے بعد اُس نے اسے ایک بہت بڑے گول پتھر کے گرد لپیٹ دیا۔

''یہ تم کیا کر رہے ہو؟'' لزا نے پوچھا۔

''میں نہیں چاہتا کہ وک ٹرالر تک پہنچے تو کیبل کو اوپر کھینچ لے اور ہم یہاں پھنسے رہ جائیں۔''

''یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔'' لزا نے ستائشی لہجے میں کہا۔ ''ویسے ہمیں اس کام سے نمٹنے میں کتنی دیر لگے گی؟''

''پوزیشن میں آنے کے بعد تو صرف چند منٹ لگیں گے اور ہم کو صرف ایک بم سیٹ کرنا ہے۔ دوسرا تو کروڑوں من چٹانوں کے نیچے دفن ہو جائے گا لیکن پہلے ہمیں کان میں اور نیچے کی طرف جانا ہوگا۔''

''کیا؟''

''ہاں۔ اس طرح ریڈی ایشن کے باہر کی فضا تک پہنچنے کے امکانات معدوم ہو جائیں گے۔''

''کتنی گہرائی میں جانے کی ضرورت ہوگی؟''

''بہت زیادہ نہیں۔ اس کراس کٹ سے ایک بم لڑھکاتے ہیں' دیکھیں' کہاں تک پہنچتا ہے۔''

لزا نے کراس کٹ کی طرف فلیش لائٹ کا رخ کیا۔ پھر وہ پلٹ کر گئی اور بم کو دھکیلنے میں علی کی مدد کرنے لگی۔ وہ بم کو کراس کٹ کی طرف دھکیل رہے تھے کہ اوپر سے گرد گرنے لگی۔ ''ہمیں یہیں مر جانا ہے۔ دھماکے سے نہیں مرے تو کان کی چھت بیٹھ جانے

سے مرجائیں گے اور یہ بھی نہیں تو مجھے ہارٹ اٹیک ہو جائے گا۔"

"کچھ بھی ہو۔ ہم ساتھ ہی ہوں گے۔" علی نے بے حد خلوص سے کہا۔

"تم یہ کام کیسے کرو گے؟" لزا نے موضوع بدلا۔

"میں کی پیڈ استعمال کروں گا۔" علی نے ہانپتے ہوئے کہا۔

علی نے فلیش لائٹ کی روشنی میں جائزہ لیا۔ ایک جگہ اسے بڑا خلا نظر آیا' جہاں کان کن اپنے اوزار رکھتے رہے ہوں گے۔ "یہ جگہ مناسب ہے۔"

"خدا کا شکر ہے۔" لزا نے کراہتے ہوئے کہا۔ اُس کی کمر بری طرح دکھ گئی تھی۔

"ان بموں کے دو ٹریگر ہوتے ہیں۔" علی نے بم کو دھکیلتے ہوئے کہا۔ "ایک آلٹی میٹر...... یعنی فضا میں بلندی اور دوسرا جھٹکا...... زمین سے ٹکرانا۔ بلندی کی صورت میں یہ فضا کے اندر ایک خاص بلندی پر پھٹ جاتا ہے۔"

"میں تو سمجھتی تھی کہ بم صرف زمین سے ٹکرانے کے نتیجے میں پھٹتے ہیں۔" لزا نے کہا۔

علی نے نفی میں سر ہلایا۔ "پہلی ترجیح یہ ہوتی ہے کہ بم فضا میں پھٹے۔ اس صورت میں وہ بہت زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ تین ہزار فٹ کی بلندی سب سے بہتر ہوتی ہے۔ چھ ہزار فٹ کے مقابلے میں تین ہزار فٹ کی بلندی پر دھماکہ ہو تو وہ پانچ گنا زیادہ تباہ کن ہوتا ہے۔ دھاتیں بھی پگھل......"

"میں سمجھ گئی۔" لزا نے جلدی سے کہا۔

"سوری...... اصل میں میرے لیے یہ ایک کام ہے۔ بہرحال اگر پہلا ٹریگر کام نہ کرے تو زمین سے ٹکرانا دوسرا ٹریگر ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر دوسری تمام چیزیں ناکام ہو بھی جائیں تو زمین سے ٹکرانے کے بعد بم پھٹے بغیر نہیں رہتا۔"

انہوں نے بم کو خلا میں دھکیلا اور اس پوزیشن میں رکھا کہ بم کا پینل ان کے سامنے تھا۔ لزا نے فلیش لائٹ لی اور علی کو روشنی دکھانے لگی۔ علی کی پیڈ میں الجھ گیا۔

اُس نے Enter والا بٹن دبایا۔ "یہ دیکھو دھماکے والا ٹریگر لوڈ ہے۔" اُس نے کہا۔

لزا گھبرا کر پیچھے ہٹی۔

"تم کیا سمجھ رہی ہو۔ یہ کوئی برگلر الارم نہیں کہ لمس پاتے ہی کام کرنے لگے۔" علی نے اسے سمجھایا۔ "یہ عام جھٹکے سے ایکٹی ویٹ نہیں ہوگا۔ کم از کم تیس چالیس فٹ اوپر سے گرنا ضروری ہے۔"

"تو اب تم اسے کیسے ڈیٹونیٹ کرو گے؟"

"روشنی ذرا آگے لاؤ۔"

لزا ہچکچا رہی تھی۔ تاہم وہ لائٹ لیے آگے بڑھی۔ علی کی پیڈ پر جھک گیا۔ "میں بلندی کے ٹریگر کو ایک لاکھ فٹ کی بلندی پر سیٹ کروں گا۔ پھر میں کمپیوٹر کو بتاؤں گا کہ کلاک تیس منٹ آگے چل رہا ہے۔ تیس منٹ بعد اس کا سسٹم ایکٹی ویٹ ہوگا۔ آلٹی میٹر بتائے گا کہ بم ایک لاکھ فٹ نیچے آ چکا ہے۔ بس اس کے بعد دھماکہ ہوگا۔ کچھ سمجھ میں آیا؟"

"بالکل بھی نہیں۔"

علی نے یہ نیا پروگرام Enter کیا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ "اس کا مطلب ہے کہ کلاک میں نمبر ڈالنے کے بعد ہمارے پاس یہاں سے نکلنے کے لئے تیس منٹ کی مہلت ہوگی۔"

اُس نے کہا۔ "ورنہ مٹی کو تو بالآخر مٹی میں ملنا ہی ہے۔"

"تو اب انتظار کس بات کا ہے؟"

"یہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ میں کوئی بات بھول تو نہیں گیا ہوں۔"

"یہ سوچو کہ جو کر رہے ہو' اُس کے بارے میں جانتے بھی ہو؟ میرا مطلب ہے کہ ہمیں تیس منٹ کی مہلت تو ملے گی نا؟"

"جو ہوا باز ایٹم بم لے کر پرواز کرتے ہیں' وہ ان کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ انہیں بتایا...... سکھایا جاتا ہے۔ ایمرجنسی صورت حال میں ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ بتایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہو سکے تو بم واپس لاؤ۔ یہ نہ ہو سکے تو انہیں ناکارہ کر دو اور یہ بھی

ممکن نہ ہو تو انہیں تباہ کر دو اور تباہ کرنے کی جو ترکیب ہمیں بتائی گئی ہے' میں اس وقت اس پر عمل کر رہا ہوں۔ اب مجھے صرف کلاک سیٹ کرنا ہے اور ......"

اچانک ECU کلاک پر چمکنے والے ہندسے تھرکنے لگے۔ پھر سب کچھ غائب ہو گیا۔ علی بے بس کھڑا کلاک کو ایسے دیکھ رہا تھا' جیسے اسے بتایا گیا ہو کہ اسے رِنگ میں ہیوی ویٹ باکسر مائیک ٹائی سن سے مقابلہ کرنا ہے ......

* * *

ہنگامی بحران سے نمٹنے والی ٹیم پھر سچویشن روم میں موجود تھی۔ وہ دونوں ہوا بازوں وکٹر اور علی کے نفسیاتی خاکوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ اچانک جنرل کریلے کے پاس رکھے فون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے ریسیور اٹھایا' کچھ سنا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔ اُس نے ابتدا میں ہیلو اور اس کے آدھے منٹ بعد صرف۔ اُنہیں بھیج دو ...... کہا تھا۔

"ہمیں تصویریں مل گئی ہیں۔" اُس نے کہا۔ اس وقت کمپیوٹر اسکرین پر لکیریں دوڑتی نظر آئیں۔

نفسیاتی خاکے بتاتے تھے کہ وکٹر اور علی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ علی خاموش طبع' کم آمیز اور رازداری سے کام لینے والا آدمی تھا۔ جبکہ وکٹر شوخ و شریر اور تیزی سے گھل مل جانے والا تھا۔

"یہ جائے حادثہ کا منظر ہے' جو سیٹلائٹ سے دیکھا گیا ہے۔" جنرل کریلے نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب اگر بم رِسا ہے تو وہ یقیناً گرم ہوگا۔ اس صورت میں وہ سفید چمک دار دائرے کی شکل میں نظر آنا چاہیے۔ جبکہ ہمیں ایسا کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔"

وہ منتظر رہا۔ یہاں تک کہ اسکرین پر دوسری تصویر ابھری۔ اس میں چار سرخ دھبے نظر آ رہے تھے۔ "حدت کی جو علامات ہمیں نظر آئی ہیں' وہ بس یہ ہیں۔"

جنرل نے کہا۔ "ہمارا خیال ہے کہ یہ کرنل رھوڈز اور اُس کے آدمی ہیں۔ بلکہ لاشیں کہو۔ کیونکہ زندہ ہوتے تو یہ چمک دار نظر آتے۔"

جنرل جیف اور بیئرڈ کے درمیان نگاہوں کا تبادلہ ہوا۔ بیئرڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔
چیئرمین نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "کرنل ولکنس سے بات کراؤ۔"

جس دوران کال ملنے کا انتظار ہو رہا تھا' کمرے میں خاموشی رہی۔ بیئرڈ خاموش طبع اور اپنے اندر سمٹ کر رہنے والے کیپٹن علی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ایک ایسے شخص کو دو ایٹم بموں سمیت ایک بمبار طیارہ کیسے دے دیا گیا' جبکہ وہ پاکستانی تھا...... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمان' شکر ہے کہ وہ گیم کھیل رہا ہے۔ ورنہ وہ تو ان بموں کو واشنگٹن' نیویارک' لاس اینجلس ...... کہیں بھی گرا سکتا تھا۔ یہ تو بڑی غیر ذمے داری کی بات ہے۔

"کرنل۔" جنرل جیف ماؤتھ پیس میں کہہ رہا تھا۔ یہ کال اب کانفرنس اسپیکرز پر منتقل ہو چکی تھی۔ "معاملات بہت خطرناک رخ پر چلے گئے ہیں۔ کرنل رھوڈز اور اُس کے آدمی مر چکے ہیں اور بم رِس نہیں رہے ہیں۔ بلکہ وہاں موجود ہی نہیں ہیں۔ اب ہمیں فوری طور پر ایس اینڈ ڈی اسکواڈرن وہاں پہنچانا ہے۔ بہت تیزی سے۔"

"میرے پاس دس جہاز تیار ہیں۔ ان میں ریڈی ایشن اسکینر نصب ہیں۔" ولکنس نے کہا۔ "دوسری طرف نیسٹ والے جہاز سے اتر چکے ہیں۔ وہ اب ہیلی کاپٹر میں ہیں اور آدھے گھنٹے کے اندر جائے حادثہ پر پہنچ جائیں گے۔"

"گڈ۔" جنرل نے کہا۔ "اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ بی تھری کے ہوا بازوں کو یہاں لائیں ...... میرے پاس۔ اگر ممکن ہو۔ ان سے کہہ دو کہ میں اس بات پر بے حد اصرار کر رہا ہوں۔"

"یس سر۔" ولکنس نے کہا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

بیئرڈ نے جنرل جیف کی طرف دیکھا۔ "مجھے اپنے آدمیوں سے پوچھنا ہے کہ پریس والوں کو تو اس معاملے کی بھنک نہیں پڑی۔ کیونکہ ہم یہ ہرگز نہیں چاہیں گے کہ صدر کو یہ بات پریس کے ذریعے معلوم ہو۔" اُس نے کہا۔

جنرل نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

"اگر یہ خطرہ نہیں ہے تو میں اب بھی صدر صاحب کو جگانا نہیں چاہوں گا۔" بیئرڈ نے مزید کہا۔ "خاص طور پر اس صورت میں کہ اب بھی ہمارے پاس بتانے کو کچھ زیادہ نہیں ہے۔ ہم حتمی معلومات سے محروم ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" جنرل نے کہا۔ پھر وہ جنرل کریلے کی طرف مڑا۔ "آپ لوگ اپنے دوسرے ہوابازوں کے اسائنمنٹ تبدیل کر دیں۔ کیونکہ ممکن ہے' اس معاملے میں اور ہواباز بھی ملوث ہوں۔"

جنرل کریلے سر کو تفہیمی جنبش دے کر رہ گیا۔

بیئرڈ نے آخری تصویر کو دیکھا جو اب بھی اسکرین پر موجود تھی۔ کیپٹن علی ...... یا وہ جو کوئی بھی ہو' چار افراد کو قتل کرتے ہوئے ہچکچایا نہیں تھا۔ یہ بات بے حد خوفناک تھی۔ لیکن بیئرڈ جانتا تھا کہ سامنے آنے والی صورتِ حال اس سے کہیں زیادہ بھیانک ہوگی۔

✳ ✳ ✳

"شٹ۔" علی نے غرا کر کہا۔ "شٹ...... شٹ...... شٹ......"

لزا اس کے قریب ہوگئی۔ "کیا ہوا؟ کیا گڑبڑ ہے؟"

علی نے بم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس کا کلاک ڈیڈ ہو چکا ہے۔ گرنے کے نتیجے میں اس کا الیکٹرونکس کا نظام متاثر ہوا ہوگا۔"

علی نے بم کو لات مارنے کا ارادہ کیا لیکن عین وقت پر اس کے بجائے دیوار پر لات ماری۔ لزا پہلے سے زیادہ پرسکون نظر آ رہی تھی۔

"مجھے بم کو سیٹ کرنے کے لئے کلاک کی ضرورت ہے۔ شٹ۔" علی نے کہا اور پلٹ کر بم کو دیکھا۔

"کوئی اور طریقہ نہیں' ہر چیز کا کوئی متبادل ہوتا ہے۔" لزا نے کہا۔

"ہاں' میں اسے ہاتھ سے سیٹ کر سکتا ہوں لیکن کروں گا نہیں۔"

"تب تو ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اوپر جا کر دوسرا بم لے کر آئیں۔"

علی نے اس سے فلیش لائٹ لی اور روشنی میں سرنگ کا جائزہ لیا۔ "ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ کسی وقت بھی وک ہمارے سروں پر پہنچ جائے گا۔" اس نے روشنی میں دیواروں اور چھت کا جائزہ لیا۔ "ممکن ہے' کوئی اور طریقہ بھی ہو۔" وہ بڑبڑایا۔

"مثلاً؟"

علی نے اسے غور سے دیکھا۔ "مجھے تمہاری بیلٹ اور تمہارا ایک موزہ درکار ہے۔"

لزا پریشان ہوگئی۔ "میری بیلٹ اور ......"

"اور ایک موزہ۔ جلدی کرو۔"

ہچکچاتے ہوئے لزا نے اپنی بیلٹ کھولی' پھر ایک جوتا اتارا۔ "تم اپنا موزہ کیوں نہیں استعمال کرتے؟" اس کے لہجے میں شکایت تھی۔ تاہم اس نے اپنا موزہ اتار کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"وجہ یہ ہے کہ میرے موزے میں سوراخ ہیں۔" علی نے کہا۔ پھر لزا کا موزہ لے کر نیچے بیٹھا اور اس میں ریت بھرنے لگا۔

✳ ✳ ✳

وکٹر کان کے دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ اس سے دو قدم آگے کیلی تھا۔ اس کے کندھے سے سب مشین گن جھول رہی تھی۔ اس کی پیشانی پر پٹی بندھی تھی اور بیلٹ میں فلیش لائٹ اٹکی ہوئی تھی۔

ان کے رکے رہنے کا سبب جانسن کی احتیاط پسندی تھی۔ وہ بڑی احتیاط سے ٹرالر کی مشینی چرخی کو چیک کر رہا تھا۔ وکٹر نے اس کی حوصلہ افزائی کی تھی کیونکہ یہ ناممکن نہیں تھا کہ علی نے ان کے لئے جال بچھا رکھے ہوں۔

مگر اب وکٹر سوچ رہا تھا کہ وہ علی کو کچھ زیادہ ہی اہمیت دے رہا ہے۔ اس میں اتنی

اہلیت ہے ہی نہیں۔

بہرکیف وکٹر کے سامنے سوال ہی سوال تھے...... اہم سوال، جن کے جواب وہ صرف قیاساً ہی دے سکتا تھا۔ سوال یہ تھے......

اگر میں بموں کو اوپر کھینچنے کی کوشش کروں تو کہیں ایسا تو نہیں کہ علی نے ایسا بندوبست کر رکھا ہو کہ بم گر جائیں؟

علی نے بم کہیں اور تو نہیں چھپا دیے؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اندھیرے میں تیار کھڑا ہو کہ جو بھی نظر آئے، اسے شوٹ کر دے؟

وکٹر نے گرے ہوئے دروازے سے نظر اٹھا کر کیلی کو دیکھا۔ وہ شطرنج کی بساط پر کھڑے کسی مہرے کی طرح تھا، گرینڈ ماسٹر کے ہاتھ کی حرکت کا منتظر۔ وکٹر اس وقت کشمکش کا شکار تھا۔ اس کے وجود کا قوی تر حصہ تقاضا کر رہا تھا کہ سب سے پہلے کان میں وہ خود اترے لیکن اس نے خود کو روک رکھا تھا اور اس کا سبب بزدلی نہیں تھی۔ بس یہ تھا کہ اگر علی واقعی منتظر تھا تو وہ اسے یہ طمانیت نہیں دینا چاہتا تھا کہ اس نے اسے بالآخر ختم کر دیا۔ یہ ان کا مسئلہ تھا!

''چرخی کا سسٹم محفوظ ہے اور پوری طرح کام کر رہا ہے۔'' جانسن نے اسے مطلع کیا۔

''تم اترو۔'' وکٹر نے کیلی سے کہا۔ ''بس ایک بات یاد رکھنا۔''

کیلی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''نیچے ایک تھرمونیوکلیئر وار ہیڈ موجود ہے۔ اس پر گولی نہیں لگنی چاہئے۔''

کیلی نے اسے گن کے بیرل کو اٹھا کر سلیوٹ کیا۔ پھر کان میں داخل ہو گیا۔ اس نے فلیش لائٹ آن کی اور ایک منٹ تک شافٹ کا جائزہ لیتا رہا۔ ''او کے...... میں نیچے جا رہا ہوں۔'' اس نے کہا۔ پھر وہ نیچے اترنے لگا۔

وکٹر کا جسم پسینے میں نہا رہا تھا۔ پسینے کی بو پر کیڑے مکوڑے اس کے گرد منڈلا رہے تھے۔ ایک منٹ کے انتظار کے بعد وہ کان میں داخل ہو گیا۔ خود کو نیچے جانے سے روکنے کے لئے اسے خود کو سمجھانا پڑا۔ وہ علی کو شکار کرنے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا۔ وہ اسے تہس نہس کر دینا چاہتا تھا۔ یہ خواہش اس کے وجود میں دیوانگی بن کر مچل رہی تھی، خون کے ساتھ شامل ہو کر دوڑ رہی تھی اور اس کی وجہ بھی تھی۔ اپنی تمام تر نااہلی کے باوجود علی اس کی راہ کی رکاوٹ بن گیا تھا۔ وہ نہ ہوتا تو وہ اس وقت اپنے منصوبے سے بھی آگے اور پہلے کہیں کا کہیں پہنچ چکا ہوتا۔

جانسن نے ٹرالر سے ایک سوٹ کیس کھینچ کر نکالا اور اس کے تسمے چیک کیے۔

آخر کار نیچے سے کیلی کے چلانے کی آواز آئی۔ ''سب ٹھیک ہے۔ ایک بم یہاں موجود ہے اور میرے خیال میں درست حالت میں ہے۔''

وکٹر نے جانسن کو آگے جانے کا اشارہ کیا۔ پھر خود بھی آگے کی طرف لپکا۔

یہ بم کہیں چارہ تو نہیں؟ یا ایسا ہے کہ علی وقت کی کمی کا شکار ہو گیا ہے؟ یہ بعد والی بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی تھی۔ علی کو اتنی مہلت نہیں ملی تھی کہ وہ بم کے ساتھ کوئی چالاکی کرتا۔

وہ نیچے پہنچا تو کیلی کو بم کے پاس کھڑے ہانپتے پایا۔ بم کے پینل کا کور ہٹا ہوا تھا۔

''وہ اس میں کوئی گڑبڑ نہیں کر سکا ہے۔'' کیلی نے کہا۔ ''تم اسے اوپر بھیجنا چاہتے ہو؟''

وکٹر نے نفی میں سر ہلایا اور فلیش لائٹ روشن کر کے شافٹ کا جائزہ لیا۔ نم آلود کھردری چٹانوں کے سوا وہاں کچھ نہیں تھا۔ ''میرا خیال ہے، میں اس کا منصوبہ سمجھ گیا ہوں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''لیکن مشکل یہ ہے اس پر عمل کرنے سے پہلے اسے یہاں سے نکلنا ہے۔ یہ ممکن نہیں۔''

وکٹر نے فلیش لائٹ کا رخ کراس کٹ کی طرف کیا۔ وہاں اسے قدموں کے نشان بھی نظر آئے اور بم کے لڑھکنے کے بھی۔

''آؤ بھئی۔'' اس نے سب کو پکارا۔ ''ہمیں پہلے دوسرا بم تلاش کرنا ہے۔''

✳✳✳

''مجھے یاد نہیں....... پڑتا....... کہ یہ سب....... میرے فرائض منصبی میں....... شامل ہے....... جو کہ مجھے....... تحریری طور پر....... دیا گیا تھا!'' لزا نے اٹک اٹک کر کہا۔ اسے سانس لینے میں دشواری پیدا ہو رہی تھی کیونکہ علی اس کے کندھوں پر بیٹھا تھا۔

اس نے لزا کے موزے میں ریت بھری اور اس کے کھلے حصے کو کراس بیم میں لگے آئی بولٹ میں سے گزار دیا تھا اور اب وہ موزے کے کھلے منہ کو اس کی بیلٹ سے باندھ کر بند کر رہا تھا۔

پھر اس نے ایک ہاتھ سے کراس بیم کو تھاما اور دوسرے ہاتھ سے بیلٹ کے سرے کو لزا کو تھما دیا۔ لزا اس کے نیچے سے نکل گئی۔ اس نے بیم کو چھوڑا اور نیچے پھسل آیا۔ لزا نے بیلٹ اس کو واپس دے دی۔

''شکریہ۔'' علی نے کہا۔ ''اب ذرا ایک پتھر مجھے اٹھا دو۔'' اس نے ایک طرف پڑے چٹانی پتھروں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا۔

لزا نے خاصا بڑا ایک چپٹا پتھر اسے دیا۔ اس نے لٹکی ہوئی بیلٹ کے نچلے سرے سے ایک پتھر کو باندھ دیا۔ پھر اسے چھوڑ دیا۔ اب وہ پتھر بم کے عین اوپر فضا میں معلق تھا بلکہ وہ بم کے کھلے پینل کے عین اوپر تھا اور موزے میں بھری ہوئی ریت موزے کو کراس بیم کے شگاف میں سے گزرنے سے روکے ہوئے تھی اور اس کی وجہ سے پتھر بم کے کھلے پینل پر گرنے سے بچا ہوا تھا۔

علی پینل پر جھک گیا۔ اس نے لزا کی بیلٹ کے بکل سے کلاک کو کریدا تھا۔ اس کے نتیجے میں ایک سرکٹ بورڈ سامنے آ گیا تھا۔ وہاں ایک بورڈ تھا' جس سے دو پتلے وائر

منسلک تھے۔ علی نے ناخن کی مدد سے ان تاروں کو چھیڑے بغیر ڈاک کے ٹکٹ کے سائز کی چپ کھینچی اور اسے لٹکے ہوئے پتھر کے عین نیچے رکھ دیا۔

''میں صرف تمہیں بتانا چاہتی ہوں۔'' لزا نے کہا۔ ''مجھے تم پر اعتماد ہے لیکن جو کچھ تم کر رہے ہو' وہ میری سمجھ سے باہر ہے۔''

''تم نے کبھی چوہے دان کے متعلق سنا ہے؟'' علی نے کہا اور ایک چھوٹا پتھر زمین سے اٹھا کر چپ پر رکھ دیا۔

''یہ کوئی ڈراما ہے؟''

''نہیں۔ ایک کھیل ہے۔''

لزا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں۔ دراصل ہم دونوں مختلف ثقافتی دائروں کے لوگ ہیں۔''

''یہ ایک کھیل ہے' جس میں ایک چیز دوسری پر گرتی ہے' دوسری تیسری پر' تیسرے چوتھی پر اور آخر میں چوہے پر پنجرہ گر جاتا ہے۔''

''اوہ....... ٹام اینڈ جیری کے کارٹون کی طرح؟''

''ہاں وہی۔ اب یہ ہمارا چوہے دان ہے۔ میں موزے میں سوراخ کروں گا۔ سوراخ سے ریت گرتی رہے گی۔ ہم اس دوران نکل بھاگیں گے اور امید ہے کہ نیو میکسیکو جا پہنچیں گے۔ جب کافی ریت گر جائے گی تو موزہ ہلکا ہو کر اوپر اٹھے گا۔ ریت ختم ہو گی تو موزہ آئی بولٹ میں گزر جائے گا۔ اس کے نتیجے میں بیلٹ سے بندھا ہوا پتھر چپ پر رکھے ہوئے پتھر پر گرے گا....... اور اس کے بعد بوم بوم!''

علی نے اوپر دیکھ کر اپنے بنائے ہوئے سسٹم کو ایک بار اور چیک کیا۔

''ہمیں کتنی مہلت ملے گی؟''

''میں حتمی طور پر نہیں بتا سکتا۔'' علی نے کہا۔ ''یہ موزہ ہے' سوئٹزر لینڈ کی بنی ہوئی گھڑی نہیں۔ تاہم میرا اندازہ ہے کہ بیس منٹ تو ملیں گے ہی۔ میں اتنی مہلت بھی نہیں

چاہتا کہ ڈک یہاں پہنچ جائے اور......"

فائرنگ کی آواز نے علی کا جملہ مکمل ہونے سے روک دیا۔ گولیاں دیوار سے ٹکرائی تھیں۔ اب ان کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔

"جھک جاؤ۔" علی چلایا اور اس نے لزا کو بم کے پاس زمین پر گرا دیا اور اسے اپنی اوٹ میں لے لیا۔ اس نے گھوم کر کراس کٹ کی طرف دیکھا۔ اب کے گولیاں چلیں تو ان کے شعلوں میں اسے کیلی کا چہرہ نظر آیا۔ "شٹ۔" وہ غرایا۔ "وہ تو آ پہنچے ہیں۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔"

"تم فلیش لائٹ تک پہنچ کر اسے بجھا سکتی ہو؟"

"ہاں۔ تمہیں یہ پھنکار سی سنائی دے رہی ہے؟"

"نہیں۔"

لزا نے آگے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ علی نے اپنی بیلٹ میں اڑسی ہوئی وہ گن نکال لی' جو اس نے بیکر سے چھینی تھی۔ وہ اب بھی لزا کو اوٹ میں لیے ہوئے تھا۔ اس نے اپنی پوزیشن تھوڑی سی تبدیل کی تا کہ فائرنگ کا جواب دے سکے۔ اسے اپنے رخسار پر سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔

"اوہ ہو۔" لزا نے کہا اور فلیش لائٹ کا رخ اوپر بیم کی طرف کیا۔

علی نے روشنی کی سیدھ میں دیکھا موزے سے ریت اس پر گر رہی تھی۔ "خدایا۔" وہ ممنایا اور نیم ایستادہ ہو کر بیلٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ گولی اس کے ہاتھ کو چھوتی ہوئی گزری۔ اس نے جلدی سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"کوئی مسئلہ ہے کیا؟" عقب کی جانب سے وکٹر کی ہنسی کے ساتھ اس کی آواز سنائی دی۔

"مسئلہ میرا نہیں' ہم سب کا ہے۔" علی نے چیخ کر کہا۔ "تم کیا سمجھتے ہو' تم محفوظ ہو؟"

"نہیں لیکن اس کے باوجود میں کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ تم تیار ہو؟"

"چلو۔ یہ جو چاہے کرے۔ ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔" لزا نے علی کی اوٹ سے نکلتے ہوئے کہا۔ اس نے سرنگ کی جانب روشنی کا رخ کیا۔ پھر علی کا ہاتھ تھام کر کھینچنے لگی۔

علی چلایا۔ لزا نے اس کا زخمی ہاتھ تھاما تھا۔

"سوری۔" لزا نے اس کا دوسرا ہاتھ تھاما۔ "آؤ۔"

"کہاں؟"

لزا نے زور لگایا۔ وہ اس کے پیچھے کراس کٹ کی طرف چل دیا۔

"تمہیں یاد ہے' میں نے تمہیں بتایا تھا کہ یہ کان کیوں بند کی گئی تھی؟"

"ہاں۔ کچھ دریا کا تذکرہ تھا۔"

"بالکل ٹھیک۔ تو وہ ہماری راہ فرار ہو گی۔"

"لیکن ایٹم بم سے کوئی بھی فرار نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں؟ پہلے بھی تو ہم بچ کر نکلنے والے تھے۔"

"ہاں۔ مگر یہ اس وقت کی بات ہے' جب میں موزے میں ننھا سا سوراخ کرنے والا تھا۔" علی نے کہا۔ "اب تو اس میں سے ریت برس رہی ہے۔"

لزا رک گئی۔ "تو اب ہمارے پاس بیس منٹ کی مہلت نہیں ہے؟"

"ہو سکتا ہے کہ پانچ منٹ مل جائیں۔" علی نے کہا۔ "تم راستہ تلاش کرو اور بھاگو۔ میں اس سسٹم کو روکنے اور وک کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"اس کے سوا کیا ہوگا کہ تم مارے جاؤ گے اور بم اس وک کو مل جائیں گے۔"

"مگر میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں۔"

"ممکن ہے' نہ ہو لیکن میں تمہارے ساتھ......"

"نہیں۔" علی نے سخت لہجے میں کہا اور اندھیرے میں واپسی کے لئے پلٹ گیا۔

"میں اپنے ضمیر پر یہ بوجھ نہیں لینا چاہتا۔"

"تم مرجاؤ گے تو ضمیر کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ تو زندوں کی باتیں ہیں۔" لزا نے اپنی گن نکالی۔ "اب تم جو چاہو کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور وقت بہت کم ہے۔"

علی نے اسے تولنے والی نظروں سے دیکھا۔ "تم پارک رینجرز میں ہو۔ مجھے تو لگتا ہے کہ تمہارا تعلق آرمی سے ہے۔"

اب وہ دونوں پھر سرنگ میں دوڑ رہے تھے۔

"اب تو میں صرف ایک بات یقین سے کہہ سکتی ہوں۔" لزا بولی۔ "میں اور تم ...... ہم دونوں ہی پاگل ہیں۔"

بات کرنے کا موقع نہیں تھا۔ کیونکہ وہ عین اس وقت بم کے پاس پہنچے' جب وکٹر اور اس کے ساتھی دوسری جانب سے نمودار ہو رہے تھے۔

❋ ❋ ❋

وکٹر اور اس کے ساتھیوں کی فائرنگ نے علی اور لزا کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ مگر اس سے پہلے علی وہ منظر دیکھ چکا تھا...... اور کم از کم اس طرف سے مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کے سامنے ہی موزہ ریت سے خالی ہوا۔ وہ پیچھے ہٹ رہا تھا کہ وکٹر وہاں بم کے پاس پہنچا اور اس نے گرتے ہوئے پتھر کو چھلانگ لگا کر فضا میں ہی دبوچ لیا۔

پھر اس نے بم کی طرف دیکھا۔

کیلی کی چلائی ہوئی ایک اور گولی علی کے بہت قریب سے گزری۔ اس نے لزا سے فلیش لائٹ بجھانے کو کہا اور دیوار سے پیٹھ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ لزا اس کے قریب دائیں جانب کھڑی تھی۔ اب زاویہ ایسا تھا کہ علی' وکٹر اور اس کے ساتھیوں کو پوری طرح سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"بہت شاندار۔" وکٹر نے پکار کر کہا۔ سرنگ میں اس کی آواز گونج رہی تھی۔ "تم نے مجھے متاثر کیا ہے۔ جو چین ری ایکشن تم نے ترتیب دیا تھا' وہ مجھے ڈبو دیتا۔"

علی کو گرد پر اپنی جانب بڑھتے' قریب ہوتے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ یہ

سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اب وکٹر کیا اقدام کرے گا۔ وہ یہاں ان پر بم برسانے کی ہمت تو نہیں کر سکتا۔ یہاں تو کوئی بھی دھماکہ کان کی چھت بٹھانے کے لئے بہت کافی ہے۔ ایک لمحے میں وہ سب اس کان میں دفن ہو جائیں گے لیکن وہ جانتا تھا کہ وک بہت ذہین ہے۔ وہ کوئی نہ کوئی راہ نکال لے گا۔ وہ ہمیشہ منفرد انداز میں سوچتا تھا۔

"یہ اپنی لائٹ آف کرنا بھی عقل مندی تھی۔" وکٹر کی آواز ابھری۔ "ممکن ہے' میں تمہیں ڈھونڈ نہ پاؤں لیکن اس میں دشواری یہ ہے ......" اس کے ساتھ ہی واضح طور پر کلک کی آواز سنائی دی۔

علی نے سمجھ لیا کہ یہ سوئچ کی آواز ہے۔ اس کا جسم تن گیا۔ اس نے اپنی گن سیدھی کر لی۔ اس لمحے روشنی ہو گئی۔

اس روشنی میں علی اور لزا ہی نہیں' وکٹر بھی نہا گیا تھا۔ وہ رائفل ہاتھ میں لیے کراس کٹ کے دہانے پر کھڑا تھا۔ چند لمحے علی اور وکٹر ایک دوسرے کو دیکھتے رہے...... آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر! دونوں کی گن کا رخ ایک دوسرے کی طرف تھا۔ پھر وکٹر نے ٹریگر دبایا اور سرنگ پر ہلکا سا چھڑکاؤ سا کر دیا۔

علی نے لزا کو اسی طرف دھکیلا' جدھر سے وہ آئے تھے' پھر فائرنگ کرتے ہوئے وہ خود بھی پیچھے ہٹا۔

"ایک عجیب بات بتاؤں علی۔" وکٹر نے ان کے پیچھے آتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھ پر مہربانی کی۔ ایک تم ہی نہیں ہو' جس نے اس کان میں ایٹم بم کا دھماکہ کرنے کا ارادہ کیا۔ بات کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔"

علی نے پسپا ہوتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ بکواس ...... اس نے سوچا۔ وک اپنے آدمیوں کے سامنے ہیرو بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ انہیں جتا رہا ہے کہ وہ خود بھی یہی کرنا چاہتا تھا۔

لیکن وکٹر کی پوری بات سننے کے بعد علی کو اپنی رگوں میں خون سرد ہوتا محسوس ہوا۔

"میرے لیے عملی مظاہرہ کرنا ضروری تھا۔" وکٹر نے کہا۔ وہ اب بھی علی کے پیچھے آ رہا تھا۔ اس نے پسپا ہوتے ہوئے علی کی طرف ایک برسٹ بھی مارا۔ "ورنہ واشنگٹن میں بیٹھا ہوا کوئی بھی احمق اطمینان سے کہہ دیتا کہ میرے پاس کوئی بم نہیں ہے۔ میں خوامخواہ میں رقم اینٹھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میرے لیے یہ بہت ضروری تھا کہ میں نہ صرف یہ ثابت کروں کہ بم میرے پاس ہیں...... بلکہ میں انہیں استعمال کرنے کے طریقے سے بھی واقف ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تم دوسرا بم یہیں چھوڑ دیتے۔ جب کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس کی وجہ تو تم سمجھ سکتے ہو۔"

علی کے دل میں شدت سے خواہش ابھری کہ وہ پلٹے اور مردانہ وار وک کا سامنا کرے۔ مارے یا مر جائے لیکن اس نے اس خواہش کو دبا لیا اور بدستور بھاگتا رہا۔ وک سے دوبدو لڑ کے وہ کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ لزا بھی اس کے ساتھ بھاگنا موقوف کر دیتی اور وکٹر کے ساتھی اس کے بغیر بھی اپنا آپریشن جاری رکھتے۔ یہ زیادہ اہم تھا کہ وہ باہر نکلیں اور امداد کے لئے جستجو کریں۔

عمودی شافٹ کی طرف سے دو فائر ہوئے۔ وکٹر بھاگتے رک گیا۔ "یہ میرے لیے واپسی کا اشارہ ہے۔" اس نے چیخ کر کہا۔ "میرے آدمیوں نے کوڈ اینٹر کر دیا ہے....... درست کوڈ' سو علی الوداع۔ مجھے امید ہے کہ زندگی کے ان آخری لمحوں سے تم پوری طرح لطف اندوز ہو گے اور سنو علی' ہم نے بم کے ساتھ جو بیرونی ٹائمر لگایا ہے' اسے ہٹانے کی کوشش کرو گے تو ایک کہاوت کا شکار ہو جاؤ گے۔ وہ جو کہاوت ہے نا کہ تم بجلی کے لئے پریشان نہ ہو۔ بجلی خود تم پر آ گرے گی۔"

علی رک گیا۔ اب وکٹر کے دور جاتے قدموں کی دھیمی آواز سنائی دے رہی تھی اور بالآخر وہ معدوم ہو گئی۔

سرنگ میں اب ایسا سناٹا تھا کہ وہ اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز خود سن سکتا تھا۔

لزا نے اس کے چہرے پر روشنی ڈالی۔ "تمہارے چہرے کا تاثر صاف کہہ رہا ہے

کہ تم واپس جانے کا ارادہ کر رہے ہو۔"

"وکٹر نے اپنے لیے اتنی مہلت تو حاصل کی ہو گی کہ وہ دوسرے بم کو اوپر لے جا سکے۔" علی نے کہا۔ "میں بھی تو اس مہلت سے استفادہ کر سکتا ہوں۔"

"کیا کر کے؟" لزا نے پوچھا۔ "کیا کرنا چاہتے ہو تم؟"

"میں اس بم کو پھٹنے سے روکنا چاہتا ہوں۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔ کبھی خود بم پھاڑنے کا ارادہ کرتے ہو اور کبھی اسے پھٹنے سے روکنے کے لئے جان پر کھیلنا چاہتے ہو۔"

"بات بدلی ہوئی صورت حال کی ہے۔"

* * *

وکٹر لٹکے ہوئے کیبل کے ذریعے اوپر گیا۔ اس نے جانسن اور کیلی سے کہا تھا کہ وہ شافٹ میں رہیں تاکہ بم کو اوپر بھیج سکیں۔

اوپر پہنچ کر اس نے بٹن دبایا اور چرخی اسٹارٹ ہو گئی۔ جس دوران چرخی بم کو اوپر کھینچ رہی تھی۔ وکٹر نے دوسرے ٹرالر کو لے جا کر اس ٹرالر کے ساتھ کھڑا کر دیا۔

بم اوپر پہنچا تو مناسب جگہ پر اس نے چرخی کو روک دیا۔ پھر اس نے کیبل کو کھولا۔ چرخی کو دوبارہ چلایا اور کیبل دوبارہ شافٹ میں جانے لگا۔

کوئی ایک منٹ بعد نیچے سے ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ وکٹر نے چرخی کو روک دیا۔ دوسرے فائر کی آواز پر اس نے چرخی اسٹارٹ کی اور کیبل کو اوپر کھینچنا شروع کر دیا۔ پھر اس نے بم کو ٹرالر میں پہنچا دیا۔

اچانک اسے دور سے آواز سی سنائی دی۔ وہ افق کی طرف دیکھنے لگا۔ پتا چلتا تھا کہ وہ دور کی کوئی آواز سننے کی کوشش کر رہا ہے۔

آواز بہت دھیمی تھی لیکن بہت واضح بھی تھی۔ نیسٹ والے توقع سے پہلے آ گئے۔ اس نے سوچا۔ بہر حال میں ان سے بھی نمٹ لوں گا۔

وہ چرخی کی طرف واپس گیا اور اس نے بے پروائی سے اسٹاپ کا بٹن دبا دیا۔ چرخی رک گئی۔

"اے...... یہ اوپر کیا ہو رہا ہے۔" نیچے کان میں کیلی چلایا۔

وکٹر نے کیبل کو پھلانگا اور ٹرالر کی ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھولا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے گاڑی کو نیوٹرل گیئر میں ڈالا اور پھر پارکنگ بریک پر دباؤ ڈالا۔ بریک فری ہو گیا۔

"میجر!" نیچے سے کیلی چلایا۔ "ہم لوگ نیچے واپس جا رہے ہیں۔"

"کیبل پکڑے رہو۔" وکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔

وہ ٹرالر سے اترا اور دوسرے ٹرالر میں بیٹھ گیا' جس میں بم رکھا تھا۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اب وہ اپنے ٹرالر سے دوسرے ٹرالر کو دھکیل رہا تھا' جس کی چرخی رکی ہوئی تھی۔ دوسرا ٹرالر کان کے دروازے میں داخل ہو گیا۔

"تم کیا کر رہے ہو میجر؟" نیچے سے کیلی پھر چلایا۔

"یہاں سے نکلنے کی تیاری کر رہا ہوں۔" وکٹر نے خود کلامی کی۔

دوسرا ٹرالر اب ڈھلوانی راستے پر تھا۔ اس نے راستے میں موجود بیم کو گرا دیا۔ اب وہ شافٹ میں تھا۔ بالکل کنارے پر پہنچ کر وہ رک گیا۔ اس کا ایک پہیہ خلا میں تھا اور ایسا لگتا تھا کہ وہ وہیں رکا رہے گا۔ گرے گا نہیں۔

"شٹ۔" وکٹر غرایا۔ اس کو اپنے ٹرالر سے ایک دھکا اور دینا ہو گا۔ یہ سوچ کر وہ ٹرالر کو اسٹارٹ کر ہی رہا تھا کہ دوسرا ٹرالر بالکل اچانک شافٹ میں گرنے لگا۔

پہلے انسانی چیخیں سنائی دیں' پھر ٹرالر کے لڑھکنے اور شافٹ کی دیواروں سے اس کے ٹکرانے کی آواز میں دب گئیں۔ آخر میں ایک زبردست دھماکہ سنائی دیا...... اور اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی۔

وکٹر نے مسکراتے ہوئے گیئر بدلا اور اپنے ٹرالر کو آگے بڑھا دیا۔ اس نے اپنی

بیلٹ سے لٹکے ہوئے سیاہ باکس کو علیحدہ کیا اور پسنجر سیٹ میں بیٹھی ہوئی پریچٹ کی لاش کو آنکھ ماری۔ "میں نے تم سے کہا تھا نا کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ میرا منصوبہ مکمل ہے اور سب کچھ منصوبے کے مطابق ہی ہو گا۔"

لیکن اسے یقین تھا کہ پریچٹ زندہ ہوتا تو اسے سراہنے کے بجائے تنقید کا کوئی نہ کوئی پہلو تلاش کر لیتا۔

***

ٹرالر کے شافٹ میں لڑھکنے سے چند منٹ پہلے علی بم کے پاس جھکا کھڑا تھا۔ وہ ٹائم کنٹرول کے مختلف بٹن دبا رہا تھا۔ اس کے سر سے بہنے والا سرد پسینہ آنکھوں میں آ رہا تھا۔ آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی۔

وہ نہیں چاہتا تھا لیکن لزا اسے چھوڑ کر جانے پر آمادہ نہیں تھی۔ بحث کرنے کا وقت بھی نہیں تھا اور یہ بھی تھا کہ اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرتی اور علی بم کو پھٹنے سے روکنے میں ناکام ہوتا تو لزا زندہ تو بچ جاتی لیکن اس کے جسم پر چھ سو سے آٹھ سو تک آبلے پڑ جاتے اور دو سال بعد وہ مر جاتی...... لیکن بے پناہ اذیت اٹھانے کے بعد۔ یہاں کم از کم فوری موت ملتی...... ایک لمحے میں آسان موت!

"اس کا برتھ ڈے ٹرائی کرو۔" لزا نے کہا۔

علی نے وکٹر کا برتھ ڈے پنچ کیا۔ "نہیں۔" وہ بڑبڑایا۔

"اپنا برتھ ڈے آزماؤ۔"

وہ بھی ناکام ثابت ہوا۔ "بات بن ہی نہیں رہی ہے۔" علی نے جھنجھلا کر کہا۔

"اس کے کتے کا برتھ ڈے...... اس کا سوشل سکیورٹی نمبر...... اس کی پرواز کی انتہائی رفتار...... سب کچھ ٹرائی کرو۔ کرتے رہو۔"

"ان میں سے کچھ بھی مجھے معلوم نہیں۔" علی نے اپنی ہتھیلی پر دوسرے ہاتھ کا گھونسا مارا۔

ٹائمر میں ہندسے چمک رہے تھے۔ ان کے مطابق دو منٹ تین سیکنڈ کا وقت باقی تھا۔ علی کو احساس ہو رہا تھا کہ وہ ان چیزوں کے متعلق اتنا نہیں جانتا جتنا جاننا چاہئے۔ ایئر فورس میں وقتاً فوقتاً ان معلومات کو بڑھانے کے متعلق کورس ہوتے رہتے تھے لیکن اس نے ان میں کبھی دلچسپی نہیں لی تھی۔ اس نے وک کی خاطر دلچسپی لی بھی تو صرف باکسنگ میں۔ کاش اس نے ایسا نہ کیا ہوتا۔

علی نے لزا کی طرف دیکھا اور اپنی گن اٹھا لی۔ ''لزا اب ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں۔ مجھے اس کا استعمال کرنا ہوگا۔''

''تم اس بم پر فائر کرو گے؟'' لزا نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ ''اس صورت میں کیا......''

''ہاں، لیکن دیکھو' اب ہم یہاں سے نکل نہیں سکتے اور اگر ہمیں مرنا ہی ہے تو میں چاہوں گا کہ وک بھی نہ بچے۔''

''یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ اب تک نکل چکا ہو۔''

''ہاں...... یہ بھی ممکن ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' لزا نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''تم گولی چلاؤ۔''

علی نے گن کا رخ ٹائمر کی طرف کیا۔ ''تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ گولیاں اچٹ بھی سکتی ہیں۔''

''تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمیں تو مرنا ہی ہے۔''

''یہ بات بھی ٹھیک ہے۔''

''ہم ساتھ ساتھ رہیں گے۔'' لزا نے بہادری سے کہا۔ وہ اس سے لپٹ گئی۔

علی کو اس کا لمس بہت اچھا لگا۔ وہ اس کے لئے اس نوعیت کا پہلا خوش گوار تجربہ تھا۔ انسان بھی کیا چیز ہے۔ علی نے سوچا۔ میں موت کے دہانے پر کھڑا ہوں اور سوچ کیا رہا ہوں...... اس لمس کے بارے میں!

وہ فائر کرنے ہی والا تھا کہ دھماکہ ہوا۔ اس نے اوپر دیکھا۔ وہ مٹی کے بادل تھے جو کراس کٹ کی طرف سے ادھر آ رہے تھے۔

''یہ کیا ہوا؟'' علی نے کہا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہ فائر کرنا بھول گیا تھا۔

''یہ تو ایٹمی دھماکہ ہی ہو سکتا ہے۔'' لزا نے تبصرہ کیا۔ ''نہیں۔ ایسا ہوتا تو ہم بہرے ہو چکے ہوتے۔''

علی ۔نے منہ پر رومال رکھا اور مین شافٹ کی طرف دوڑا۔ لزا بھی کھانستی ہوئی اس کے پیچھے بھاگی۔

اب پتھر بھی لڑھکتے آ رہے تھے۔ وہ عمودی شافٹ کے پاس پہنچے تو ملبے کے ڈھیر میں سے دن کے اجالے کی صرف چند کرنیں پھوٹتی نظر آ رہی تھیں۔ بہر حال وہاں اتنی روشنی تھی کہ گرا ہوا شکستہ حال ٹرالر اور کیلی کی مسخ شدہ لاش انہیں نظر آ گئی۔

''بز...... بز...... دل......'' ایک گوشے سے کراہتی ہوئی آواز ابھری۔

علی نے اپنے بائیں جانب دیکھا۔ ٹرالر سے کچھ دور اسے خون اور مٹی میں نہایا ہوا انسانی جسم نظر آیا۔ وہ بری طرح زخمی تھا۔ زخموں پر گرنے اور جمنے والی مٹی نے اسے اور خوفناک بنا دیا تھا۔

''یہ...... یہ تو وک کا ساتھی ہے۔'' لزا نے کہا۔

جانسن کا جسم بری طرح جھٹکے لے رہا تھا۔ وہ کہنی کے بل اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''مجھے...... مجھے...... کوڈ...... معلوم......'' وہ کہہ رہا تھا۔

علی اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ ''کوڈ معلوم ہے؟ مجھے بتاؤ...... جلدی کرو۔''

''مجھے وہاں لے چلو میں یہ کام خود کرنا چاہتا ہوں۔'' جانسن نے اٹک اٹک کر کہا۔ ''وہ پیٹھ میں چھرا گھونپنے والا...... باسٹرڈ......''

بحث کرنے میں وقت ضائع ہوتا' علی نے اسے کندھے پر اٹھایا اور دوڑنے لگا۔ وہ

دل میں دعا کر رہا تھا کہ وہ وہاں پہنچنے سے پہلے مر نہ جائے۔

بم کے پاس پہنچ کر علی نے اسے بٹھایا اور اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ جانسن کی آنکھیں بند تھیں لیکن بہر حال سانس لے رہا تھا۔

علی خود بھی ہانپ رہا تھا۔ دھماکہ ہونے میں صرف اٹھارہ سیکنڈ رہ گئے تھے۔

علی نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اس کی انگلی تھامی اور اسے کی پیڈ پر رکھ دیا۔ پھر اس نے اس کے کان سے ہونٹ ملاتے ہوئے کہا۔ ”دباؤ...... جلدی کرو۔“

جانسن نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور بٹن دبانے لگا۔ ”زیرو...... سیون...... ٹو...... نائن...... سیون...... سیون...... یہ اس واحد لاٹری کا نمبر ہے‘ جو اس منحوس نے جیتی تھی۔“ اس نے اٹک اٹک کر وضاحت کی۔ پھر اس نے Enter کا بٹن دبایا۔

کلاک 002 پر رک گیا۔ خوف ناک موت اور تباہی صرف دو سیکنڈ کے فرق سے انہیں چھو کر گزر گئی تھی۔ پھر ریڈ لائٹ نمودار ہوئی۔ چمکیلے ہندسے بجھ گئے۔ لزا نروس انداز میں ہنسی۔ ”مجھے یقین تھا کہ کوڈ کچھ اسی طرح کا ہوگا...... کوئی یادگار!“

علی نے اپنے چہرے کی گرد کو رومال سے صاف کیا۔ پھر اس نے جانسن کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اسے غیر معمولی چمک نظر آئی۔

”شکریہ۔“

علی نے کہا۔ ”یہ تو بتاؤ کہ یہ سب کیسے ہوا؟“

جانسن نے پلکیں جھپکائیں اور لیٹنے کی کوشش کی۔ علی نے اس کی مدد کی۔

”وک ہمیں اوپر کھینچ رہا تھا۔“ اس نے اٹک اٹک کر بتایا۔ ”پھر اس نے ہمیں درمیان میں لٹکایا اور ٹرالر کو شافٹ میں گرا دیا۔“

”وہ بہت ایذا رساں آدمی ہے۔ اسے ایسی باتوں میں لطف آتا ہے۔“

جانسن نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”مجھے اسی وقت سمجھ لینا چاہئے تھا‘ جب اس نے

پریچٹ کو قتل کیا......“

”اس کے منصوبے کے بارے میں کچھ اور بتا سکتے ہو؟“

جانسن نے نفی میں سر ہلایا۔ ”ہر ایک کو اتنا ہی بتایا گیا تھا‘ جتنی کہ ضرورت تھی۔“

علی نے اس کے ٹوٹے پھوٹے خون آلود چہرے کو رومال سے صاف کیا۔

”سنو...... ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”لیکن موقع ملتے ہی میں تمہارے لیے مدد بھجواؤں گا۔ مجھے افسوس ہے۔ یہاں پانی یا کوئی اور چیز بھی نہیں کہ میں تمہارے لیے چھوڑ جاتا......“

”بے فکر ہو جاؤ۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے اپنے گناہوں کی سزا بھگتنی ہے۔“

علی نے اس کے رخسار تھپتھپائے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ”تم نے کفارہ ادا کر دیا تم انتظار کرو۔ او کے؟“

”او کے۔“ جانسن نے کہا۔ ”لیکن ایک بات اور ہے۔“

”وہ کیا؟“

”تم جلدی کرو۔ یہاں سے دور نکل جاؤ۔ بات صرف ٹائمر کی نہیں تھی۔“

”ہاں تو پھر؟“ علی کا دل پھر دھڑکنے لگا۔

”اس کے پاس ریموٹ کنٹرول بھی ہے۔ جب وہ رینج سے باہر ہوگا...... اور بم اس وقت تک نہیں پھٹا ہوگا تو وہ ریموٹ کنٹرول استعمال کرے گا۔“

”خدا کی پناہ۔“ لزا کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

”آؤ...... میں تمہیں کندھے پر اٹھا لوں گا۔“ علی نے جانسن کی طرف ہاتھ پھیلائے۔

”نہیں! مجھے چھوڑ دو۔ میں خود اپنے دل کا لہو پی رہا ہوں۔“

”یہ کیسے ممکن ہے......“

”تمہیں جانا ہے...... مجھے چھوڑ کر۔“ جانسن نے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکالا

اور لزا پر تان لیا۔ ''مجھے تم لوگوں سے محبت کیا' انسیت بھی نہیں۔ میری دلچسپی صرف اتنی ہے کہ تم ہی اسے ناکام بنا سکتے ہو۔''

''چلو......'' لزا نے علی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

علی ہچکچا رہا تھا۔ مگر بالآخر اس کے ساتھ ہٹنے لگا۔

''سمجھ رہے ہو نا۔'' جانسن نے پکارا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ تم اسے ناکام بنا دو۔ اسے بدترین شکست ہونی چاہئے۔''

''دعا کرو کہ ایسا ہی ہو۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔'' علی نے پلٹ کر دیکھے بغیر کہا۔

وہ دونوں بھاگ رہے تھے اب وہ اس حصے سے گزر رہے تھے' جہاں تک روشنی نہیں پہنچتی تھی۔ انہوں نے فلیش لائٹ روشن کر لی تھی۔ لزا علی سے ایک قدم آگے تھی۔ یہاں ہوا کم تھی سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی۔

''یہ تو بتاؤ' دریا کتنی دور ہے؟'' علی نے پوچھا۔

''میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔''

علی خاموش ہو گیا۔ جہاں سانس لینا دشوار ہو' وہاں بولنا بہت بڑی مشقت ہوتا ہے۔ اس کی تو ٹانگیں بھی بری طرح دکھ رہی تھیں۔ وہ پائلٹ تھا' کوئی ایتھلیٹ نہیں۔ وہ آرام دہ سیٹ پر بیٹھ کر جہاز اڑاتا تھا۔ دوڑنا اس کی فیلڈ نہیں تھی۔

پھر اچانک اسے سنسناہٹ کا احساس ہوا۔ زمین بری طرح لرز رہی تھی۔ ہوا کا بہت تیز دباؤ اسے اپنے کانوں کی طرف بڑھتا ہوا محسوس ہوا۔ اسی لمحے وہ دوسری عمودی شافٹ میں داخل ہوئے۔

دونوں وہاں کھڑے تھے۔ دھماکہ کان پھاڑ دینے والا تھا۔

''یہ رہا۔'' اچانک لزا چلائی۔ ''یہ وہ زیر زمین دریا ہے۔''

علی نے اندھیرے میں وہ نیچے دیکھنے کی ناکام کوشش کی۔ ''کتنا نیچے ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔''

''اور یہ جاتا کہاں ہے؟''

''یہ بھی مجھے نہیں معلوم۔'' لزا نے کہا۔ ''یہ بھی ممکن ہے کہ کسی جھیل میں جا گرتا ہو۔''

''میں نے ان جھیلوں کے متعلق سنا ہے۔ صدیوں سے ان پر سورج بھی نہیں نکلا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں اب بھی ڈائنوسار موجود ہوں۔''

لزا نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''یہ بہت خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ کہو تو واپس چلیں۔''

''نہیں۔ یہ نامعلوم خطرات میرے لیے قابل قبول ہیں۔''

لزا نے فلیش لائٹ اپنی بیلٹ میں اڑس لی۔ ''تو پھر ہاتھ تھام لو۔ میں نہیں چاہتی کہ ہم دونوں جدا ہو جائیں۔''

علی نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ اس نے ریوالور بائیں ہاتھ میں لیا اور سیدھے ہاتھ سے لزا کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ اس کے جسم میں پھر اس لمس نے سنسنی دوڑا دی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا لزا بھی کچھ ایسا ہی محسوس کر رہی ہو گی۔

''تین تک گنتی گنو۔ پھر چھلانگ لگا دو۔'' علی نے کہا۔

''او کے۔ ون...... ٹو...... تھری......''

ان دونوں نے ایک ساتھ چھلانگ لگائی۔ وہ مضبوطی سے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے لیکن یخ بستہ پانی سے ٹکراتے ہی ان کے ہاتھ جدا ہو گئے۔ دریا کا بہاؤ بہت تیز تھا اور وہ پرشور بھی تھا اور وہاں تاریکی ایسی تھی کہ جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ پانی کا بہاؤ کبھی اسے نیچے لے آتا تھا اور کبھی اوپر۔ وہ ایسا بے بس تھا کہ لزا کو پکار بھی نہیں سکتا تھا۔

کوئی بے حد سخت اور نکیلی چیز اس کی کنپٹی سے ٹکرائی۔ وہ کراہ کر رہ گیا۔ اسی لمحے ویسی ہی دوسری چیز اس کے سر سے ٹکرائی۔ اب اس کے لئے اپنے ہوش و حواس قائم رکھنا

ناممکن ہو گیا تھا۔

***

وکٹر نے پہلی بار عقب نما آئینے کی افادیت سمجھی تھی۔ پہلے تو کان میں گرنے والے ٹرالے کے معاملے میں عقب نما نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ ورنہ وہ اسے ایک اور دھکا دینے کے لئے اپنے ٹرالر کو پیچھے لے جاتا اور خود بھی خطرے میں پڑ جاتا اور اب عیسٹ والوں کے ہیلی کاپٹر کے بارے میں بھی اسے عقب نما ہی نے بتایا تھا۔

''واقعی ...... تم سچے دوست اور حلیف ہو۔'' اس نے عقب نما سے کہا۔

دوسری طرف وہ فاصلہ بتانے والے میٹر سے بھی استفادہ کر رہا تھا۔ اس کے مطابق اس کے اور کان کے درمیان دو اعشاریہ نو میل کا فاصلہ حائل ہو چکا تھا۔ پھر وہ تین میل ہو گیا۔ ساڑھے تین میل کے فاصلے پر اس نے ٹرالر کو روکا اور انتظار کرنے لگا۔ اس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔

گیارہ منٹ تین سیکنڈ۔ بم کو اب تک پھٹ جانا چاہئے تھا۔

''لگتا ہے' علی نے کوڈ دریافت کر لیا ہے۔'' اس نے پریچٹ کی لاش سے کہا۔

پھر وہ ٹرالر سے اتر آیا۔ اسے خیال آیا کہ کہیں جانسن سے ٹائمر کے معاملے میں کوئی ایسی غلطی تو نہیں ہو گئی' جس سے ٹائمر غیر موثر ہو گیا ہو۔

وکٹر کو خوشی تھی کہ اس نے جانسن اور کیلی کو ٹھکانے لگا دیا۔ بیکر کی طرح وہ دونوں بھی ناکارہ تھے۔ اسے اس کا احساس اس وقت ہو گیا تھا' جب اخبار میں اشتہار کے جواب میں وہ اس سے ملنے آئے تھے۔ کاش اس نے ان سے وہ رقم بھی چھین لی ہوتی' جو اس نے انہیں دی تھی لیکن بہر حال ...... کاروبار میں قیمت تو ادا کرنی ہوتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کو قتل کرنے سے پہلے انہیں قتل ہونے کا معاوضہ دیا جائے۔

اس نے اپنی بیلٹ میں اڑسے ہوئے بلیک باکس کو علیحدہ کیا' اس کے کیپ کو ہٹایا اور ایک سفید بٹن دبایا۔ سفید بٹن کے برابر سیاہ رنگ کا ایک بٹن ابھر آیا۔ اس نے اس سیاہ

بٹن پر انگوٹھا رکھا اور انتظار کرنے لگا۔

عیسٹ والوں کا ہیلی کاپٹر چوتھائی میل دور' تین سو فٹ کی بلندی پر پہاڑیوں کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ وکٹر مسکرایا۔ خطرناک لوگ اپنے مخصوص لباس میں' اپنی دانست میں تابکاری سے پوری طرح محفوظ' پورے اعتماد کے ساتھ خطرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ہیلی کاپٹر نے آتے ہی گولیاں برسائیں۔ گولیاں ٹرالر کے دونوں سائیڈز پر گرد اڑا رہی تھیں۔ وکٹر اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔

ہیلی کاپٹر آگے جا کر دو پہاڑیوں کے درمیان نیچے کی طرف اترنے لگا۔ اس کی منزل کان کا داخلی دروازہ تھا۔

ہیلی کاپٹر پر نصب لاؤڈ اسپیکر پر آواز ابھری۔ ''ہلو مت' ورنہ تم پر فائرنگ کی جائے گی۔''

وکٹر نے وہ آواز پہچان لی۔' ارے ...... یہ تو کرنل ہنٹ ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر کو دیکھتا رہا...... ہیلی کاپٹر کان کے سامنے اور نیچے ہوا...... وکٹر نے بٹن دبا دیا۔

ایٹم بم کے دھماکے کا آغاز سفیدی مائل نیلگوں شعلے سے ہوتا ہے' جو گردوپیش کی ہوا کے درجہ حرارت کو ایک کروڑ اسی لاکھ درجے فارن ہائٹ پر پہنچا دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک آتشی گیند وجود میں آتی ہے' جس کی حرارت چمک دار لہر کی شکل میں روشنی کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔ اس کے نتیجے میں دباؤ کی لہر پیدا ہوتی ہے جو ہر سیکنڈ میں 1150 فٹ سفر کرتی ہے۔ یہ لہر چھ سو سے زائد میل کے نصف قطر میں آنے والے تمام علاقہ کی ہوا کو نگل جاتی ہے۔ آتشی گیند بلند ہوتی چلی جاتی ہے۔

لیکن زیرزمین دھماکے میں ایسا نہیں ہوتا۔ بہر حال اس کے نتیجے میں درجہ حرارت ایسا بڑھتا ہے کہ چٹانیں گیس میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور دباؤ کی لہر نو درجے کی شدت کے زلزلے کے مرکز کے برابر ہوتی ہے اور آواز ......

اس دھماکے کی آواز ہر طرف تھی اور ہر طرف سے آ رہی تھی۔ اس کے کان یوں

دکھ رہے تھے' جیسے دونوں طرف سے ان پر نہایت طاقت ور پنچ مارے گئے ہوں۔اس نے کان کے دہانے سے ریت اور روشنی کو بھرتے ہوئے طوفان کی طرح اٹھتے دیکھا۔ اس کے پیروں کی زمین ایسے ہل رہی تھی' جیسے تیز ہوا کے جھکڑ پرسکون جھیل کے پانی کو ہلا ڈالتے ہیں۔اگلے ہی لمحے اس کے قدم زمین سے اکھڑے لیکن اس سے پہلے ہی وہ خود کو اوپر اچھال چکا تھا۔اس نے دیکھا' اس کا ٹرالر بھی کم از کم تین فٹ اچھلا تھا۔

لیکن اس سے پہلے وہ ایک منظر دیکھ چکا تھا۔شاک کی اس لہر نے اوپر اڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو ٹکر ماری تھی۔ہیلی کاپٹر پرزے پرزے ہو گیا تھا۔

وکٹر پیٹھ کے بل گرا لیکن ٹرالر زمین پر واپس آ کر اپنے پہیوں پر کھڑا تھا۔

وہ وہاں بیٹھا دیکھتا رہا۔لگتا تھا کہ یہ چار جولائی ہے اور امریکا اپنا جشن آزادی منا رہا ہے۔مگر ایسی آتش بازی روئے زمین پر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی ہوگی۔

اس نے اپنے گھٹنے تھپتھپائے اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ٹرالر کی طرف بڑھتے ہوئے وہ پسنجر سیٹ والی کھڑکی کی طرف جھکا۔''اب کم از کم مجھے یہ تو پتا چل گیا کہ یہ بم کام کرتے ہیں۔''اس نے پریچٹ کی لاش سے کہا۔اس کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

وہ پیچھے ہٹا۔اس نے انگڑائی لی اور ٹرالر کی چھت کو تھپتھپایا۔پھر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ٹرالر کو اسٹارٹ کرنے کے بعد وہ پھر پریچٹ کی لاش کی طرف جھکا۔''تم نے دیکھا مسٹر پریچٹ۔میں نے ابتدا ہی میں کہا تھا نا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔کیونکہ پریشانی تو صرف حکومت امریکا کے لئے ہے۔''

پھر اس نے ٹرالر کو آگے بڑھا دیا۔

⁂ ⁂ ⁂

میکران کے کنٹرول روم میں لٹکے ہوئے دودھیا روشنی کے بلب بری طرح ادھر ادھر ہل رہے تھے۔تصویریں دیواروں سے گر گئی تھیں۔ولکنس نے سر گھما کر جائلز کی طرف دیکھا۔اس کے رخساروں کی سرخی ماند پڑ گئی تھی اور اب وہ راکھ کی رنگت کے لگ رہے تھے۔دھماکے نے اس کی گھومنے والی کرسی کو پوری طرح گھما دیا تھا۔کرسی کو مزید گھومنے سے روکنے کے لیے اس نے پاؤں پوری طاقت سے فرش پر جما دیئے تھے۔

زلزلے کی سی وہ کیفیت صرف پندرہ سیکنڈ رہی۔پھر ہر طرف بے حد خوفناک' ڈرا دینے والا سکوت چھا گیا۔کسی کے چیخنے کی آواز بھی نہیں تھی۔زلزلے کے فوراً بعد لوگ سہم کر چپ ہو جاتے ہیں۔

جائلز نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔''بہت زبردست زلزلہ تھا۔یہی ایک کمی رہ گئی تھی۔سو یہ بھی پوری ہو گئی۔''

ولکنس کی اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ ایک تصویر نیچے گر گئی تھی۔اس نے تصویر کو اٹھا کر میز پر رکھا۔پھر اس نے فون کا ریسیور اٹھایا۔''بیٹے...... 50ء کی دہائی میں نیواڈا میں جو زیر زمین ایٹمی تجربہ کیا گیا تھا' میں اس کا عینی شاہد ہوں۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''جائلز نے پوچھا۔

''یہ زلزلہ ہرگز نہیں تھا۔''

''کیا...... کیا کہہ رہے ہو؟''جائلز بوکھلا گیا۔

ولکنس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''کمیونیکیشن روم میں لائن دو۔'' پھر وہ جائلز کی طرف مڑا۔ ''ہاں...... یہ ایٹمی دھماکہ تھا۔''

جائلز اٹھا اور دروازے کی طرف لپکا۔ ''بہت ہو گئی۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔''

''ریلیکس۔'' ولکنس نے اسے چمکارا۔ ''تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ یہ دھماکہ زیر زمین ہوا ہے۔ تابکاری کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

جائلز رک گیا۔ ''اوہ...... لیکن تمہیں کیسے پتا کہ یہ دھماکہ زیر زمین ہوا ہے۔''

''اگر یہ زمین کے اوپر ہوا ہوتا تو زمین اس طرح نہ ہلتی۔ دوسری بات یہ کہ اگر یہ دھماکہ زمین کے اوپر ہوا ہوتا تو ہم اس لمحے زندہ و سلامت نہ ہوتے۔ ہم اندھے ہو چکے ہوتے، پگھل اور مر رہے ہوتے۔'' ولکنس نے کہا۔ پھر اس نے بات روکی اور ریسیور کی طرف متوجہ ہوا۔ ''ہیلو۔ میں کرنل ولکنس بات کر رہا ہوں۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''جنرل کربیلے سے بات کرنی ہے۔''

ایک لمحے بعد جنرل کربیلے کی آواز سنائی دی۔ ''کرنل، اس وقت تم اسپیکر فون پر بات کر رہے ہو۔''

''جنرل کربیلے، سر...... ایک دھماکہ ہو چکا ہے۔''

''میرے خدا! اس کی نوعیت کیا تھی؟''

''میں یقین سے کہہ سکتا ہوں جناب کہ یہ زیر زمین ایٹم بم کا دھماکہ تھا۔ قیاس کہتا ہے کہ نیسٹ والے بموں تک پہنچ گئے تھے لیکن شاید وہ بموں کو یقینی طور پر محفوظ نہیں کر پائے۔ چنانچہ انہوں نے انہیں بے کار کرنے کے لئے کسی غار یا کان میں سیٹ آف کر دیا۔ دہشت گردی سے نمٹنے کی مشقوں میں ہم ایسا کرتے رہے ہیں۔''

''یہ تو تمہارا قیاس ہے نا، کوئی حتمی اطلاع تو نہیں ہے تمہارے پاس۔''

''آپ درست کہہ رہے ہیں اور حتمی اطلاع تو شاید خاصی دیر تک بھی نہیں مل سکے گی۔''

''کیوں؟'' دوسری طرف سے وائٹ ہاؤس کے چیف آف اسٹاف بیئرڈ نے پوچھا۔

''نیسٹ والوں نے دانستہ رابطہ کرنے سے گریز کیا ہوگا۔'' ولکنس نے کہا۔ ''یہ سوچ کر کہ کیپٹن علی...... یا جو کوئی بھی ان بموں کے چکر میں ہے، باخبر نہ ہو جائے اور اب دھماکے کے بعد وہ ای ایم پی کی وجہ سے رابطہ نہیں کر سکتے؟''

''ای ایم پی؟'' بیئرڈ نے دہرایا۔

''الیکٹرو میگنیٹک پلس۔'' ولکنس نے وضاحت کی۔ ''یہ ایٹمی دھماکے کے بعد پیدا ہوتی ہے اور میلوں کے دائرے میں الیکٹرونکس کے ہر سگنل کو جذب کر لیتی ہے۔ اب کئی گھنٹے تک اس علاقے میں ریڈیائی رابطے منقطع رہیں گے۔''

''ایسا کوئی امکان ہے کہ یہ دھماکا نیسٹ والوں نے نہیں، کسی اور نے کیا ہو؟'' دوسری طرف سے جنرل جیف نے پوچھا۔

''یہ عین ممکن ہے۔'' ولکنس نے جواب دیا۔ ''بم چور نے نیسٹ والوں کو آتے دیکھا ہو اور بم کو سیٹ کر دیا ہو...... گرفتاری سے بچنے کے لئے۔''

''یہ تو ضرورت سے بہت بڑا اسموک اسکرین ہوا۔'' جنرل شینڈر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہمیں ہر امکان پر غور کرنا چاہئے۔'' جنرل جیف نے کہا۔ ''تو کیا یہ بھی ممکن ہے کہ خود نیسٹ والے بھی دھماکے کا شکار ہو گئے ہوں۔''

''اگر ان کا ہیلی کاپٹر بلاسٹ کے دائرے میں تین چار میل کے اندر ہوا، خواہ وہ زمین پر ہو یا فضا میں تو اس بات کا امکان ہے کہ وہ شاک ویو کی لپیٹ میں آ گئے ہوں گے۔ یس سر...... وہ بھی شکار ہو سکتے ہیں۔''

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر بیئرڈ نے کہا۔ ''کرنل...... میرے ساتھی جائلز کو بتا دو کہ میں اس پر بہت اعتماد کرتا ہوں۔ اس کا یقین کہ سچائی سب سے بہتر پالیسی ہے، اپنی

جگہ لیکن میں اس معاملے کو منظر عام پر نہیں لا سکتا۔ ٹھیک ہے؟''

کرنل نے جائلز کو دیکھا جو اب بھی یوں لرز رہا تھا' جیسے اس کے نیچے کی زمین بری طرح ہل رہی ہو۔ بہر کیف اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔''

''ہمیں اس لمحے سے آخر تک یہی کہنا ہے کہ اوٹاہ میں جو کچھ ہوا' وہ زلزلہ تھا۔''

''ٹھیک ہے جناب۔''

ولکنس اس گفتگو کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے نہیں کہ اب گفتگو صرف اس پہلو پر ہونا تھی کہ حقیقت کو کس کس طرح چھپایا جائے۔ بلکہ وہ تشویش میں مبتلا تھا۔ اس کا تجزیہ اپنی جگہ لیکن وہ جانتا تھا کہ نیسٹ والے اگر چاہتے تو کوڈ میں پیغام دے سکتے تھے۔ کرنل ہنٹ بہت شاندار اور روایتی فوجی تھا۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اوپر کسی کو بتائے بغیر ایٹم بم کا دھماکہ کر دے۔

یہ ممکن تھا کہ جو کچھ اس نے تجزیے میں پیش کیا' وہ سرے سے ہوا ہی نہ ہو۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ہائی جیکرز نے ایک بہت اچھی طرح سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق عمل کیا تھا۔ کچھ عجب نہیں کہ جائلز کی سوچ کے عین مطابق یہ دھماکہ بھی ان کے منصوبے کا حصہ ہو۔ ''ہمیں جیسے ہی کوئی خبر ملے گی' ہم آپ سے رابطہ کریں گے۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

لیکن اس وقت تک جائلز سوچوں سے پوری طرح بھر چکا تھا۔ ''کرنل انہیں بتاؤ کہ میرے خیال میں انہیں ہم سے پہلے خبر ملے گی۔ مجھے اس بات کا یقین ہے۔'' اس نے کرنل ولکنس سے کہا۔

''میں سمجھا نہیں۔'' کرنل نے اسے حیرت سے دیکھا۔ ''کیسی خبر؟''

''تاوان کی رقم کا مطالبہ۔'' جائلز نے سرد لہجے میں کہا۔ ''میرے خیال میں اس دھماکے سے میرے اندازے کی تائید ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف ایک بم پھٹا ہے اور یہ دھماکہ صرف ہمیں سنگینی کا احساس دلانے کے لئے کیا گیا ہے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے

کہ دوسرا دھماکہ زیر زمین نہیں ہوگا...... اور یہ کہ وہ نیشنل پارک کے علاقے میں نہیں ہوگا۔''

☼ ☼ ☼

لزا کو فوراً ہی احساس ہو گیا کہ وہ بڑی مشکل سے دوچار ہیں۔

اسے اپنے ساتھی کے بچھڑ جانے پر حیرت نہیں ہوئی۔ ہاتھ پکڑ کر پانی میں چھلانگ لگانے والے فوراً ہی ہاتھ چھوٹ جانے کی وجہ سے بچھڑ جاتے ہیں۔ پانی میں گرتے ہی آدمی جبلی طور پر آزادانہ ہاتھ چلانے کی کوشش کرتا ہے اور پھر یہاں تو پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔

سنبھلنے کے بعد اس نے علی کا ہاتھ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن ادھر ادھر وہ کہیں نہیں تھا۔ تاریکی بہت گہری تھی اور اس پر دریا کا تیز بہاؤ' ایسے میں بچھڑنے والے کو ڈھونڈنا آسان نہیں تھا۔

اور پھر دریا میں پڑے ہوئے پتھر بھی تھے!

پانی میں گرنے کے چند لمحے بعد ایک نکیلی چٹان اس کے سر سے مس ہوئی۔ وہ ایسی مزید چٹانوں سے بچنے کے لئے پانی میں غوطہ لگانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اسی لمحے اسے خیال آیا کہ کیپٹن علی اپنے طور پر یہ بات نہیں سمجھ سکتا۔ ایسے پتھر تین چار بار سر پر لگے تو وہ ہوش و حواس کھو بیٹھے گا۔ لزا نے بیلٹ سے فلیش لائٹ کو علیحدہ کیا اور سطح پر ابھری۔ اس نے خود کو پانی کے بہاؤ کے رخ پر چھوڑ دیا۔ پھر اس نے فلیش لائٹ روشن کر کے سطح آب کا جائزہ لیا۔

فوری طور پر اسے پانی کے نیچے پناہ لینی پڑی۔ وہ تیزی سے ایک نوکیلی چٹان کی طرف بڑھ رہی تھی۔

چند لمحے بعد وہ پھر سطح پر ابھری اور فلیش کی روشنی میں گرد و پیش کو دیکھا۔ وہاں پانی میں جا بجا نکیلی چٹانیں موجود تھیں۔

پھر اسے آگے بائیں جانب کیپٹن علی نظر آیا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ پانی میں ادھر ادھر الٹ پلٹ رہا تھا۔ اس کی پیشانی پر زخم تھا۔ اس سے بہنے والا خون پانی میں مل کر اس کے چہرے کو رنگین کر رہا تھا۔

لزا نے پھر غوطہ لگایا اور تیرتی ہوئی اس کی طرف بڑھی۔ شفاف پانی میں بننے والے بلبلے واضح طور پر اسے راستہ دکھا رہے تھے۔ اس نے علی کو اس کے فلائٹ سوٹ کے کالر سے تھاما۔

''تم ٹھیک تو ہو؟'' اس نے چیخ کر پوچھا۔

علی نے نقاہت بھرے انداز میں سر ہلا کر جواب دیا۔

سامنے پھر نکیلی چٹانیں تھیں۔ لزا نے اس بار علی کو ساتھ لے کر غوطہ لگایا۔

اس سے پہلے کہ وہ علی کو لے کر سطح پر ابھرتی' وہ ایک چھوٹے سے آبشار کے پاس پہنچ چکے تھے۔ وہ تیزی سے نیچے گرے۔ کچھ دیر وہ آبشار کے عین نیچے بننے والے پانی کے بھنور میں گھومتے رہے۔ بالآخر وہاں سے نکلے۔ لزا نے فلیش والا ہاتھ اوپر کیا۔ اب نکیلی چٹانیں تو نہیں رہی تھیں لیکن ایک اور دشواری سامنے آ گئی۔ زیر زمین دریا جس بڑے غار کے نیچے سے گزر رہا تھا' اس کی چھت بتدریج نیچی ہوتی جا رہی تھی۔ پانی بھی اب شفاف نہیں رہا تھا۔ مٹیالا ہو گیا تھا۔

''گہری سانس لو تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی۔'' اس نے علی سے کہا۔

علی نے گہری سانس لی۔ اگلے ہی لمحے لزا اسے پھر پانی میں لے گئی اب فلیش تھامے رکھنا ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ اسے سیدھے ہاتھ سے پانی کاٹتے ہوئے آگے بڑھنا تھا۔ چنانچہ اس نے فلیش چھوڑ دی۔ بائیں ہاتھ سے وہ علی کو تھامے ہوئے تھی۔ غار کی چھت اب بہت نیچی ہو گئی تھی۔

کیسی عجیب بات تھی۔ جب بم پھٹنے میں چند سیکنڈ رہ گئے تھے' تب بھی اسے یقین نہیں تھا کہ وہ مرنے والی ہے اور بم پھٹنے کے چند سیکنڈ بعد وہ پوری طرح نارمل ہو گئی تھی۔

لیکن اب معاملہ مختلف تھا۔ اپنے سر میں اسے لگتا تھا کہ کئی دل ہیں اور دھڑک رہے ہیں۔ اس کے پھیپھڑوں میں جیسے آگ بھری تھی۔ وہ تازہ ہوا کا مطالبہ کر رہے تھے اور اس کے بازو یوں شل ہو رہے تھے جیسے وہ پتھر کے بنے ہوئے ہوں۔ اس پر ستم یہ خوفناک تاریکی....... اور یہ احساس کہ اسے نہیں معلوم کہ یہ دریا انہیں کہاں پہنچائے گا۔

لیکن پھر اندھیرا دھیرے دھیرے چھٹنے لگا۔ ملگجا سا اجالا ابھرا۔ پھر روشنی نظر آئی اور بالآخر نیلا آسمان نظر آنے لگا۔ وہ دریائے کولاراڈو کی سطح پر ابھر آئے تھے۔ اس نے سر اٹھایا اور تازہ ہوا سے پھیپھڑوں کو بھر لیا۔ اس وقت وہ ہوا دنیا کی سب سے خوش ذائقہ چیز تھی۔

مگر علی نیم جاں تھا۔ لزا اسے کھینچتی ہوئی کنارے کی طرف بڑھی۔ دریا کے پتھریلے کنارے پر پہنچ کر اس نے علی کو پہلو کے بل لٹایا تاکہ اگر پانی میں اس نے کچھ نگلا ہے تو وہ باہر نکل جائے۔ پھر اس نے اپنے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے اس کی ناک بند کی اور منہ سے منہ ملا کر اسے دو بار سانس دی۔ پھر اس نے اس کی نبض چیک کی۔ نبض نارمل تھی۔ مگر وہ سانس نہیں لے رہا تھا۔

اس نے ایک بار پھر اسے منہ سے سانس دی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے یہ عمل دہرایا۔ علی اب بھی خود سے سانس نہیں لے رہا تھا۔ ''تم پرندے ہو۔ تم سے تیرنے کی توقع تو نہیں کی جا سکتی۔'' وہ محبت بھرے لہجے میں بڑبڑائی۔ ''لیکن تم سانس تو بہر حال لے سکتے ہو۔ سانس لو پلیز۔''

دس بار مصنوعی سانس لینے کے بعد علی کے جسم میں تھرتھراہٹ نظر آئی۔ اس کا منہ کھلا' پھر آنکھیں کھلیں۔ اس نے لزا کو....... اور پھر لزا کے عقب میں بہتے دریا کو دیکھا۔

''ہم....... ہم زندہ ہیں۔'' اس نے بمشکل کہا۔

''ہاں۔'' لزا نے اپنے لباس کی جیب سے گیلا ٹشو پیپر نکالا اور اس کی پیشانی کے زخم پر پھیلا دیا۔

”میں نکیلے پتھروں کے درمیان گیند کی طرح لڑھک رہا تھا۔“ علی نے کہا۔

”یہ سچ ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ اس عالم میں بھی تم نے اسے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ کیسے؟“

علی نے اپنے ہاتھ میں موجود گن کو حیرت سے دیکھا۔ ”یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ شاید تحفظ کے لئے۔ جب آپ سانس بھی نہ لے پائیں‘ تیر بھی نہ پائیں تو تحفظ کے احساس کے لئے کچھ نہ کچھ تھامنا تو چاہیں گے۔“

لزا نے ٹشو پیپر ہٹایا۔ وہ اب خون میں تر ہو رہا تھا۔ ”مجھے اس پر حیرت ہے کہ تمہارا سر سلامت ہے۔“

”میرے دن کا آغاز سر پر چپ لگنے اور جہاز سے کودنے سے ہوا تھا۔ اس کے مقابلے میں نکیلے پتھر تو بچوں کے کھلونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔“

لزا نے جوتے اتارے اور دریا کی طرف گئی۔ اپنا اکلوتا موزہ اتارنے کے بعد اس نے دونوں پاؤں پانی میں ڈال دیئے۔ اب پانی کا لمس بے حد فرحت بخش لگ رہا تھا۔ دریا پر اترتی ہوئی دھوپ‘ کنارے پر سبزہ اور اس پر تھرکتی ہوئی تتلیاں‘ سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔

وہ واپس آئی اور ٹھنڈا ہاتھ علی کی پیشانی کے زخم پر رکھ دیا۔

”تم ٹھیک تو ہو؟“ علی نے اس سے پوچھا۔

لزا نے اثبات میں سر ہلایا۔

”دیکھنے سے تو نہیں لگتیں۔“

”نہیں...... میں ٹھیک نہیں ہوں۔“ لزا نے کہا اور اچانک بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کا پورا جسم بری طرح ہل رہا تھا۔

علی اٹھ بیٹھا۔ اس نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔ ”شاید یہ سن کر تمہیں کچھ حوصلہ ہو کہ میرا بھی یہی حال ہے۔“

”نہیں۔ اس سے مجھے حوصلہ نہیں مل سکتا۔“

”یہ سوچو کہ ہم اتنے سخت مرحلے سے نکل آئے۔“

”لیکن ہم...... ہم تقریباً......“ وہ سسکتے ہوئے بولی۔

”مرتے مرتے بچے۔“ علی نے اس کا جملہ پورا کیا۔ ”لیکن ہم زندہ ہیں۔“

”ذرا سوچو تو...... ایک ایٹم بم پھٹا تھا۔ اس کے اثرات...... تابکاری......“

علی نے اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔ ”ان تتلیوں کو دیکھو“ اس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ صحت مند ہیں اس کا مطلب ہے کہ ہم عافیت میں ہیں۔“

لزا نے سر ایک طرف جھکایا اور اپنے آنسو پونچھے۔ ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو نا؟ یہ سچ ہے نا؟“

”یہ سچ ہے۔“ علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”ہمیں یہی بتایا جاتا ہے۔ ایٹمی دھماکے کے بعد تمہیں تتلیاں نظر آئیں تو جان لو کہ تم خیریت سے ہو۔“

”ایسا تو نہیں کہ ہمارے وجود میں ضرر رساں کیمیائی تبدیلیاں رونما ہوئی ہوں۔“

علی مسکرایا۔ اس نے اپنے لباس میں سے زرد رنگ کی ایک ڈسک نکالی اور اپنے چہرے کے سامنے رکھ لی۔ ”اسے دیکھو۔ کیا نظر آتا ہے؟“

”تمہارا چہرہ۔“

”تابکاری کے اثرات ہوتے تو اس ڈسک کا رنگ نیلا ہو جاتا اور ہم بھی نیلے ہو جاتے۔ اب خود سوچو‘ ہم کسی تکلیف میں بھی نہیں ہیں اور دیکھ لو یہ ڈسک اب بھی زرد ہے۔“

وہ قدرے پرسکون ہو گئی۔

”اس دھماکے سے صرف ریڈیو اور کمپیوٹر متاثر ہوں گے۔“ علی نے کہا۔

”شکر ہے۔“ لزا بولی۔ ”اچھا...... اب اپنے زخم کی فکر کرو۔“

علی نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا...... پھر اچانک ہنسنے لگا۔ ”ایٹم بم پھٹنے کے نتیجے

میں اتنا معمولی زخم! یہ تو نعمت ہے۔''

لزا بھی ہنسنے لگی۔

''اب بھوک بھی لگ رہی ہے اور سردی بھی اور ہمیں ایک دیوانے سے بھی نمٹنا ہے جو ایک ایٹم بم لیے پھر رہا ہے۔'' لزا نے کہا۔ ''اب ہم کیا کریں گے۔''

''جشن منائیں گے کہ ہم زندہ ہیں۔'' علی نے کہا۔ ''یہ کوئی معمولی بات نہیں۔''

لزا نے ادھر ادھر دیکھا۔ نیشنل پارک اب بھی زندہ تھا۔ اس نے دھماکے کو جذب کر لیا تھا اور اب بھی سانس لے رہا تھا۔ علی کا کہنا درست تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

''اب ہمیں چلنا چاہئے۔'' علی نے کہا۔ ''حرکت کریں گے تو جسم میں حرارت پیدا ہوگی۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ حالانکہ اس کا خیال تھا کہ وہ کھڑا نہیں ہو سکے گا۔

''تم ٹھیک تو ہو نا؟''

علی نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''اب سوال یہ ہے کہ ہم وک تک پہنچ سکیں گے؟''

''اس بات کا امکان بہت قوی ہے۔'' لزا نے جواب دیا۔ ''دریا کے ساتھ ساتھ تیس فٹ اوپر ایک کچا راستہ ہے۔ پیدل چلنے والوں کے لئے تو بہت اچھا ہے لیکن ٹرالر کے لحاظ سے بہت خراب ہے۔ پارک سے نکلنے کے لئے تمہارے وک کو بہر صورت وہ راستہ استعمال کرنا ہے۔ اس راستے پر اسے وقت بہت لگے گا۔ کیونکہ وہ ٹرالر کو بہت آہستہ چلانے پر مجبور ہوگا۔''

''یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔ چلو' کس طرف چلنا ہے۔''

لزا آگے آگے چل دی۔ ''لیکن یہ بتا دوں کہ میں نے پہلے کبھی اس راستے پر سفر نہیں کیا ہے۔''

''کوئی بات نہیں۔ اب تک کا جو تمہارا ریکارڈ ہے' وہ اتنا برا ہے کہ میرے لیے یہ خوش خبری ہے۔''

لزا کا منہ بن گیا۔ حالانکہ علی کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔

وہ تیز قدموں سے چلتے رہے۔ پہلے تیز دھوپ نے ان کا سردی کا احساس دور کیا۔ پھر انہیں باقاعدہ گرمی لگنے لگی۔ لزا کا ذہن اس وقت تک دو حصوں ...... دو خواہشوں کے درمیان تقسیم ہو گیا تھا۔ ایک حصہ علی کی خوشی کے لئے اس بات کی دعا کر رہا تھا کہ علی کو وہ شخص مل جائے' جس نے اسے دھوکہ دیا ہے اور وہ اس پر فتح یاب ہو۔ جبکہ دوسرا حصہ اس کی خود غرضی کا مظہر تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ علی کا وک سے سامنا نہ ہو۔ تاکہ وہ لزا کے لئے زندہ و محفوظ رہے۔

✳ ✳ ✳

چٹان تک پہنچنے میں انہیں پچیس منٹ لگے۔ مزید سات منٹ چلنے کے بعد انہیں وہ دبلا پتلا شخص نظر آیا' جو ہاتھ میں خود کار رائفل لیے کھڑا تھا۔

وہ چٹان دراصل ایک بہت بڑا گول پتھر تھا' جو دریا کے کنارے اور اوپر کچے راستے کے درمیان حائل تھا۔ وہاں لزا اور علی خود کو بہ آسانی چھپا سکتے تھے۔ وہ اس کی اوٹ میں چھپ کر اس شخص کو دیکھتے رہے۔ وہ پاور فل انجن والی ایک بھاری کشتی کے پاس کھڑا تھا۔ کشتی کو اس نے رسی کی مدد سے دریا کے کنارے ایک درخت سے باندھ رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں جو گن تھی ' وہ اسرائیلی ساختہ سب مشین گن تھی۔ قریب ہی لکڑی کا ایک بڑا تختہ رکھا تھا۔ ایک طرف تارپولین کی شیٹس کا ڈھیر تھا۔ قریب ہی ایک لمبا کریٹ تھا' اس پر 'لائف جیکٹس' لکھا تھا۔

''یہ شخص مچھلی کا شکار کھیلنے والا تو نہیں لگتا۔'' لزا نے کہا

علی نے جواب نہیں دیا۔ وہ مخالف سمت میں دیکھ رہا تھا' جہاں گرد کے بادل اٹھتے دکھائی دے رہے تھے۔ اس کا سبب جو بھی رہا ہو' وہ چٹانی چھجے کی اوٹ میں تھا۔ وہ اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

چند منٹ بعد انجن کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہی گرد کے اڑنے کا سبب بھی تھا۔ آنے والی گاڑی اس جگہ رک گئی۔ جہاں کچا راستہ ختم ہوتا تھا۔ وہ ابھی اسے نہیں دیکھ سکتے

تھے۔لزا کا اندازہ تھا کہ اس جگہ کے اور دریا کے کنارے کے درمیان چار سو گز کا فاصلہ تھا۔

''ہم لوگوں کے درمیان اس راستے کو اور آگے بڑھانے کے سلسلے میں بات ہوئی تھی۔'' لزا نے کہا۔ ہم لوگوں سے اس کی مراد رینجرز تھے۔ ''لیکن اس راستے کو یہ سوچ کر یہیں ختم کر دیا گیا کہ یہ مچھلیوں اور پرندوں کو ڈرانے کا سبب بنے گا۔ مجھے تو یہ بھی کم برائی نہیں لگتی کہ کیکٹس کے شوقین لوگ اس راستے سے استفادہ کرتے ہیں اور صحرا سے اس کی رونق چھین کر لے جاتے ہیں۔''

علی جانتا تھا کہ لزا اپنا نروس پن چھپانے کے لئے اتنی باتیں کر رہی ہے۔ بہر حال اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اس کی آواز نہ وکٹر تک پہنچ سکتی تھی' نہ کشتی کے پاس کھڑے شخص تک۔

کشتی کے پاس کھڑے شخص نے اپنی سگریٹ گرائی اور جوتے سے اسے مسل دیا۔

پھر وہ وکٹر کی طرف بڑھنے لگا' جو اب تھکے تھکے قدموں سے آتا دکھائی دے رہا تھا۔ علی کو اندازہ ہو گیا کہ اس کا سابقہ پارٹنر بری طرح تھکا ہوا ہے۔ یہ بات اس کے لئے طمانیت بخش تھی۔ کیونکہ اس فلائٹ کے بعد سے خود اس پر کیا کچھ گزرا تھا۔ ادھ کھلی حالت میں جہاز سے ایجیکشن' ہیلی کاپٹر سے مقابلہ' پھر دھماکے سے بچ نکلنا...... اور آخر میں تو وہ ڈوبتے ڈوبتے بچا تھا لیکن اس سب سے گزرنے کے باوجود وہ حیرت انگیز طور پر وہ خود کو توانا اور تازہ دم محسوس کر رہا تھا۔

''گڈ مارننگ مسٹر شیپرڈ۔'' وکٹر نے بڑی تہذیب سے کہا۔ اس کا انداز تمسخرانہ لگتا تھا۔

''مارننگ۔'' شیپرڈ نے کہا اور وکٹر کے پیچھے ٹرالر کی سمت دیکھا۔ ''سب لوگ کہاں ہیں؟''

''میں ہی 'سب لوگ' ہوں۔'' وکٹر نے جواب دیا۔

''کوئی گڑبڑ ہوئی؟''

''ہاں۔'' وکٹر نے اسے نظریں جما کر دیکھا۔ ''وہ کثرت سے احمقانہ سوال کرتے تھے۔''

''اوہ۔'' شیپرڈ نے کہا۔ ''سمجھا۔''

دونوں پلٹے اور ٹرالر کی طرف چل دیے۔

لزا نے علی سے کہا۔ ''میں سمجھ گئی کہ وہ کیا لینے اوپر جا رہے ہیں۔''

علی نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ کشتی کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ راستہ جس پر وہ دونوں گئے تھے' اور وہ جگہ جہاں ٹرالر کھڑا تھا' وہاں سے دریا کے اس حصے کو' نہیں دیکھا جا سکتا تھا' جہاں کشتی کھڑی تھی۔

''یہ بتاؤ' ہماری فوج کب تک یہاں پہنچے گی؟'' لزا نے اس سے پوچھا۔

''ہمیں یہ فرض کرنا ہوگا کہ وہ نہیں پہنچ سکیں گے۔''

لزا کے چہرے پر حیرت کا تاثر ابھرا۔ ''کیا مطلب ہے تمہارا؟ ہماری فوج ان بموں کی واپسی کے لئے کوشش نہیں کرے گی! انہیں کسی دیوالیا کمپنی کو دیے ہوئے قرض کی طرح معاف کرے گی اور بھول جائے گی؟''

''یہ بات نہیں۔ مگر وہ یہ قیاس کریں گے کہ دونوں بم پھٹ چکے ہیں اور خطرہ پوری طرح سے ٹل چکا ہے۔''

''اس طرح کا نتیجہ نکالنا تو بڑی غیر ذمے دارانہ بات ہے۔'' لزا نے کہا۔ ''اس طرح کے ہتھیاروں کے معاملے میں قیاس سے تو کام نہیں لینا چاہئے۔ یقینی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنا ان کے ذمے داری ہے''

''یہ کام بھی وہ کریں گے ...... لیکن پنٹاگون میں کئی درجن کمیٹی میٹنگز کے بعد۔'' علی نے کہا۔ ''ملٹری صرف اس وقت تیز رفتاری سے حرکت کرتی ہے' جب وہ حالت جنگ میں ہو۔''

"تو کیا اس وقت وہ حالت جنگ میں نہیں ہیں؟"

"یہ تو انہیں اس وقت پتا چلے گا جب وِک انہیں الٹی میٹم دے گا۔" علی نے کہا۔

"اسکا مطلب ہے کہ اسوقت میں اور تم .... صرف دو اچھے انسان ایسے ہیں، جنہیں حقیقی صورتحال کا علم ہے۔"

"تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ برے آدمی بھی دو ہیں، برابر کا مقابلہ ہے۔"

وکٹر اور شیپرڈ اب نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ علی نے کہا۔ "ہم اس وقت ان پر حملہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہارنے کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔ ہمیں تدبر اور فراست سے کام لینا ہوگا۔ یہ لاکھوں انسانوں کی زندگی کا معاملہ ہے۔"

"یہ تدبر اور فراست کا خیال اب کیوں آیا ہے؟"

"میں سنجیدہ ہوں لزا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے، میں سنجیدہ نہیں ہوں؟"

"سب سے پہلے تو ہمیں ان کو ٹرانسپورٹ سے محروم کرنا ہے۔" علی نے گفتگو کا رخ بدلا۔ "کیوں نہ ہم اس کشتی کو لے بھاگیں۔"

"ہم اسے ڈبو بھی سکتے ہیں، اور ناکارہ بھی بنا سکتے ہیں۔"

"وہی خطرہ مول لینے والی بات۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ مرمت کر کے اسے ٹھیک کر دیں۔ یا ڈوبی ہوئی کشتی کو اوپر کھینچ لائیں۔"

لزا نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ٹھیک کہتے ہو تم۔"

وہ دونوں چٹان کی اوٹ سے نکلے اور کنارے کی طرف بڑھنے لگے۔ علی آگے تھا۔ جہاں سے اوپر جانے والا راستہ کچی سڑک سے ملتا نظر آتا تھا، وہاں وہ رکے اور انہوں نے اوپر دیکھا۔ وکٹر اور شیپرڈ نظر نہیں آرہے تھے۔ وہ بم کو ٹرالر سے اتارنے اور کشتی تک لانے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔

"چلو .... ہم کام دکھائیں۔" علی نے سرگوشی میں کہا۔ وہ بہت محتاط نظر آرہا تھا۔

وہ دونوں کشتی کی طرف لپکے۔ وکٹر اور شیپرڈ انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے اور وہ بم کے معاملے میں الجھے ہوئے بھی تھے۔ لزا اور علی کشتی میں چڑھے۔ علی نے کشتی کے عقبی حصے میں انجن تھراٹل کو چھوا۔ "شٹ!" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"کیا ہوا؟"

"چابی!" علی نے اس لفظ کو یوں ادا کیا، جیسے وہ گالی ہو۔

وہ کشتی میں ادھر ادھر چابیاں تلاش کرنے لگے۔ پھر لزا کی نظر کنارے پر رکھے ایک بیگ پر پڑی۔ اس نے علی کو اشارہ کر کے دکھایا۔ "شاید چابی اس میں ہو۔"

علی نے کشتی سے کنارے پر چھلانگ لگائی۔ وہ گھٹنوں کے بل گرا....... اس چوٹ کے بل، جس کا اسے پہلے پتا ہی نہیں تھا۔ وہ شاید دریا میں کسی نوکیلے پتھر سے لگی تھی۔ مگر اس وقت اسے کسی چیز کی پروا نہیں تھی۔ اس نے بیگ کو کھولا اور اس کی سب چیزیں باہر نکال لیں۔ پھر وہ انہیں ٹٹولتا رہا۔ اس میں کچھ اسٹکر تھے، ایک واک مین تھا، ایک شکاری چاقو اور کچھ کپڑے۔ وہ پاگلوں کی طرح ٹٹولتا کھنگالتا رہا لیکن چابی اسے نہیں ملی۔

وہ خالی بیگ کو ٹٹولنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ یہ یقیناً بم لڑھکایا جا رہا تھا۔ پھر تیز قدموں کی چاپ بھی سنائی دی۔

"لعنت ہو۔" وہ غرایا۔

اس نے چھپنے کی جگہ کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھا لیکن وہاں ایسی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس نے بیگ کی چیزیں بیگ میں ٹھونسیں، اسے بند کر کے رکھا اور تیزی سے دریا میں کود گیا۔ اس کے سوا چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔

پانی میں اترتے اترتے اس نے لزا کو اٹھتے دیکھا۔ چھپاکے کی ہلکی سی آواز بھی سنائی نہیں دی۔ اس نے لزا کو پانی میں چھپتے نہیں دیکھا۔ ممکن ہے، وہ بہت آہستگی سے پانی میں اتری ہو۔ اور تو کچھ ہو نہیں سکتا تھا۔ لزا کے پاس اب راستے سے گزر کر چٹان تک پہنچنے کی مہلت نہیں تھی۔

پانی کا بہاؤ علی کو اندر لے گیا۔ اس نے کشتی کی رسی تھام لی۔

وہ وہاں پانی میں رکا رہا۔ صرف اس کی ناک پانی سے باہر تھی۔ ذرا دیر بعد ہانپتی سانسوں، بھاری قدموں اور لڑھکتے بم کی آوازیں قریب آنے لگیں۔ پھر اسے اندازہ ہوا کہ بم کشتی میں لادا جارہا ہے۔ کشتی پانی میں خاصی نیچے ہوگئی۔

''مزہ آگیا۔'' شیپرڈ نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''اچھا...... یہ تو بتاؤ کہ تم اس لاش کو پسنجر سیٹ پر بٹھا کر ڈرائیو کرتے رہے۔ کیوں؟''

وکٹر بھی ہانپ رہا تھا۔ ''کیونکہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ وہ احمقانہ سوال جو نہیں کرتا۔''

''ٹھیک ہے۔ میں بھول گیا تھا۔'' شیپرڈ کا لہجہ معذرت خواہانہ تھا۔

''اب تمہیں مجھے میکس تک پہنچانا ہے۔ راستہ نہ بھولنا۔ اس میں تمہاری عافیت ہے۔'' وکٹر نے دھمکی دینے والے لہجے میں کہا۔ ''میں واشنگٹن والوں کے چوکنا ہونے سے پہلے اس تک پہنچنا چاہتا ہوں۔''

علی کو تارپولین کی سرسراہٹ سے اندازہ ہوا کہ وہ بم کو ڈھانپ رہے تھے۔ چند لمحوں کے بعد بوٹ کا انجن غرایا۔ علی نے رسی چھوڑی اور پانی میں غوطہ لگایا۔ اگلے ہی لمحے بوٹ اس کے اوپر سے گزر گئی۔

اس نے سر ابھارا تو بوٹ کافی دور جاچکی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ لزا کہیں موجود نہیں تھی۔

☆☆☆

بیرڈ کا جسم پسینے میں نہا رہا تھا!

وہ ویڈیو ٹیپ ایک باکس میں رکھ کر بھیجا گیا تھا۔ اوپر لکھا تھا...... مسٹر مونگھ کے لئے کینڈی گرام۔

کمرا اب کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ وہاں ملٹری کے دہشت گردی کی روک تھام کے

ماہرین موجود تھے۔ ان کے علاوہ ایف بی آئی اور سی آئی اے والوں کو بھی طلب کرلیا گیا تھا۔ وہ سب اس ویڈیو کو دوسری بار دیکھ رہے تھے۔

وہ سالٹ لیک سٹی کا منظر تھا۔ وکٹر ڈکسن کھڑا تھا۔

وکٹر ڈکسن! بیرڈ نے تلخی سے سوچا۔ ان احمقوں کا یہ اندازہ بھی غلط ثابت ہوا۔ کیپٹن علی اکیلا نہیں تھا۔ خالص امریکن میجر وکٹر ڈکسن بھی اس جرم میں اس کا شریک تھا۔ اب کوئی کس پر اعتبار کرے!

وکٹر کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ ''دو سو پچاس ملین ڈالر صبح نو بجے تک......'' وکٹر کہہ رہا تھا۔ ''اوٹاہ کے مقامی وقت کے مطابق صبح نو بجے تک یہ رقم کیسے ادا کرنی ہے، اس کا طریقہ کار اس ٹیپ کے ساتھ موجود لفافے میں لکھ رکھا ہے۔ اگر آپ عقل مند ہیں تو یہ رقم پنٹاگون کے خفیہ پروگرام والے اکاؤنٹ سے نکالیں گے۔ یوں کسی کو اس کا پتا بھی نہیں چلے گا۔''

''اس نے ہر بات کا خیال رکھا ہے۔ سب کچھ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔'' جنرل شینڈر غرایا۔

''بہرحال ایک بات یاد رکھیں۔'' وکٹر کہہ رہا تھا۔ ''اس مہلت میں اضافہ پر کوئی بات چیت نہیں ہوگی۔ نہ ہی اس میں اضافہ کیا جائے گا۔ یہ مہلت حتمی ہے۔ یہ وقت ٹائم پر سیٹ کر دیا گیا ہے۔ یہ ٹیپ آپ تک پہنچنے کے فوراً بعد ٹائمر کو ایکٹی ویٹ کر دیا جائے گا۔ نو بج کر ایک منٹ! میں ایک فون کال کروں گا۔ اگر مجھے پتا چلا کہ آپ نے میری ہدایت پر پوری طرح عمل کیا ہے تو میں ٹائمر کو آف کر دوں گا۔ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا...... اور اگر آپ نے مجھے بم کو سالٹ لیک سٹی لے جانے سے روکنے کی کوشش کی تو پھر آپ جانیں۔ نتائج کے ذمے دار بھی آپ ہی ہوں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ ایک بم میں اڑا چکا ہوں۔ دوسرا بم اڑانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اور پھر......''

بیرڈ پر لرزہ چڑھنے لگا۔ وکٹر نے اس کے بعد ایٹمی تباہی کے متعدد مناظر ویڈیو

ٹیپ پر ریکارڈ کیے تھے۔ وہ فلموں کے مناظر تھے...... عمارتوں' بحری جہازوں' درختوں اور ٹینکوں کی تباہی کے مناظر' ہر طرف آگ ہی آگ ...... پھر گوڈزیلا فلم کے مناظر' جن میں گوڈزیلا شہر کو روند رہا تھا۔

بیئرڈ نے منہ پھیر لیا۔ وہ یہ سب کچھ دوبارہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

جنرل جیف کا بھی یہی حال تھا۔ ''بس...... روک دو اسے۔'' اس نے حکم دیا۔

ٹیپ اسٹاپ کر دیا گیا۔ اب کمرے میں موجود لوگ اپنی نشستوں پر پہلو بدل رہے تھے۔ بالآخر بیئرڈ نے خاموشی توڑی۔ ''میرے خیال میں پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اتنی دیر میں اس رقم کا بندوبست کیا جا سکتا ہے؟'' اس نے کہا۔

''ہاں کیا جا سکتا ہے؟'' جنرل جیف نے جواب دیا۔

جنرل کریلے نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ ''لیکن ہم ایسا کریں گے نہیں۔ میرا خیال ہے' میں اس وقت اس کمرے میں موجود لوگوں کی اکثریت کی ترجمانی کر رہا ہوں۔ ہم سب اس پر متفق ہیں کہ ہم دہشت گردوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈال سکتے۔ دہشت گرد غیر ملکی ہوں یا ہمارے ''اپنے'' یہ ہمارے لیے ممکن نہیں۔''

''اور سالٹ لیک سٹی کے شہریوں کی ترجمانی کون کرے گا؟'' جنرل جیف نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''ہم۔'' جنرل کریلے نے سینہ تان کر کہا۔ ''ان کو یہ صورت حال بتائی جائے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ نہیں...... ہم دہشت گردوں کے سامنے نہیں جھکیں گے۔''

''ان سے پھر کسی وقت پوچھ لینا۔'' بیئرڈ نے کہا۔ ''میرا خیال ہے' تمہیں بالکل مختلف جواب ملے گا لیکن اس وقت ہمارے پاس اتنی مہلت نہیں ہے کہ ان سے پوچھ سکیں۔''

''میں نہیں مانتا۔ میں گولیوں کی بوچھاڑ میں' محاذ پر توپ خانے کے مقابلے میں لڑا ہوں۔ تم لڑے ہو؟'' کریلے کے لہجے میں تضحیک تھی۔ ''تم کیا ہو...... بین الاقوامی

تعلقات کے مضمون میں پی ایچ ڈی۔''

''ارے...... ارے......'' شینڈر نے انگلیوں سے میز کو بجاتے ہوئے مداخلت کی۔

''ذاتیات پر گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔'' جنرل جیف نے تنبیہی لہجے میں کہا۔

''سوری سر۔'' کریلے نے کہا لیکن اس کے لہجے میں شرمندگی ذرا بھی نہیں تھی۔ ''میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ محاذ پر جہاں میری اپنی زندگی کو خطرہ لاحق تھا' وہاں بھی میری سوچ یہی تھی۔ میرا عزم متزلزل نہیں ہوا۔''

''میں بھی یہی کہہ رہا ہوں۔'' بیئرڈ بولا۔ ''اگر ہم اس کمرے میں ہوتا تو میں بلا جھجک وکٹر ڈکسن سے کہتا...... جہنم میں جاؤ' جو جی چاہے کرو' تمہیں ایک سینٹ بھی نہیں ملے گا لیکن یہ معاملہ بے قصور لوگوں کی زندگی اور موت کا ہے جو بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ ان کی حکومت ان کے تحفظ کی ذمے دار ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ انہیں شطرنج کی بساط پر پیدل کی طرح کٹوا دیا جائے۔

کریلے کا منہ بن گیا۔ ''یہ کمرا دہشت گردی کے خلاف لڑنے والوں سے بھرا ہوا ہے۔ ان سے پوچھو' یہ کیا کہتے ہیں۔ یہ یہی کہیں گے کہ دہشت گردی کے سامنے جھک کر تم ہمیشہ کے لئے ایک بہت بری مثال قائم کرو گے۔''

''کیسی مثال؟ وکٹر نے اس پہلو پر بھی سوچا تھا۔ اس نے ترکیب بتائی بھی ہے۔ کسی کو پتا نہیں چلے گا۔'' بیئرڈ نے دلیل دی۔

''بکواس ہے۔ رقم وصول کرنے کے بعد میں وہ دنیا بھر میں گاتا پھرے گا۔ وہ اس پر کتاب لکھے گا۔ کچھ نہیں معلوم کہ وہ کیا کرے اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اور لوگوں کے دماغوں میں بھی یہ خناس جاگے گا۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ وکٹر ڈکسن ایٹمی دہشت گردی کا معلم بن جائے۔ مناسب معاوضہ لے کر بدمعاشوں کو تکنیکی رہنمائی فراہم کرے۔ اس طرح تو پورا امریکہ یرغمال بن جائے گا۔''

"میرا خیال ہے، تم زور بیان میں حد سے گزر رہے ہو۔ وہ صرف امیر بن کر یہاں سے نکل جانا چاہتا ہے۔" بیئرڈ نے کہا۔

"نہیں میں جانتا ہوں کہ ہر پائلٹ کے اندر سنسنی اور ہیجان کی طلب ہوتی ہے۔ یہ شخص ذہنی مریض ہے، نیم پاگل ہے۔ یہ اتنی آسانی سے نہیں جائے گا۔" کریلے نے کہا۔ پھر وہ جنرل جیف کی طرف مڑا۔ "سر...... یہ وکٹر میرا آدمی ہے...... میرا ہوا باز۔ اس سے مجھے نمٹنے دیں۔ دس منٹ کے اندر میں سالٹ لیک سٹی سے ہر طرف پچاس میل باہر انسانوں اور مشینوں کی ایسی دیوار کھڑی کر دوں گا کہ مکھی بھی اسے پار کر کے اندر نہیں جا سکے گی۔"

"لیکن اس نے کہا ہے کہ ہم نے اسے روکنے کی کوشش کی تو وہ بم اڑا دے گا۔" بیئرڈ نے اعتراض کیا۔

"ہاں۔ اس نے یہ کہا ہے۔" کریلے نے بگڑ کر کہا۔ "تو اور تم کیا توقع کرتے ہو اس سے۔ اب یہ تو ممکن نہیں کہ وہ وہاں پہنچ چکا ہو۔ بم اس کے ہاتھ لگے بہت دیر نہیں ہوئی۔ وہ دھمکی تو دے گا۔ ورنہ کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔"

"اور ہمیں یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہیں کہ بم واقعتاً اس کے قبضے میں ہے۔" شینڈر نے نکتہ اٹھایا۔ "یہ ویڈیو ٹیپ میکمران کے زیر زمین دھماکے سے پہلے ریکارڈ کیا گیا تھا۔ یہ عین ممکن ہے کہ اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ ہو اور وہ خالی خولی دھمکیاں دے رہا ہو۔"

"یہ خالی خولی دھمکی بھی نہایت گرم ہے۔" بیئرڈ نے کہا۔ "اس کا درجہ حرارت ممکنہ طور پر ایک کروڑ اسی لاکھ درجے فارن ہائٹ ہے۔"

"میں مسٹر بیئرڈ سے متفق ہوں۔" جنرل جیف نے کہا۔ "یہ امکان بھی بہت خوف ناک ہے۔ ممکن ہے، اس کے پاس بم موجود ہو۔ وہ اسے اڑانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اور اگر اس نے بم اڑا دیا تو؟"

"لوگ ہمارے بارے میں ہمدردی سے سوچیں گے۔ وہ ہمیں ہمارے حوصلے اور

ثابت قدمی پر سراہیں گے۔"

"مجھے ان سب باتوں کی پروا نہیں۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔" جنرل جیف نے کہا۔ "میں تو بہت بڑی تعداد میں لوگوں کی موت کے تصور سے پریشان ہوں۔ ان میں سے بہت سے فوری طور پر مریں گے اور بہت سے آہستہ آہستہ سسک سسک کر اور موت سب کی نہایت اذیت ناک ہوگی۔"

بیئرڈ نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ "اسے خوش قسمتی کہیں یا بدقسمتی سمجھیں۔ فیصلہ کرنے کا حق ہمیں نہیں۔ ہمیں جناب صدر کو مطلع کرنا ہے۔"

"ہاں...... لیکن اپنی سفارشات اور تجاویز کے ساتھ۔"

"درست۔" بیئرڈ نے کہا۔ "اور مسٹر چیئرمین، میری تجویز ہے کہ ہم جناب صدر کے فیصلے تک وکٹر ڈکسن کی ہدایات پر عمل کریں۔"

جنرل جیف چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو اور اپنے مہمانوں کے چہروں کے تاثرات سے مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ بھی تم سے غیر متفق نہیں ہیں۔" اس نے خاص طور پر جنرل کریلے اور شینڈر کی طرف دیکھا۔

ایجنسیوں کے نمائندوں نے اختلاف نہیں کیا۔ تاہم کریلے کے ہونٹ بھنچ گئے۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے پیٹ پر باندھتے ہوئے کہا۔ "اور جناب صدر کی مقبولیت کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں؟"

"کیا مطلب؟" بیئرڈ نے حیرت سے کہا۔

"صدر کی مقبولیت کا موجودہ گراف 47 فیصد ہے۔" کریلے نے کہا۔ "دہشت گردی کے سامنے نہ جھکنے کے نتیجے میں ان کی مقبولیت میں دس سے پندرہ پوائنٹ تک اضافہ ہوگا۔"

"اور ایک پورے شہر کی آبادی کو ختم کرانے کے فیصلے پر مقبولیت میں کتنی کمی ہوگی؟" بیئرڈ نے بدمزگی سے پوچھا۔

"سچی بات یہ ہے کہ لوگ بحران کے عرصے میں اپنے سربراہ سے اور قریب ہو جاتے ہیں۔ اس سے ان کی مقبولیت میں اور اضافہ ہوگا۔ میں نے کہا نا کہ لوگ ہمیں ہمارے حوصلے، ثابت قدمی اور درست فیصلہ کرنے پر سراہیں گے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو جنرل۔ ابھی کچھ دیر پہلے تم نے مجھ پر میری بین الاقوامی تعلقات کے مضمون میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حوالے سے طنز کیا تھا۔ اس سے بھی پہلے تم اپنے ہوا بازوں کے انتخاب اور ان کی حب الوطنی پر ناز کر رہے تھے۔ یہ سب تمہاری بیمار ذہنیت اور خود پسندی کی دلیل ہے۔ عام لوگ تمہارے اس فیصلے کو کہ تم نے ایک پورے جیتے جاگتے شہر کے معصوم شہریوں کو اپنی انا اور ضد کی بھینٹ چڑھا دیا، حوصلہ، بہادری اور ثابت قدمی ہرگز قرار نہیں دیں گے۔ وہ اسے بے رحمی اور انسان دشمنی قرار دیں گے۔ یہ واقعہ رونما ہو گیا تو پورے امریکا کے شہری وہ سوالات اٹھائیں گے، جو اب تک اٹھائے نہیں گئے لیکن ذہنوں میں موجود ہیں۔ وہ یہ پوچھیں گے کہ تم جیسے لوگ ان کے خون پسینے سے کمائے ہوئے کھربوں ڈالر سالانہ خرچ کر کے ان ہتھیاروں کے ڈھیر کیوں لگا رہے ہیں۔ جن کو استعمال کر کے اس وقت بھی پوری دنیا کو سو بار تباہ کیا جا سکتا ہے۔ پوری دنیا کے لئے کتنے ایٹم بم کافی ہیں؟ سو...... پانچ سو...... ہزار؟ تو پھر اتنے زیادہ بم بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور بم اب بھی بنائے جا رہے ہیں اور یہ کیسی غیر ذمے داری ہے کہ کروڑوں انسانوں کو اذیت ناک موت مارنے والا بم ایک پائلٹ کو سونپ دیا جاتا ہے۔ یہ حوصلہ اور بہادری نہیں، یہ تو دیوانگی ہے، جنون ہے۔ شکر کرو کہ وکٹر ڈکسن نے تم سے صرف 50 ملین ڈالر طلب کیے ہیں۔ وہ ان بموں کو تمہارے کسی بھی شہر پر گرا سکتا تھا۔ ایسا ہوتا تو لوگ تمہیں داد دیتے، تمہارے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالتے۔ کیونکہ تم انسان نہیں، ایٹمی ہتھیاروں کا نصیب، ان کی خوراک سمجھتے ہو۔ لاکھوں انسانوں کی زندگی اور موت کے معاملے کو تم اپنی انا کا مسئلہ بناتے ہو۔ یہ حساب لگاتے ہو کہ اس کی موت سے صدر کی مقبولیت میں کتنا اضافہ ہوگا۔ یہ تو کھلی درندگی ہے۔ اپنے عوام کے معاملے

میں تم اتنے سرد مہر ہو تو امریکیوں کے علاوہ جو دوسرے انسان دنیا میں بستے ہیں، انہیں تو تم کیڑے مکوڑوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے ہو گے۔ وہ پائلٹ جو اس بم کے سہارے ایک پورے شہر کو یرغمال بنا کر تاوان طلب کر رہا ہے، وہ بھی تمہارا ہی انتخاب ہے۔ تم اکیلے ہی بیٹھ کر سوچو جنرل کہ تم کون ہو، کیا چیز ہو، جو فیصلہ تم نے ہمیں یہاں بیٹھ کر سنایا ہے، وہ سالٹ لیک سٹی میں موجود رہ کر سناتے تو پھر بھی کچھ اچھا لگتا۔ اگرچہ میں اسے اس وقت بھی غیر انسانی ہی قرار دیتا۔"

بیئرڈ یوں اچانک پھٹ پڑا تھا اور اس کی ہر بات معقول تھی۔ کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ سر صرف تائید میں ہل رہے تھے لیکن جنرل کریلے کے چہرے پر اب بھی چٹانوں جیسی سختی تھی۔ "میں اب بھی یہی کہوں گا کہ تمہاری جذباتیت بے سود ہے۔ اپنے دفاع کے لئے ہتھیار بنانا ضروری ہے۔"

"پوہ۔" بیئرڈ نے نفرت سے کہا۔ "یہ ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور کیمیاوی بم، بیماریاں پھیلانے والے بم...... یہ سب دفاع کے لئے ہیں؟ لعنت ہے۔ ان سے تم صرف تباہی مچا سکتے ہو۔ اپنے کسی شہر کا دفاع نہیں کر سکتے۔"

"بہرکیف میرا کہنا یہی ہے کہ آپ سب لوگ غلط فیصلہ کر رہے ہیں۔" جنرل کریلے نے ہٹ دھرمی سے کہا۔ "اور سچی بات یہ کہ میں نہیں سمجھتا کہ جناب صدر آپ لوگوں کے اس مشورے کو قبول کریں گے۔ وہ اسے مسترد کر دیں گے اور وہ فیصلہ کریں گے، جو میں نے تجویز کیا ہے۔"

بیئرڈ نے گہری سانس لی اور فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "بہت خوب ابھی دیکھ لیتے ہیں۔" اس نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

✳ ✳ ✳

علی کو کسی حد تک تو مطمئن ہونا چاہئے تھا۔ پہلی بار صورت حال کچھ بہتر ہوئی تھی۔ لیکن وہ نہ خوش تھا نہ مطمئن۔ اس نے اس واحد شخص کو مایوسی دی تھی، جو اس کے شانہ بہ

شانہ ہر سختی سے گزرا تھا۔ بلکہ جس نے اس کی مدد بھی کی تھی اور راستہ بھی دکھایا تھا۔ ورنہ تو سب کچھ بہت پہلے ہی ختم ہو چکا ہوتا۔ نجانے لزا کہاں تھی اور کس حال میں تھی۔ اس کا خیال اس کے دل کا بوجھ بن گیا تھا۔

کشتی کے جانے کے بعد وہ کنارے پر پہنچا تھا۔ پھر وہ کنارے کے ساتھ ساتھ اس امید پر بھاگتا رہا تھا کہ شاید اسے کوئی کار' کوئی بوٹ یا کوئی سائیکل ہی مل جائے۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ بھاگتے بھاگتے اس کی ٹانگیں شل ہو گئیں اور سینہ دکھنے لگا۔

بالآخر وہ ایک میرینا تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا' جہاں سے ہاؤس بوٹس کرائے پر دی جاتی تھیں۔ اس کے باہر لگا ہوا نیلے رنگ کا سائن بورڈ دیکھ کر وہ پہلی بار خوش ہوا۔ بورڈ پر سفید حروف میں 'ٹیلی فون' لکھا ہوا تھا۔

چالیس منٹ بعد میرینا کے قریب چھ فوجی ہیلی کاپٹر لینڈ کر رہے تھے۔ پہلے ہیلی کاپٹر سے دو افراد چھلانگ لگا کر اترے اور علی کی طرف لپکے۔

''کیپٹن علی جمال؟'' کرنل ولکنس نے پہنچتے ہی سوال کیا۔

''یس کرنل۔'' علی نے اسے سیلوٹ کیا۔

''کیپٹن...... یہ ہیں مسٹر جائلز پرینٹس۔'' ولکنس نے تعارف کرایا۔ ''صدر صاحب کے اسسٹنٹ چیف آف اسٹاف۔''

علی جائلز کی طرف متوجہ ہوا۔ ولکنس کو اس نے دیکھتے ہی پسند کیا تھا لیکن اس لڑکے نما مرد کو دیکھ کر اس کے دل میں ناپسندیدگی ابھری تھی۔

علی کی آنکھیں جو کچھ کہہ رہی تھیں' اسے سمجھنا جائلز کے لئے دشوار نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے کیپٹن علی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن کہا کچھ نہیں۔

''تمہاری کال ہمارے لیے باعث حیرت تھی۔'' ولکنس نے کہا۔ جائلز کے لئے علی کی ناپسندیدگی اس پر بھی واضح ہو گئی تھی۔ ''کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ تم غدار ہو...... اور اس خیانت کے منصوبہ ساز۔''

علی اب بھی جائلز کو دیکھے جا رہا تھا۔ ''یہ کسی ایسے شخص کا خیال تو نہیں' جسے ہم جانتے ہوں۔''

جائلز نے منہ پھیر لیا۔

''بہرحال' میں تو ان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اتنا سمارٹ سمجھا۔''

''اسمارٹ؟'' ولکنس نے نفرت سے کہا۔ ''تمہارے خیال میں وکٹر ڈکسن نے اس طرح خود کو اسمارٹ ثابت کیا ہے؟''

''بیمار ذہنیت کو خوبی سمجھا جائے تو وہ اسمارٹ ہی کہلائے گا۔''

''میں تو اسے شیطنت کہوں گا...... پرلے درجے کا گھٹیا پن۔''

''اس کشتی کا کچھ پتا چلا؟'' علی نے موضوع گفتگو تبدیل کیا۔

''وہ جھیل کے اس پار کھڑی ملی ہے۔'' کرنل نے کہا۔ ''کنارے سے جہاں تک کچا راستہ تھا' ایک بھاری ٹرک یا ٹرالر کے پہیوں کے نشانات ملے ہیں۔ پکی سڑک پر پہنچ کر وہ غائب ہو گئے۔''

''اور میری رینجر ساتھی؟''

''سوری وہ کہیں نہیں ملی۔''

علی کی نظریں جھک گئیں۔ ''تب تو ہم وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اسکینر تو آپ کے پاس موجود ہے۔ سگنلز کے ذریعے انہیں تلاش کرنے کی کوشش کریں نا۔''

ولکنس اور جائلز کے درمیان نگاہوں کا تبادلہ ہوا۔ ''دراصل کیپٹن ہمارا تعلق بم تلاش کرنے اور اسے ضائع کرنے والی ٹیم سے نہیں ہے۔ ہم تینوں کو تو میکران واپس پہنچنا ہے۔''

''کیا؟ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' علی نے تند لہجے میں کہا۔

''ہمیں تم سے کچھ اہم سوال پوچھنے ہیں۔'' جائلز بولا۔

''اے مسٹر...... یہ تو بتاؤ' تم ہو کیا بلا؟''

"کرنل نے تمہیں بتایا تو ہے۔"

"میرا مطلب ہے، تم کون ہوتے ہو مجھ سے پوچھ گچھ کرنے والے۔" علی جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھا۔ "میرا اس معاملے سے اس کے سوا کوئی تعلق نہیں کہ میں وکٹر ڈکسن کے ساتھ اس جہاز میں تھا۔ میں ہی اس کے راستے کی رکاوٹ تھا۔ فضا میں بھی، زمین پر بھی اور پانی میں بھی۔ میں نے اسے روکنے کے لئے بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ میں احمقانہ سوال جواب میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ وہ شیطان ایک ایٹم بم لیے کھلا پھر رہا ہے۔ مجھے اس کو روکنا ہے۔ یہ میری ذمے داری ہے۔"

جائلز کو غصہ آ گیا۔ "کیپٹن علی، تم چاہو تو ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔ ورنہ۔" اس نے انگوٹھے سے عقب کی سمت اشارہ کیا۔ "...... تمہیں ان کے ساتھ جانا ہوگا۔"

علی نے اشارے کی سمت دیکھا۔ وہ ان کے قریب ترین لینڈ کرنے والا ہیلی کاپٹر تھا۔ اس میں سے ملٹری پولیس کے چار آدمی اتر کے چوکنا انداز میں کھڑے تھے۔ اس نے جائلز کو نفرت سے دیکھا۔ اس کی اپنی یونیفارم پر سلوٹوں کا جال تھا۔ کیچڑ، پانی، گرد اور پسینے نے اس کا برا حال کر دیا تھا۔ مگر وہ سمجھتا تھا کہ اس بیوروکریٹ کے مقابلے میں وہ اس عالم میں بھی کہیں زیادہ پاک اور صاف ستھرا ہے۔

وہ ولکنس کی طرف مڑا۔ "کرنل، میں وہ ہوں، جس نے خود تم سے رابطہ کیا ہے۔ اگر میں ملوث ہوتا تو ایسا کیوں کرتا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" ولکنس نے جھنجھلا کر کہا۔ "میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ کچھ لوگ تمہیں غدار سمجھتے ہیں۔ اب بھی سمجھتے ہیں...... تمہارے رابطہ کرنے کے بعد بھی۔ مجھے افسوس ہے کیپٹن۔ یو آر انڈر اریسٹ۔"

"اریسٹ؟"

"یہ درست ہے۔" جائلز نے کہا۔

علی نے اسے نظر انداز کر دیا۔ نظر انداز نہ کرتا تو قتل کر ڈالتا۔ وہ اب بھی ولکنس کو

دیکھ رہا تھا۔ "کرنل...... میری ساتھی رینجر کو تلاش کریں۔ پھر میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ دیکھیں...... اگر وہ آپ کے محکمے کی ہوتی تو آپ ہر قیمت پر اسے تلاش کرتے۔"

ولکنس نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔ "کیپٹن علی، صدر صاحب نے وکٹر کے مطالبے کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ پندرہ منٹ کے اندر یہاں بیس ہزار فوجی ہوں گے۔ ہمیں ہر قیمت پر وکٹر ڈکسن کو روکنا ہے۔"

"آپ وکٹر کو روکیں گے تو لزا یقیناً ماری جائے گی۔"

"ہمارے پاس ایسے نشانہ باز ہیں جو سوئی پر نشانہ لگا سکتے ہیں۔"

"شرط یہ ہے کہ وکٹر آپ کو ملے بھی۔ نظر تو آئے۔"

ولکنس اسے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔ علی بہ اکراہ ہیلی کاپٹر کی طرف چل دیا۔ کرنل اس کے اور جائلز کے درمیان چل رہا تھا۔

"سر...... میرا خیال ہے، کوئی بھی حقیقی صورت حال کو نہیں سمجھ پا رہا ہے۔" علی نے کہا۔

"تم تو سمجھ رہے ہو نا۔"

"صرف اس لیے کرنل کہ میں برسوں سے اس باسٹرڈ کے ساتھ پرواز کر رہا ہوں۔ وک ہر پہلو پر غور کر چکا ہوگا۔ اس کا منصوبہ مکمل ہے۔ آپ نے اس سے ٹکرانے کی کوشش کی تو یہ طے ہے کہ وہ بم کو اڑا دے گا۔ ہزاروں افراد کے ساتھ وہ رینجر لڑکی بھی ماری جائے گی۔"

"ہم ایسا نہیں سمجھتے۔" کرنل نے کہا۔

"آپ خوب سمجھتے ہیں۔ اس سے بری بات یہ ہے کہ آپ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں۔"

"کیپٹن......" کرنل ولکنس کے لہجے میں احتجاج تھا۔

"چلیں میں مان لیتا ہوں کہ آپ کو پروا ہے اور شاید اس لیے آپ یہاں اپنی

موجودگی پر ناخوش ہیں۔ ہے نا؟''

ولکنس نظریں چرانے لگا۔

علی چند قدم آگے بڑھا۔ پھر اس نے پلٹ کر کرنل کا سامنا کیا۔ ''اگر میں غلط کہہ رہا ہوں کرنل تو بے شک مجھے ٹوک دیجئے گا۔'' علی نے کہا۔ ''فرض کریں کہ آپ وک سے کسی ایسے علاقے میں ٹکراتے ہیں' جہاں آبادی بہت کم ہے۔ اب بم پھٹتا ہے تو صرف وہ معمولی سی آبادی تو ختم نہیں ہوگی۔ ہوا کا رخ جس طرف ہوگا' وہ تابکاری کو لے کر وہاں پہنچے گی۔ کتنی تباہی ہوگی۔ صرف اس لیے کہ ہم دہشت گردی کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہونا چاہتے ہیں۔''

''حکومت امریکا کے لئے اپنے شہریوں کی جان کا زیاں قابل قبول نہیں ہے۔''

''لیکن وہ اپنے شہریوں کی جان کے زیاں کو ناگزیر سمجھ کر قبول تو کر رہی ہے۔''

علی نے کہا ''سر .... جو صورت حال ہے' اسے آپ بھی سمجھتے ہیں اور میں بھی سمجھتا ہوں۔ جہاں یرغمالیوں کا معاملہ ہو' وہاں دس فیصد جانی نقصان کے ساتھ آپریشن کو کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ سالٹ لیک سٹی کی آبادی دس لاکھ سے اوپر ہے۔ اب حساب آپ لگالیں۔ ایک لاکھ اموات پر بات ٹلتی ہے تو آپریشن کامیاب کہلائے گا۔''

''کیپٹن پلیز .... ہیلی کاپٹر میں بیٹھو۔'' جائلز نے مداخلت کی۔

علی نے سخت نظروں سے اسے دیکھا۔ ''تم سویلین ہو۔ شاید یہ تمہارے لیے قابل قبول ہے۔'' وہ ولکنس کی طرف متوجہ ہوا۔ ''لیکن ہم فوجی افسر ہیں کرنل۔ ہم نے ایک حلف اٹھایا تھا۔ یہ ہتھیار بھی ہماری ذمے داری میں ہیں اور عوام کی حفاظت بھی۔ اب آپ مجھے ہزار سال کے لئے کسی جیل میں بھیج دیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن سر' میں ایک ملٹری آفیسر دوسرے آفیسر سے کہہ رہا ہوں کہ اس معاملے کو احسن اختتام تک پہنچانا ہماری ذمے داری ہے۔''

ولکنس اور علی ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ علی محسوس کر رہا تھا

کہ اس نے ولکنس کو بہر حال کسی حد تک متاثر ضرور کیا ہے۔

''سر .... میں آپ سے صرف ایک موقع مانگ رہا ہوں .... جو کچھ میں نے شروع کیا ہے' اسے اختتام تک پہنچانے کا۔ مجھے دو گھنٹے دیں۔ میرے ساتھ چلیں آپ تو مرد میدان ....''

''میں ایسا نہیں کر سکتا۔'' کرنل نے کہا۔ ''ڈیڈ لائن صبح نو بجے کی ہے۔ دو گھنٹے کی تو مہلت بھی نہیں ہے ہمارے پاس۔''

''تو مجھے ایک گھنٹا دیں۔ میں اتنی دیر میں یہ معاملہ نمٹا سکتا ہوں۔''

''یہ معاملہ ماہرین کے ہاتھوں میں ہے۔'' جائلز نے سرد لہجے میں کہا۔ ''وہ اسے ایک کیپٹن کے سپرد نہیں کر سکتے .... اور وہ بھی ایک مشتبہ کیپٹن کے' جو مسلمان ہے۔ جس کا باپ پاکستانی ہے اور جو بہر حال ایک غدار کا پارٹنر بھی رہا ہے۔ کون جانے' تم اور وک مل کر کام کر رہے ہو۔''

''ہونا تو یہ چاہئے کہ اس کے جواب میں' میں گھونسہ مار کر تمہارے تمام دانت توڑ دوں ....'' علی غرایا۔

''تم ایسا نہیں کرو گے کیپٹن۔'' کرنل ولکنس جلدی سے بیچ میں آ گیا۔ ''مجھے حکم ملا ہے کہ تمہیں میکران واپس لاؤں۔ تم حکم کی اہمیت تو سمجھتے ہو نا کیپٹن؟''

''یس سر۔'' علی نے سوگوار لہجے میں کہا۔

''گڈ۔'' ولکنس نے کہا۔ ''کیونکہ ہم ان کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں۔''

''سمجھا نہیں سر؟''

''تم بہرے ہو گیا؟''

''جی سر۔ میرا مطلب ہے شکریہ سر۔''

ولکنس جائلز کی طرف متوجہ ہوا۔ ''تمہیں کوئی اعتراض ہے مسٹر جائلز؟''

''ہو بھی تو کیا فرق پڑے گا۔'' اب سوگواری جائلز کے لہجے میں در آئی تھی۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

جائلز نے کندھے جھٹک دیے۔"مجھے کوئی اعتراض نہیں کرنل۔"

وہ تینوں ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑ رہے تھے۔جائلز نے علی سے کہا۔"میں تم سے شرمندہ ہوں۔مجھے معاف کردو۔"

"تنگ نظری اور تعصب کو اپنے اندر سے مٹادو۔پھر سمجھ لو کہ میں نے تمہیں معاف کردیا۔"علی مسکرایا۔

***

وکٹر ڈکسن ایٹم بم کے پاس کھڑا تھا۔ٹرک سنسان ہائی وے پر گویا اڑ رہا تھا لیکن میکس بم سے ٹائمر منسلک کرنے میں مصروف تھا۔

ٹائمر منسلک کرنے کے بعد وہ اس میں نمبر فیڈ کرنے لگا۔اس کے بال بار بار آنکھوں کے سامنے آرہے تھے۔وکٹر کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کام کیسے کررہا ہے۔اس کے حساب سے تو اسے کچھ نظر ہی نہیں آنا چاہئے تھا۔

اچانک ایک شکاری پرندے کی چیخ سنائی دی...... اور پھر پروں کی پھڑپھڑاہٹ۔میکس اچھل پڑا۔"کرنل...... ایک بات بتاؤں۔"اس نے کہا۔"میں صاف ستھرے اور پرسکون ماحول میں کام کرنے کا عادی ہوں۔چڑیا گھر میں کام کرنے کا میرا کوئی تجربہ نہیں۔"

"جو رقم میں تمہیں ادا کررہا ہوں، اس کے لیے تو تم قحبہ خانے میں بیٹھ کر بھی کام کرسکتے ہو۔یہ بے چارے تو معصوم پرندے ہیں۔"

"اب کیا کروں۔کرنا تو ہے۔"

وکٹر نے ٹرک کی چھت کے کینوس کو دیکھا اور اسے رِنگ میں کینوس کے فرش کا خیال آیا۔لگتا تھا، زندگی کا دائرہ مکمل ہورہا ہے۔رِنگ کا کینوس پیروں کے نیچے ہوتا تھا۔وہ اس کے لئے جہنم کے باورچی خانے کی اور غربت کے دنوں کی علامت تھا۔جبکہ یہ ٹرک

کا کینوس اس کے سر پر سایہ فگن تھا۔یہ اس دولت کی علامت تھا، جو اس پر برسنے والی تھی۔

"پرندے اڑ رہے ہیں۔خوف زدہ ہوکر چیخ رہے ہیں۔ان کی یہ چیخیں، پروں کی پھڑپھڑاہٹ ہمیں روحانی طور پر اس واقعے کے لئے تیار کررہی ہے، جو رونما ہونے والا ہے۔"

"تمہارے اندر تو کسی شاعر کی روح چھپی ہے۔"میکس نے حیرت سے کہا۔

"وہ تو ہے۔"

"تم نو بج کے پانچ منٹ کا وقت سیٹ کرانا چاہتے ہو؟"

وکٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

میکس نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔"صرف 23 منٹ باقی ہیں اس وقت کے آنے میں تم کوئی گنجائش نہیں رکھنا چاہتے؟"

"اس کی ضرورت نہیں۔میں نے واشنگٹن والوں سے جو وعدہ کیا ہے، اسے پورا بھی کرنا ہے۔میں انہیں مایوس نہیں کرنا چاہتا۔"

میکس نے ٹائمر سیٹ کیا اور سیدھا کھڑا ہوگیا۔"اب تو کھڑا ہونا بھی آسان نہیں رہا۔"

"تمہیں تھراپی کی ضرورت ہے۔کرالینا۔"اس نے کہا اور ٹرک کے اگلے حصے کی طرف بڑھا۔میں شیپرڈ کے پاس جارہا ہوں تم یہیں ٹھہرو۔"

"کس لیے؟"

"دیکھتے رہو۔"

"کیا دیکھوں؟"

"مرغیاں۔"وکٹر مسکرایا۔"ہوسکتا ہے، ناشتے میں پرندے ہی کام آئیں۔"

***

بلیک ہاک شمال کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ کیپٹن میری ڈووینک متلاشی نظروں سے نیچے دیکھ رہی تھی۔ اب تک اسے پرندوں' درختوں اور چٹانوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیا تھا۔ جبکہ وہ اس سے ہٹ کر کچھ دیکھنا چاہتی تھی۔

اچانک پائلٹ کے پہلو میں رکھا ڈیٹیکٹر بیپ کرنے لگا۔ اس کی جلنے بجھنے کی رفتار بتدریج تیز ہو رہی تھی۔ اس کے ٹاپ پر جو اسکرین تھا' اس پر تیر کا نشان شمال مغرب کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

''وہ دیکھو...... ادھر......'' میری نے ٹرک کی طرف اشارہ کیا' جس کے پہلو پر 'راڈرک اینڈ سنز' تحریر تھا۔

ہیلی کاپٹر ٹرک کی طرف جھپٹا۔

''یہی معلوم ہوتا ہے۔'' میری نے کہا۔ ''یہاں اور کچھ تو نظر ہی نہیں آ رہا ہے۔''

بلیک ہاک اب درختوں کے اوپر نیچی اور سیدھی پرواز کر رہا تھا۔ فاصلہ جیسے جیسے کم ہو رہا تھا ڈیٹیکٹر کا سگنل تیز ہوتا جا رہا تھا۔

بلیک ہاک نے فائرنگ کی۔ کینوس کے ٹاپ میں سوراخ ہو گئے۔ گولیاں ٹرک کی سائیڈ سے ٹکرائیں۔ تو پسنجر سائیڈ کا شیشہ ٹوٹ گیا۔ ٹرک ادھر ادھر ڈگمگایا۔ ڈرائیور نے تیزی سے اسے سنبھالا اور ساتھ ہی ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔

''تم ہیلی کاپٹر سے نہیں جیت سکتے۔'' میری بڑبڑائی۔ ''ہیلی کاپٹر کو ٹرک سے آگے لو اور پھر اس کی طرف موڑو۔'' اس نے پائلٹ کو ہدایت دی۔

بلیک ہاک کی دم اٹھی' وہ آگے کی طرف جھپٹا۔ کوئی چوتھائی میل آگے جانے کے بعد وہ پلٹا۔ اب وہ سڑک سے دس فٹ کی بلندی پر تھا۔

''اسے روکو۔'' میری نے پائلٹ سے کہا۔

بلیک ہاک کی سائیڈ گن سے فائرنگ ہوئی۔ ڈرائیور کی سائیڈ کا ٹائر پھٹ گیا۔

ٹرک سائیڈ کی طرف جھکا' سڑک سے اترا اور ایک گڑھے میں جا پھنسا۔ گھومتا ہوا پہیہ گرد

اڑا رہا تھا۔

ڈرائیور ٹرک سے اترا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ ''مجھے معاف کر دو انکل...... خدا کے لئے۔'' وہ اوپر منہ کر کے چلایا۔

''ہاتھ اور اوپر اٹھاؤ۔'' میری نے اپنے ہاتھ کی گن سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اور ٹرک سے دور ہٹ جاؤ۔''

''جو حکم جناب کا میں تو اس وقت غلام ہوں آپ کا۔'' ڈرائیور ہاتھ پوری طرح اوپر اٹھائے ہوئے ٹرک سے دور ہٹنے لگا۔ ''ویسے یہ سب کیا ہے۔ تم لوگ غیر ملکی ہو؟ تم نے اس علاقے کو فتح کر لیا ہے؟ یا پھر یہ کوئی جنگی مشن ہے؟ کچھ بھی ہو' مجھے کیا میں تو پوری طرح حاضر ہوں۔ قیدی ہوں تمہارا' جو پوچھو گے بتاؤں گا۔''

''بس جہاں ہو' وہیں کھڑے رہو۔'' میری نے ہیلی کاپٹر سے اترتے ہوئے کہا۔ کو پائلٹ ٹرک کے پچھلے حصے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

پائلٹ نے ٹرک کے کینوس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میری کا شارہ پاتے ہی کو پائلٹ نے کینوس کو ایک طرف کھینچا اور ساتھ ہی اپنی گن کا رخ ٹرک کے ڈرائیور کی طرف کر دیا۔ دوسری طرف میری نے اپنی گن کا رخ ڈرائیور کو چھوڑ کر ٹرک کے عقبی حصے کی طرف کر دیا۔ وہ اسے کور کرنے کی بہتر پوزیشن میں تھی۔

ٹرک کے عقبی حصے میں چند کنستروں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ میری کی نگاہوں سے استعجاب جھلکنے لگا۔

''ان پر کیا لکھا ہے؟'' میری نے کو پائلٹ سے پوچھا۔

کو پائلٹ نے اندر منہ کر کے دیکھا۔ ''ریڈیو ایکٹو فضلہ۔ سینٹ جیوڈز ڈیپارٹمنٹ آف ریڈیالوجی۔'' اس نے پڑھ کر سنایا۔

''اوہ ریڈی ایشن۔'' ڈرائیور نے تاسف سے کہا۔ ''میں دور سے چمکتا دکھائی دے رہا ہوں گا۔''

کیپٹن میری اس کی طرف بڑھی اور اس سے چند قدم کے فاصلے پر رک گئی۔ ڈرائیور کے منہ سے شراب کی بو بھی آ رہی تھی۔ ''تمہیں نہیں معلوم تھا کہ تم کیا سامان لے کر جا رہے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''مجھے کیا پتا مجھے تو ٹرک چلانا ہے۔ پیچھے کچھ بھی ہو۔ میں بہت سوال نہیں پوچھتا۔''

''تمہیں یہ کہاں سے ملا؟ مسٹر راڈرک سے؟''

''مجھے نہیں معلوم' وہ کون ہے۔'' ڈرائیور نے کہا۔ ''میں تو ایک ریسٹورنٹ میں کام کرتا ہوں۔ کام سے فارغ ہوا تھا کہ ایک شخص نے اس ٹرک کو سالٹ لیک سٹی پہنچانے کو کہا۔ سو ڈالر کی آفر تھی...... نقد پیشگی۔ میں کیسے انکار کرتا۔''

''وہ آدمی کون تھا؟''

''میں نہیں جانتا۔ کچھ تمہاری ہی طرح کا آدمی تھا۔ میرا مطلب ہے' فلائٹ سوٹ پہنے تھا لیکن فلائٹ سوٹ بہت گندا ہو رہا تھا۔ البتہ نوٹ کرارے تھے۔''

کیپٹن میری نے ڈرائیور کو دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر بیٹھنے کی ہدایت کی۔ اس نے کو پائلٹ سے کہا کہ وہ اُس کا خیال رکھے۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گئی۔ ریڈیو اب بھی کام نہیں کر رہے تھے۔ اب اسے ٹیلی فون کرنے کی لئے وہیں واپس جانا تھا جہاں سے بوٹس کرائے پر ملتی تھیں۔

وہ سوچ رہی تھی کہ یہ کسی نے ہمیں راہ سے بھٹکانے اور الجھانے کی کوشش کی ہے۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ یہ کوشش سرکاری لوگوں کے لئے بہت مہنگی ثابت ہوگی۔

❋❋❋

علی ہیلی کاپٹر میں پیچھے کی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ کرنل ولکنس اس کے دائیں ہاتھ پر تھا...... کیپٹن چن کے عین پیچھے۔ علی اور ولکنس اپنے سامنے ایک نقشہ پھیلائے بیٹھے تھے۔

ہیلی کاپٹر پانچ منٹ پہلے اڑا تھا۔ علی تبھی سے اس نقشے میں الجھا ہوا تھا۔ کبھی وہ کھڑکی سے باہر دیکھتا۔ مگر فوراً ہی نقشے کو دیکھنے لگتا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کیپٹن کہ تم کیا تلاش کر رہے ہو۔'' ولکنس نے کہا۔ ''ہم سالٹ لیک سٹی جانے والے ہر ممکنہ راستے کو سیل کر چکے ہیں۔ وہ وہاں نہیں پہنچ سکتا؟''

علی بہت تیزی سے سوچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن گھوم پھر کر وہ پہلے مقام پر آ جاتا تھا۔ ''وک کو توقع ہوگی کہ تم یہی کرو گے۔'' اس نے پرخیال لہجے میں کہا۔

''تو پھر؟ وہ یہ بھی سمجھتا ہوگا کہ وہ کچھ بھی کرے' ہم اسے پکڑ لیں گے۔''

''مجھے اس بات پر یقین نہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''وہ نچلا بیٹھنے والا آدمی نہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ ہمیں کسی سڑک پر مل سکے گا۔''

''سوری کیپٹن' میں تمہاری بات سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔''

علی نے نقشے کو تھپتھپاتے ہوئے پوچھا۔ ''آپ لوگ اس نقشے کے مطابق روڈ بلاک کر رہے ہیں؟''

ولکنس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''یہ فوجی نقشہ ہے۔''

''مگر چھ ماہ پرانا ہے۔''

''یہ نیا ہی کہلائے گا...... تازہ ترین۔''

''جی ہاں۔ یہ اتنا نیا نقشہ ہے کہ آپ نے اس میں پرانے اور متروک مقامات دکھانے کی زحمت نہیں کی۔''

''مثلاً؟'' جائلز نے پوچھا۔

علی نے کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ ''خود دیکھ لیں۔''

ان دونوں نے جھک کر باہر دیکھا۔ ''تمہارا اشارہ اس ریلوے لائن کی طرف ہے؟'' ولکنس نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ یہ پرانی اور متروک ہے۔ جھاڑیاں اگ آئی ہیں۔ شاید بیس برس سے یہ استعمال نہیں کی گئی ہوگی۔ اس لیے آپ لوگوں نے اسے نقشے میں دکھانا ضروری نہیں سمجھا۔" علی نے کہا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"ایٹم بم اب کسی ٹرک میں نہیں، ٹرین پر ہوگا۔"

ولکنس نے بے یقینی سے اسے دیکھا لیکن اگلے لمحوں میں وہ بے یقینی بتدریج مٹ گئی اور اس کی جگہ چوکنے پن نے لے لی۔ "اوہ...... تو یہ ہے اس کے بے پناہ اعتماد کا اصل سبب۔"

"ریڈیو کو پھر ٹرائی کرو۔" کرنل ولکنسن نے پائلٹ سے کہا۔

پائلٹ نے مائیکروفون اٹھایا اور اسے آن کیا۔ پھر اس میں بولتا رہا۔ بالآخر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "یہ اب بھی کام نہیں کر رہا ہے جناب۔" اس نے کہا۔

ولکنس نے ہونٹ سکیڑے۔ "کیپٹن، اس ریلوے لائن کو چیک کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شمال کی سمت چلو۔ دیکھو، کوئی ٹرین......"

"نہیں۔" علی نے مداخلت کی۔ "جنوب کی طرف چلو۔"

"لیکن سالٹ لیک سٹی شمال کی طرف ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" علی نے کہا۔ "لیکن مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے کہ میجر وک ڈکسن کی منزل سالٹ لیک سٹی نہیں ہے۔ میں اس کو جانتا ہوں۔ اگر وہ ظاہر کرے کہ شمال کی طرف جا رہا ہے تو درحقیقت وہ جنوب کی سمت جا رہا ہوگا۔"

"یہ محض ایک امکان ہے۔ تم چاہتے ہو کہ ہم اس امکان کو پکڑ کر بیٹھ جائیں۔"

"یہ امکان نہیں، یقین ہے۔ میں بتا رہا ہوں کہ وک جنوب کی سمت جا رہا ہوگا۔"

"لیکن فون پر تم نے بھی سالٹ لیک سٹی کا نام لیا تھا۔" جائلز نے کہا۔ "تم نے کسی ہاسپٹل کے ٹیگ کا تذکرہ کیا تھا۔"

"وہ وک نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی...... ہم لوگوں کو غچہ دینے کے لئے......" علی نے کہا۔ اسے خود پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے یہ بات سمجھنے میں اتنی دیر لگا دی۔ "وہ ہمیں دھوکہ دے رہا ہے۔"

ولکنس اور جائلز نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر علی کو دیکھنے لگے۔

"دھوکہ دے رہا ہے!"

"جی ہاں۔ باکسنگ میں ایسا ہوتا ہے۔ محمد علی نے زائر میں یہی کیا تھا۔ دایاں دکھاؤ اور بایاں استعمال کروں۔ وک اس کا حوالہ دیتا رہا ہے۔"

"یہاں سے جنوب میں ایسا کیا ہے، جس میں اسے دلچسپی ہو۔" کرنل نے انگلی سے جنوب کی سمت اشارہ کرتے ہوئے ہوئے کہا۔

علی نے اس کی انگلی کی سیدھ میں دیکھا۔ وہاں اوٹاہ کی سرحد کے پار ایری زونا تھا۔

"وہاں گرینڈ کینین ہے۔" ولکنس نے کہا۔ "مگر وہ تو بہت بڑی کھائی ہے۔ وہاں وہ ہمیں کیا نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

علی نے نقشے کا جائزہ لیا۔ جنوب میں تین سو میل آگے فینیکس تھا۔ اتنے ہی فاصلے پر جنوب مشرق میں البوقرق تھا۔ جبکہ لاس ویگاس جنوب مغرب میں تین سو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔

"لاس ویگاس۔" علی نے منہ بنا کر کہا۔ "لاس ویگاس میں ایسا کیا ہے، جسے وہ اڑانا چاہے۔"

جائلز اپنی نشست پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "او مائی گاڈ" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

علی اور ولکنس دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ "کیا ہوا؟ گھبرا کیوں گئے؟" علی نے پوچھا۔

"تم نے ابھی جو کہا......."

"یعنی لاس ویگاس میں اڑانے کو کیا رکھا ہے!"

"ہاں۔" جائلز نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ پھر اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔"صدر امریکا اس وقت لاس ویگاس میں ہیں۔"

* * *

مال گاڑی میدانی علاقے میں طوفانی رفتار سے اڑی جا رہی تھی۔ ایک ڈیزل انجن تین بوگیوں کو کھینچ رہا تھا' جن کے چاروں طرف دروازے تھے۔ ان کے پیچھے بغیر چھت کا ایک ڈبہ تھا' جس پر تیل کے ڈرم تھے۔ اس کے بعد والے ڈبے پر ایک سیٹلائٹ ڈش لدی تھی۔ اس کے بعد والے ڈبے میں ریڈ کراس کا ہیلی کاپٹر تھا' جسے مضبوط تاروں کی مدد سے باندھا گیا تھا اور آخر میں کابوس تھا۔

لزا نے اس سے پہلے اتنا تکلیف دہ وقت کبھی نہیں گزارا تھا۔ اس نے لائف جیکٹس کے ایک کریٹ میں چھپ کر ایک ٹرک کے عقبی حصے میں سفر کیا تھا۔ ٹرک اونچے نیچے راستوں سے گزرا تھا' نتیجتاً اس کے جسم کی چولیں ہل گئی تھیں اور اب وہ ایک ڈبے کی سائیڈ والی سیڑھی سے لٹکی ہوئی تھی۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ٹرین کہاں جا رہی ہے۔

اس کا خیال تھا کہ ملٹری بالآخر ان کی پوزیشن معلوم کر لے گی۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس کے خیال میں یہ مناسب وقت تھا کہ وہ انجن میں گھس کر وہاں جو کوئی بھی ہو' اسے قابو میں کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے پاس دو ہی ہتھیار تھے۔ ایک تو وہ جوڈو کی گرین بیلٹ ہولڈر تھی۔ دوسرے حیران کر دینے والا عنصر بھی اس کے لئے ایک ہتھیار ہی تھا۔

اس نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا۔ اندر اسے دو آدمی نظر آئے۔ ایک ٹرین مین تھا جو کھڑکی سے باہر اڑتے مناظر کو دیکھ رہا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں ایک کولٹ کمانڈو مشین گن تھی۔

وہ محتاط انداز میں اندر داخل ہوئی اور کسی ہتھیار کی تلاش میں ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ دیوار پر اسے ایک بھاری فلیش لائٹ نظر آئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے ہک سے علیحدہ کیا لیکن وہ یہ کام بے آواز نہیں کر سکی تھی۔

آواز سن کر میکس نے پلٹ کر دیکھا۔"اے....... تم کون ہو؟"

لزا نے کچھ کہنے کے بجائے فلیش لائٹ پوری طاقت سے گھمائی۔ میکس نے جھکائی دی۔ فلیش ٹرین مین کی ناک پر لگی۔ وہ چکرایا اور نیچے گر گیا۔

میکس نے گن کا دستہ مار کر فلیش کو گرا دیا۔ لزا تیزی سے خود کو فائٹنگ پوزیشن میں لائی۔ میکس گن کے دستے کی سمت سے اس پر حملہ آور ہوا۔ لزا نے کلائی پر اس کے وار کو روکا اور کک چلائی لیکن چلتی ہوئی ٹرین میں ایک ٹانگ پر ایک پل کھڑے رہنا بھی آسان نہیں تھا۔ اس کا توازن بگڑا اور وہ داہنی سمت گرنے لگی۔ میکس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گن کے دستے سے وار کیا۔ دستہ لزا کے سر کی سائیڈ میں چھلتا ہوا لگا۔ وہ فرش پر گر گئی۔

"تم خود کو جوڈو چیمپئن سمجھتی تھیں اور مجھے اناڑی۔" میکس غرایا۔"میں فوج میں رہ چکا ہوں۔ اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں صرف ایک انگلی سے بھی کیا کچھ کر سکتا ہوں۔"

لزا کا بایاں کان سنسنا رہا تھا لیکن وہ پوری طرح ہوش و حواس میں تھی۔ اسے احساس تھا کہ وہ فلیش لائٹ کے اوپر گری ہے۔ اس کا داہنا ہاتھ اس کے جسم کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اس نے جگہ بنائی تاکہ ہاتھ کو حرکت دے سکے۔ پھر اس نے دبی ہوئی فلیش لائٹ کو پکڑ لیا۔ ناقابل یقین پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ جھٹکے سے اٹھی' اس طرح کہ فلیش اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے فلیش گھمائی۔ نشانہ میکس کی پیشانی تھی۔ میکس چکرا کر ٹرین مین کے برابر گر گیا۔

"ہاں تو مسٹر تجربہ کار' اب کیا کہتے ہو۔" اس نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

لزا کمپارٹمنٹ کے افتادہ تر حصے کی طرف بڑھنے لگی۔ آخری لمحے میں میکس نے

اس کی پنڈلی پکڑ لی۔لزا نے چیختے ہوئے کھڑے ہاتھ سے اس کی کلائی پر وار کیا۔میکس کے حلق سے کریہہ چیخ نکلی اور اس نے ہاتھ ہٹالیا۔لزا نے گن اس سے چھین لی اور اس کا رخ اس کی طرف کر دیا۔

''کھیل کا پیریڈ ختم؟ یا ابھی اور کھیلنا ہے؟''لزا نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

میکس نے اپنی خون آلود پیشانی کو چھوا اور اثبات میں سر ہلایا۔لزا نے ٹرین مین کو دیکھا۔لگتا تھا کہ وہ ہوش میں آنے والا نہیں تم اس ٹرین کو آپریٹ کرنا جانتے ہو؟''اس نے میکس سے پوچھا۔

میکس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''گڈ۔میں چاہتی ہوں کہ تم ٹرین کو روک دو۔''

''ناممکن۔''

لزا نے کولٹ کا ہیمر ہٹا دیا۔''میں نے بہت سخت دن گزارا ہے۔ٹرین روک دو یا پھر میں تمہارے دل کی دھڑکن روک دوں گی۔''

میکس جلدی سے گھٹنوں کے بل اٹھ بیٹھا۔''او کے...... او کے......''اس نے پھر اپنی زخمی پیشانی کو چھوا۔''مگر پہلے میں اس زخم کا کچھ علاج کرلوں۔''

لزا کے جواب دینے سے پہلے میکس اپنی جیب میں ہاتھ ڈال چکا تھا۔اس نے جیب سے ایک رومال نکالا۔اگلے ہی لمحے رومال اس کے ہاتھ سے نیچے گرا اور اس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا چاقو نظر آیا۔پھر وہ چاقو لے کر لزا پر جھپٹا۔

لزا نے چاقو گرانے کی کوشش نہیں کی۔اتنی مہلت تھی بھی نہیں۔اس نے میکس کے سینے کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔

جیسا فلموں میں ہوتا ہے' میکس پیچھے کی طرف نہیں گرا۔وہ آگے کی طرف پہلو کے بل گرا۔چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ٹرین کے شور میں لزا کو یہ پتا نہیں چل سکا کہ اس کے منہ سے چیخ نکلی تھی یا نہیں۔چند لمحے وہ اکھڑی اکھڑی سانسیں لیتا رہا اور

پھر ساکت ہو گیا۔

لزا کا نچلا ہونٹ لرز رہا تھا۔وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور گن ڈبے کے فرش پر رکھ دی۔

ایک اور قتل! اس نے سوچا لیکن مجبوری تھی۔اس نے خود کو سمجھایا۔میں اسے نہ مارتی تو وہ مجھے ماردیتا۔

بہر حال...... اس نے قتل کیا تھا...... اور مقتول بھی کسی ماں کا بیٹا ہوگا۔اسے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

دھیان بٹانے کے لئے اس نے ادھر ادھر دیکھا۔اس کی نظر ٹرین کی بریک اور ایکسیلیٹر کے لیور پر پڑی۔وہ گھٹنوں کے بل چلتی اس طرف بڑھی۔سب کچھ بھول جاؤ۔ وہ خود کو تلقین کر رہی تھی۔ابھی تمہیں بہت اہم کام نمٹانے ہیں۔یہ لاکھوں انسانوں کی زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔

وہ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کون سا لیور بریک کا ہے اور کون سا ایکسیلیٹر کا۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اب اس کی سمجھ میں یہ بھی آ گیا کہ ٹرین مین خالی کیوں کھڑا تھا۔کچھ کر کیوں نہیں رہا تھا۔

دونوں لیور ویلڈنگ کر کے فکس کر دیئے گئے تھے۔اب کوئی انہیں ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ اس ٹرین کو روکا نہیں جا سکتا تھا!

* * *

مال ڈبے کے برابر والی بوگی کا چھت کا دروازہ کھلا اور اس میں سے وکٹر برآمد ہوا۔ اس نے مال ڈبے پر لدی ہوئی مائیکرو ویو ڈش کو دیکھا اور مسکرایا۔ ''تم ہر بات کا خیال رکھتے ہو وک ڈکسن۔'' اس نے خود کلامی کی۔ پھر اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ کہیں کوئی آواز نہیں تھی۔ کوئی ہیلی کاپٹر' کوئی ایئر فورس کا جہاز نہیں تھا اور وہاں علی بھی نہیں تھا۔

میں نے کوئی سراغ چھوڑا ہی نہیں۔ اس نے طمانیت سے سر ہلایا۔ وہ پھر بوگی میں داخل ہو گیا۔ اگر اس وقت تک ایئر فورس والوں کو وہ ٹرک مل بھی گیا ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انہیں صورت حال کو سمجھنے' اس کے مطابق حکمت عملی مرتب کرنے میں وقت لگے گا۔ اور وقت ان کے پاس ہے ہی نہیں۔

سب کچھ منصوبے کے عین مطابق ہوا تھا۔ میکس نے ریلوے انجینئرز کا بندوبست کیا تھا اور یہ ٹرین بھی چرائی تھی۔ سب کچھ شیڈول کے مطابق ہوا تھا۔ مرغیوں کے کریٹس کے ساتھ بم کو ٹرین میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ٹرین کے بریک اور ایکسیلیٹر کے لیورز کو ویلڈنگ کے ذریعے فکس کر دیا گیا تھا۔

اب یہ اتنی محنت' اتنی طویل منصوبہ بندی رنگ لانے والی تھی۔

وکٹر بوگی میں اترا۔ بوگی میں شیڈز کے ساتھ لٹکے ہوئے دونوں بلب ادھر ادھر جھول رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں وہاں بیٹھے پانچوں آدمیوں کے متحرک سائے بھی

جیتے جاگتے لگ رہے تھے۔ بوگی کے عقبی حصے میں مرغیوں کے کریٹ تھے۔ ان کے پیچھے اپنی مخصوص آرام گاہ میں ایٹم بم رکھا تھا۔

شیپرڈ بوگی کے فرش پر لیٹا تھا۔ قریب ہی اس کے چاروں ساتھی بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔

''ان جھٹکوں سے بڑا سکون ملتا ہے۔ جھولے کا سا لطف آتا ہے۔'' شیپرڈ نے اس سے کہا۔ ''ٹرائی کر کے دیکھو۔''

''شکریہ مجھے اس وقت سکون کی ضرورت نہیں۔''

''میں یقین سے کہتا ہوں کہ ولادت سے پہلے رحم مادر میں بھی ایسا ہی لگتا ہوگا۔''

''بہت عمیق مشاہدہ ہے تمہارا۔'' وکٹر نے کہا۔ ''لیکن اس پر فلسفیانہ بحث ہم ڈنمارک کے سفر کے دوران کریں گے۔''

''میں ڈنمارک نہیں جا رہا ہوں۔'' شیپرڈ نے کہا۔ ''میں اور لانڈو جاؤں گا...... ڈزنی ورلڈ۔''

''یہ تو میرا ذاتی نقصان ہوا۔'' وکٹر نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

وہ کھڑکی سے آسمان کو دیکھنے لگا۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ حقیقی زندگی ہو یا فکشن' لفنگوں اور بدمعاشوں کا آئی کیو زیرو ہوتا ہے۔ خواہ وہ تیکنیکی ماہرین ہی کیوں نہ ہوں۔ خواہ ان کا تعلق ملٹری سے کیوں نہ ہو۔ ان میں کچھ اہم بنیادی عناصر کا فقدان ہوتا ہے۔

''اس گرد سے کب نجات ملے گی؟'' شیپرڈ بولا۔

''بس پندرہ منٹ اور میری تجویز ہے کہ اب تم سب......'' وکٹر کہتے کہتے رک گیا۔

''کیا تجویز ہے تمہاری؟'' شیپرڈ نے پوچھا۔

''ہش...... تم نے یہ آواز سنی؟''

''کیسی آواز؟''

مال ڈبے کے برابر والی بوگی کا چھت کا دروازہ کھلا اور اس میں سے وکٹر برآمد ہوا۔ اس نے مال ڈبے پر لدی ہوئی مائیکرو ویو ڈش کو دیکھا اور مسکرایا۔ ''تم ہر بات کا خیال رکھتے ہو وک ڈکسن۔'' اس نے خود کلامی کی۔ پھر اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ کہیں کوئی آواز نہیں تھی۔ کوئی ہیلی کاپٹر، کوئی ایئرفورس کا جہاز نہیں تھا اور وہاں علی بھی نہیں تھا۔

میں نے کوئی سراغ چھوڑا ہی نہیں۔ اس نے طمانیت سے سر ہلایا۔ وہ پھر بوگی میں داخل ہو گیا۔ اگر اس وقت تک ایئرفورس والوں کو وہ ٹرک مل بھی گیا ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انہیں صورت حال کو سمجھنے، اس کے مطابق حکمت عملی مرتب کرنے میں وقت لگے گا۔ اور وقت ان کے پاس ہے ہی نہیں۔

سب کچھ منصوبے کے عین مطابق ہوا تھا۔ میکس نے ریلوے انجینئرز کا بندوبست کیا تھا اور یہ ٹرین بھی چرائی تھی۔ سب کچھ شیڈول کے مطابق ہوا تھا۔ مرغیوں کے کریٹس کے ساتھ بم کو ٹرین میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ٹرین کے بریک اور ایکسیلیٹر کے لیورز کو ویلڈنگ کے ذریعے فکس کر دیا گیا تھا۔

اب یہ اتنی محنت، اتنی طویل منصوبہ بندی رنگ لانے والی تھی۔

وکٹر بوگی میں اترا۔ بوگی میں شیڈز کے ساتھ لٹکے ہوئے دونوں بلب ادھر ادھر جھول رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں وہاں بیٹھے پانچوں آدمیوں کے متحرک سائے بھی

جیتے جاگتے لگ رہے تھے۔ بوگی کے عقبی حصے میں مرغیوں کے کریٹ تھے۔ ان کے پیچھے اپنی مخصوص آرام گاہ میں ایٹم بم رکھا تھا۔

شیپرڈ بوگی کے فرش پر لیٹا تھا۔ قریب ہی اس کے چاروں ساتھی بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔

''ان جھٹکوں سے بڑا سکون ملتا ہے۔ جھولے کا سا لطف آتا ہے۔'' شیپرڈ نے اس سے کہا۔ ''ٹرائی کر کے دیکھو۔''

''شکریہ مجھے اس وقت سکون کی ضرورت نہیں۔''

''میں یقین سے کہتا ہوں کہ ولادت سے پہلے رحم مادر میں بھی ایسا ہی لگتا ہوگا۔''

''بہت عمیق مشاہدہ ہے تمہارا۔'' وکٹر نے کہا۔ ''لیکن اس پر فلسفیانہ بحث ہم ڈنمارک کے سفر کے دوران کریں گے۔''

''میں ڈنمارک نہیں جا رہا ہوں۔'' شیپرڈ نے کہا۔ ''میں اور لانڈو جاؤں گا...... ڈزنی ورلڈ۔''

''یہ تو میرا ذاتی نقصان ہوا۔'' وکٹر نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

وہ کھڑکی سے آسمان کو دیکھنے لگا۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ حقیقی زندگی ہو یا فکشن، لفنگوں اور بدمعاشوں کا آئی کیو زیرو ہوتا ہے۔ خواہ وہ تیکنیکی ماہرین ہی کیوں نہ ہوں۔ خواہ ان کا تعلق ملٹری سے کیوں نہ ہو۔ ان میں کچھ اہم بنیادی عناصر کا فقدان ہوتا ہے۔

''اس گرد سے کب نجات ملے گی؟'' شیپرڈ بولا۔

''بس پندرہ منٹ اور میری تجویز ہے کہ اب تم سب......'' وکٹر کہتے کہتے رک گیا۔

''کیا تجویز ہے تمہاری؟'' شیپرڈ نے پوچھا۔

''ہش...... تم نے یہ آواز سنی؟''

''کیسی آواز؟''

وکٹر پھر سیڑھی کی طرف بڑھا۔ وہ سیڑھی پر چڑھا اور اس نے سر باہر نکال کر دیکھا۔ ایک لمحے کے بعد وہ پھر نیچے اتر آیا۔

''مجھے فائر کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے کہا اور تاش کھیلنے والے ایک ساتھی سے واکی ٹاکی لے کر اسے آن کیا۔ ''میکس...... سب ٹھیک ہے نا؟'' اس نے واکی ٹاکی میں کہا۔

دوسری طرف خاموشی تھی۔

''میکس...... جواب دو۔''

اب بھی خاموشی کے سوا کوئی جواب نہیں تھا۔

''یہ جواب کیوں نہیں دے رہا ہے۔'' وکٹر غرایا۔

''ہوسکتا ہے' اتنی دیر میں شراب پی کر آؤٹ ہوگیا ہو۔''

وکٹر نے مرغیوں کے کریٹ پر رکھا ہوا اپنا آٹو میٹک اٹھایا۔ ''میں اوپر جا رہا ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''اگر اب کچھ ٹھیک ہوا تو میں ایک بار سیٹی بجا کر سگنل دوں گا۔''

''اور اگر سب کچھ ٹھیک نہ ہوا تو؟''

''اس صورت میں میں سیٹی نہیں بجاؤں گا۔'' وکٹر نے کہا۔ ''تم سب میری بات غور سے سنو۔ اگر کوئی ٹرین میں گھسا ہے' تب بھی سب ٹھیک ہے۔ ہم ویسے بھی واشنگٹن سے رابطہ کرنے والے تھے۔ میرا خیال ہے' اس وقت تک شاید ان عقل مندوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ ہم کہاں ہیں اور کس طرف جا رہے ہیں لیکن بم ہمارے پاس ہے اور ہم کسی بھی وقت اسے ایکٹی ویٹ کر سکتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ صورت حال ہمارے قابو میں ہے۔ بس یہ بات ذہن میں رکھنا۔''

سب لوگوں نے تفہیمی انداز میں سر ہلائے لیکن کچھ سروں کی جنبش نیم دلانہ تھی۔

وکٹر اس وقت خود کو رِنگ میں محسوس کر رہا تھا...... علی کے ساتھ...... جیسے وہ علی کو لڑنا سکھا رہا ہو۔ اگر وہ سب اس کے لئے ضروری نہ ہوتے تو اسی وقت کھڑے کھڑے ان

میں سے ہر ایک کو شوٹ کر دیتا۔

''مجھ پر بھروسہ رکھو۔'' وکٹر نے مزید کہا۔ ''اب تک میں اپنے منصوبے پر کامیابی سے عمل کرتا آ رہا ہوں...... اور آخر تک کامیاب رہوں گا۔ تم صرف اپنے حصے کا تصور کرو۔ سوچو کہ تم میں سے ہر ایک کو تین ملین ڈالر ملیں گے۔ سوچو کہ اتنے دولت مند ہونے کے بعد تم زندگی کیسے گزارو گے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' شیپرڈ نے کہا۔

وکٹر سیڑھی کی طرف بڑھا۔ ''تمہیں کوڈ معلوم ہے۔'' اس نے شیپرڈ سے کہا۔ ''اگر میری سیٹی کی آواز سنائی نہ دے تو بم کو ایکٹی ویٹ کرو اور ہیلی کاپٹر کی طرف چل دو۔ میں تمہیں وہیں ملوں گا۔''

شیپرڈ نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ وکٹر سیڑھی پر چڑھنے لگا۔ چند لمحے بعد وہ اوپر پہنچنے کے بعد انجن کی طرف بڑھ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

لزا نے لیور پر پورا زور لگا دیا حالانکہ اسے پہلے ہی یقین تھا کہ وہ انہیں جنبش نہیں دے سکے گی۔

اس میں ناکامی کے بعد اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید زور ڈالنے کے لئے کوئی چیز مل جائے...... کوئی سلاخ یا کوئی مضبوط قسم کا اسکرو ڈرائیور۔

اس کی نظریں فرش کو ٹٹولتی رہیں' پھر کیبن کے دروازوں کی طرف اٹھیں۔ تب اس کی نظر کھڑکی پر پڑی۔ اس کی سانس رکنے لگی۔

کھلی کھڑکی میں وکٹر کا چہرہ اور آٹو میٹک کی نال دکھائی دے رہی تھی۔

''اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھو اور منہ دوسری طرف کرو۔'' وکٹر نے کہا۔ ''لیکن آہستگی سے...... دھیرے دھیرے۔''

لزا نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔

اس نے منہ دوسری طرف کیا ہی تھا کہ وکٹر دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ اس نے میکس کی لاش کو دیکھا اور اسے بڑی نفرت سے ٹھوکر ماری۔ پھر وہ لزا کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ ”تم نے میری تین ملین ڈالر کی بچت کرائی ہے۔ یہ تمہارا احسان ہے مجھ پر۔“

”خود کو ایک گولی مار لو۔ یہ میرے احسان کا صلہ ہوگا۔ حساب برابر ہو جائے گا۔“ لزا نے بے پروائی سے کہا۔

وکٹر نے اسے گھما کر اپنے سامنے کیا اور انگلی لہراتے ہوئے بولا۔ ”تم بہت دلچسپ شخصیت ہو۔“

”تعریف کا شکریہ لیکن تمہاری شخصیت مسخ شدہ ہے۔ تم جنونی' پاگل ہو۔“

”میں تو سمجھا تھا کہ ہماری دلچسپی اور پسندیدگی باہمی ہے۔ کیا میں غلطی پر تھا۔“ وکٹر نے منہ بنا کر کہا۔

”میرے اور تمہارے درمیان ایک نوری سال کا فاصلہ ہے۔“ لزا بولی۔ ”جو کچھ تم کر رہے ہو' اس کے لئے صلاحیت کی نہیں' صرف وحشت اور جنون کی ضرورت ہوتی ہے۔“

”تم غلط سمجھ رہی ہو۔“ وکٹر نے کہا۔ وہ اب بھی لزا پر گن تانے ہوئے تھا۔ اس نے زوردار سیٹی بجائی اور پھر ڈوری کھینچی۔ ”جو کچھ میں کر رہا ہوں' وہ تمہارے لیے ناپسندیدہ سہی لیکن اس میں مجھے بے پناہ ذہانت سے کام لینا پڑا ہے۔ بہت زیادہ غور وفکر کیا ہے میں نے۔“

”تم کہتے ہو تو یہی سہی۔“

وکٹر ڈوری لے کر لزا کی طرف بڑھا۔ ”سوچو کہ میں نے تنہا یہ سب کیا اور میرے قریبی دوست اور میرے پارٹنر کو ہوا تک نہیں لگی اس کی۔ یہ ذہانت نہیں تو کیا ہے۔“

”میں تو اسے ذہانت نہیں' انسان دشمنی کہوں گی۔“

”خیر...... اب ہمیں کام کرنا ہے۔“

”تم کیا کرنا چاہتے ہو؟“ لزا نے پوچھا۔ ”جس وقت بم پھٹے گا' اس وقت تم خود کو ٹرین پر تو نہیں دیکھنا چاہو گے۔ وہ جو ایک مال ڈبے میں ہیلی کاپٹر ہے' وہی فرار میں تمہارے کام آئے گا۔ ہے نا؟“

”بالکل درست۔“ وکٹر نے کہا۔ ”جاننا چاہتی ہو کہ میں کہاں جاؤں گا؟“

”نہیں۔“ لزا نے کہا۔

”پہاڑوں میں ایک چھوٹا سا کیبن ہے۔ خوب صورت جگہ ہے۔ حسین مناظر...... اور ہر طرف سکون ہی سکون۔ وہاں پہنچتے ہی میں دو فون کروں گا۔ ایک تو پنٹاگون کے عقل مندوں کو بتانے کے لئے کہ ٹرین اس وقت کہاں ہے۔“ وہ مسکرایا۔ ”وہاں کوئی بے وقوف فوری طور پر F16 طیارے پہنچانے کے بارے میں غور کرے گا۔ مگر اس وقت تک ٹرین لاس ویگاس کے نواحی علاقے میں پہنچ چکی ہوگی۔ پھر میں انہیں ٹکرانے کے ٹریگر کے بارے میں یاد دلاؤں گا۔ اگر انہوں نے ٹرین کو نشانہ بنایا یا اسے پٹڑی سے اتارنے کی کوشش کی تو بم وقت سے پہلے پھٹ جائے گا۔“

”وہ ٹرین کو روک نہیں سکتے؟“ لزا نے لیور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں کم از کم بروقت نہیں روک سکتے۔“

”تم نے کہا تھا کہ تم دو فون کرو گے۔“ لزا نے اسے یاد دلایا۔

”معاف کرنا' بھول گیا۔ دماغ بہت مصروف ہے نا۔“ وکٹر نے معذرت کی۔

”ہاں...... دوسرا فون میں جنیوا میں اپنے بینک کو کروں گا۔ اگر رقم وہاں پہنچ گئی تو میں یہاں...... اس کی پیڈ پر چند بٹن پنچ کروں گا۔“ اس نے اپنی بیلٹ سے منسلک ایک چرمی ڈائری نما چیز کو تھپتھپایا۔ ”اس سے ٹائمر رک جائے گا اور میں ملک سے نکل جاؤں گا اور اگر رقم نہ پہنچی ہوئی تو میرے کمانڈر انچیف...... صدر امریکا سمیت لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن جائیں گے۔ کوئی ایسی بڑی بات نہیں۔ ہیروشیما اور ناگاساکی میں بھی تو لاکھوں افراد مرے تھے۔“

"لیکن میں نے سنا ہے کہ ریڈیائی رابطے منقطع ہو چکے ہیں۔تو پھر تم......"

"بم کو ڈیٹونیٹ کیسے کروں گا؟ یہ بہت اچھا سوال ہے۔" وک نے سر ہلا کر کہا۔

"ای ایم پی سے مائیکروویو آلات متاثر نہیں ہوتے۔تم نے یہاں مال ڈبے پر ایک مائیکروویو ڈش دیکھی ہوگی۔"

"ہاں۔"

"تو اب تمہاری سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ میں نے ہر احتیاط ملحوظ رکھی ہے۔ہر بات کا خیال رکھا ہے۔"

"تم چاہتے ہو کہ میں تالیاں بجا کر تمہیں داد دوں؟"

"نہیں۔" وکٹر نے کہا پھر وہ تیزی سے مڑا اور اس نے گن کی نال لزا کی کنپٹی سے لگائی اور دباؤ ڈالا۔

ایک لمحے کو لزا کے دل میں خواہش ابھری کہ گن کو جھٹک دے لیکن اس کے ہاتھ سر سے اوپر تھے۔وہ جھکنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی اور اس میں بھی قوی امکان تھا کہ گولیاں اس کے پیر اور ٹانگوں کو چھید ڈالیں گی۔

"میں توقع رکھتا ہوں کہ تم کچھ نہ کچھ ضرور کرو گی۔" وکٹر نے چھیڑنے والے انداز میں کہا۔

لزا ٹریگر پر رکھی اس کی انگلی کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

"میرے لیے یہ بھی جیتنے کے مترادف ہے کہ میں امریکی صدر کو ٹھکانے لگا دوں۔" وکٹر نے کہا۔ "میں نے اس احمق کو ووٹ نہیں دیا تھا۔جب وہ سینیٹر تھا' میں تبھی سے اسے ناپسند کرتا تھا لیکن لاکھوں افراد کی موت کا بوجھ میرے ضمیر کے لیے ناقابل برداشت ہوگا۔تم نے ٹھیک کہا کہ یہ غیر انسانی حرکت ہوگی۔

"لطف تو اس وقت آئے گا' جب صدر اصولوں پر سالٹ لیک سٹی کو قربان کرنے کا فیصلہ کرے گا۔" وکٹر نے ذرا توقف کے بعد دوبارہ کہا۔" وہ خود کو ہیرو کے طور پر پیش

کرے گا۔ہم دہشت گردی کے سامنے ہتھیار نہیں ڈال سکتے' وہ تقریر میں کہے گا۔ مطلب یہ کہ بے گناہ شہریوں کو اپنی استقامت پر قربان کیا جا سکتا ہے لیکن جب اس بزدل کو پتا چلے گا کہ میں لاس ویگاس کو نشانہ بنا رہا ہوں' تب اس کی حالت قابل دید ہو گی۔وہ ہاتھ ملے گا کہ کاش اب کوئی سمجھوتہ ہو جائے لیکن ایسا ہو گا نہیں۔"

"ابھی تم نے کہا کہ تم لاکھوں انسانوں کی موت کا بوجھ اپنے ضمیر پر نہیں لینا چاہتے۔اس کا مطلب ہے کہ تم بم کو نہیں اڑاؤ گے؟" لزا نے پرامید لہجے میں پوچھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں یہ کام اپنے ہاتھ سے نہیں کروں گا۔"

"تم میں انسانیت موجود ہے۔" لزا مسکرائی۔

"تم نہیں سمجھیں۔" وکٹر نے سرگوشی میں کہا۔"یہ کام میری طرف سے تم کرو گی...... اپنے ہاتھ سے۔"

✳ ✳ ✳

لزا جھکے جھکے انجن سے پہلی بوگی کی طرف بڑھ رہی تھی۔وکٹر گن لیے اس کے پیچھے تھا۔لزا کا جی چاہ رہا تھا کہ ٹرین سے چھلانگ لگا دے۔ممکن ہے' وکٹر اسے شوٹ نہ کر پائے۔ممکن ہے' اسے چھپنے کے لئے کوئی غار مل جائے۔اور وہ مٹنے والے شہر کے ساتھ مٹنے سے بچ جائے۔

لیکن اس کا ضمیر اس کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔اب بھی امکان بہر حال تھا کہ وہ وکٹر کو روکنے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔

اتنے لوگوں کی موت! صرف اس لیے کہ ایک شخص دولت کی ہوس میں مبتلا ہو کر اندھا ہو گیا ہے وہ سوچ رہی تھی۔بظاہر انسان نظر آنے والا یہ شخص انسان تو نہیں ہو سکتا۔اس کے اندر کوئی کمی ہے...... بہت بڑی کمی؟ کب پیدا ہوئی ہوگی یہ گڑبڑ اس کے باطن میں؟

وہ آخری بوگی کی طرف جا رہے تھے۔وکٹر اس سے تین فٹ کے فاصلے پر تھا۔اس

کی گن کا رخ اس کے سر کی طرف تھا۔

بوگی میں گھسنے سے پہلے ہی لزا کو مرغیوں کی بو ستانے لگی۔ وہ اندر داخل ہوئی۔ اس نے مرغیوں کے کریٹ دیکھے۔ پھر اسے بم نظر آیا اور اس کے ساتھ ہی وہ لوگ۔ اسے احساس ہوا کہ بو صرف مرغیوں کی بیٹ کی نہیں تھی۔

''حضرات...... میں آپ کو ایک غیر معمولی مستعد اور فرض شناس رینجر خاتون سے متعارف کرا رہا ہوں۔'' وکٹر نے تمسخرانہ لہجے میں کہا اور گن لزا کی پیٹھ میں چبھوئی۔ ''ذرا میری ٹیم سے اپنا تعارف تو کراؤ۔''

''لعنت ہو تم پر۔'' لزا غرائی۔

''شکریہ! اب میرے ساتھ آؤ۔ مجھے لگتا ہے' جیسے ہم ایک دوسرے کو برسوں سے جانتے ہیں؟''

لزا کی ٹانگیں بے جان ہو رہی تھیں۔ وکٹر کے دھکیلنے پر وہ آگے بڑھی۔ بم فرش سے تین فٹ کی بلندی پر اپنے کریڈل پر رکھا تھا اور ٹرین کے تحرک کے ساتھ ادھر ادھر جھول رہا تھا۔ وہ کی پیڈ کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔

''اب کوڈ ENTER کرو۔ نائن' سکس' پاؤنڈ کا نشان۔''

لزا نے بٹن دبائے اور ساتھ ہی دہراتی بھی گئی۔

''گڈ۔ اب سیون...... اسٹار...... اور ون دباؤ۔''

لزا نے تعمیل کی۔

''اب اینٹر کا بٹن دباؤ۔ شاباش' کام ہو گیا۔''

''لزا کھڑی کی پیڈ کو دیکھے جا رہی تھی۔ یہ تو ایسا تھا' جیسے اس نے کوئی ٹیلی فون نمبر ملایا ہو۔ ہاں واقعی...... یہ ٹیلی فون نمبر ہی تھا۔ شاید لاش ویگاس کے کسی ہوٹل کے استقبالیہ کاؤنٹر کا نمبر۔ اس نے تصور میں ہوٹل کی لابی کو دیکھا۔ لوگ آ رہے ہیں' جا رہے ہیں۔ ان میں ایک نوبیاہتا جوڑا بھی ہے۔

''ENTER کا بٹن دباؤ۔''

لزا نے کینسل کا بٹن دبایا۔ اسکرین سادہ ہو گئی۔ تمام ہندسے غائب ہو گئے۔

''تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔'' وکٹر نے سرد آہ بھر کے کہا۔

''مجھے تو ہر حال میں مرنا ہے۔ پھر تمہارے اشاروں پر کیوں ناچوں۔'' لزا نے نفرت سے کہا۔ ''جہنم میں جاؤ۔''

''دلیل تمہاری بہر حال وزن رکھتی ہے۔'' وکٹر نے کہا اور لزا کے بال مٹھی میں دبوچ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ ''لیکن مرنے کے کئی طریقے ہوتے ہیں۔ موت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ عزت کی بھی ہوتی ہے اور ذلت کی بھی۔ ایٹم بم سے فوری اور آسان موت ملتی ہے لیکن ٹرین کے نیچے آ کر لخت لخت ہو کر مرنا خوفناک تجربہ ہوتا ہے۔ ابھی تمہیں پتا چل جائے گا۔'' وہ شیپرڈ کی طرف مڑا۔ ''دروازہ کھولو۔''

شیپرڈ نے بوگی کی سائیڈ والے سلائیڈنگ ڈور پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ والا۔''

''ہاں...... یہ والا۔'' وکٹر پھنکارا۔

شیپرڈ نے اپنی گن نیچے رکھی' دروازے کے لاک کو ہٹایا اور ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ پھر وہ ہچکچایا اور اس نے پلٹ کر وکٹر کو دیکھا۔ ''باس...... میرا دل نہیں مانتا۔ یہ بہر حال عورت ہے۔''

''ایسی عورت جس نے تمہارے دوست میکس کو قتل کیا ہے۔'' وکٹر نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''اب دروازہ کھولو۔''

شیپرڈ نے لزا کو دیکھا۔ ''تم نے...... ! تم نے میکس کو مار دیا؟''

لزا نے جواب نہیں دیا۔

''تم عورت ہو ہی نہیں سکتیں۔ چڑیل ہو تم۔'' شیپرڈ نے دھکیل کر دروازہ کھول دیا۔

وکٹر نے لزا کے پیچھے کھڑے ہو کر اسے دروازے کی طرف دھکیلا۔ ''خدا حافظ ہنی......'' اس نے کہا۔

اس وقت واضح طور پر وہ آواز سنائی دی۔ وہ ریل کی آواز سے مختلف تھی۔ وکٹر نے آگے کی طرف ہو کر دروازے سے باہر دیکھا تو اسے وہ ہیلی کاپٹر نظر آیا۔ ہیلی کاپٹر دروازے کے قریب تھا۔ علی کو دیکھ کر وکٹر کے ہونٹ بھینچ گئے۔ علی ہیلی کاپٹر کے دروازے میں جھکا بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں آٹو میٹک گن تھی' جس کا رخ ٹرین کی طرف تھا۔

''اسے چھوڑ دو۔'' علی نے چیخ کر کہا۔ ''فوراً۔''

وکٹر نے لزا کو لپٹا کر آڑ بنا لیا۔ پھر اس کی گن کی نال لزا کے حلق کے نیچے آ جمی۔ ''واپس جاؤ ننھے میاں ورنہ یہ بے چاری تو گئی۔ واپس جاؤ۔''

''کیپٹن۔ اسے ہرگز نہ چھوڑنا۔ ہم اس ٹرین میں......''

''کتیا!'' وکٹر غرایا اور اس نے ٹریگر دبا دیا۔

* * *

لزا نے ایک بار اپنے جوڈو کے استاد سے پوچھا تھا۔ ''اگر کوئی مجھ پر فائر کرنے والا ہو تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟''

''فائر کرنے دو اسے بس وہاں موجود نہ رہو۔'' ماسٹر لی نے کہا تھا۔

وکٹر کی گالی سنتے ہی لزا نے سمجھ لیا کہ اس کی مہلت ختم ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنا داہنا کندھا جھکا دیا۔ اس کے نتیجے میں وکٹر کا توازن بگڑا۔ پھر لزا نے پیچھے کی طرف لات چلائی' جو وکٹر کے گھٹنے پر لگی۔

وکٹر پیچھے کی طرف گرا...... اس حال میں کہ لزا اس کے اوپر تھی۔ گن سے فائر ہوا۔ گولی وکٹر کے ایک ساتھی کی گردن میں لگی...... وہ گر کر تڑپنے لگا۔ گرنے کے نتیجے میں وکٹر کی سانس اکھڑ گئی تھی۔ لزا پر اس کی گرفت ختم ہو گئی۔ لزا آزاد ہوئی تو لڑھکی۔ وہ تیزی سے اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی اور دروازے کی طرف جھپٹی۔

لزا نے دروازے سے نکلتے ہی دروازے کی داہنی طرف ہیلی کاپٹر سے لٹکتی ہوئی سیڑھی کو تھام لیا اور اس کے ساتھ بلند ہو گئی۔

''واہ...... شاباش۔'' علی نے پکارا۔ اب وکٹر اس کے نشانے پر تھا۔

علی بھی وکٹر کے عین سامنے تھا۔

دونوں نے بیک وقت فائر کھولا۔

علی کی چلائی ہوئی گولیاں بوگی کے فرش سے ٹکرائیں جبکہ وکٹر کی چلائی ہوئی گولیاں ہیلی کاپٹر کے برابر سے گزر گئیں۔ علی دوبارہ کیبن میں گھس گیا۔ وکٹر لڑھکتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ اگلے ہی لمحے بوگی کا دروازہ بند ہو گیا۔

علی نے گن کندھے سے لٹکائی اور دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے لزا کو دیکھا' جو نیچے سے دوسرے قدمچے کو پکڑے پاؤں جمانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''یوں وہ نہیں چڑھ سکے گی۔'' علی نے پائلٹ سے کہا۔ ''ہیلی کاپٹر کو اور اس طرف کرو۔''

''تم کیا کرنا چاہتے ہو؟'' ولکنس نے پوچھا۔

''لزا کو اندر لانا ہے۔'' علی نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

ہیلی کاپٹر ٹرین سے مزید قریب ہونے لگا۔

''اور قریب۔'' علی چلایا۔

ہیلی کاپٹر اور قریب ہوا لیکن اتنی دیر میں لزا کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی۔

''شٹ۔'' علی غرایا۔

''اب وہ نہیں چڑھ سکتی۔'' ولکنس نے پائلٹ سے کہا۔ ''کاپٹر کو دور ہٹاؤ۔''

''نہیں۔'' علی پھر چلایا۔

علی نے ریک سے رسی کا لچھا لیا اور اسے اپنے کندھے کے گرد لپیٹ لیا۔ اگلے ہی لمحے اس نے ٹرین کی چھت پر چھلانگ لگا دی۔ وہ اپنے پیروں پر گرا لیکن فوراً ہی گھٹنوں

کے بل آگے کی طرف گرا۔ وہ پلٹا اور رینگتا ہوا ٹرین کی سائیڈ کی طرف بڑھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر اب دور جا رہا تھا۔

علی نے لزا کو دیکھا۔ اس کی گرفت کمزور پڑ رہی تھی۔ علی نے بڑی تیزی سے رسی کا پھندا بنایا۔ ''اسے پکڑو۔'' اس نے پھندا لزا کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔

''یہ ممکن نہیں۔ میں سیڑھی نہیں چھوڑ سکتی۔ ٹرین کے نیچے آ جاؤں گی۔''

وقت کم تھا۔ علی نے رسی ایک طرف رکھی اور ٹرین کی سائیڈ والی سیڑھی پر چڑھ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے لزا کا یونیفارم مٹھی میں دبوچ لیا۔ ''جب میں تمہیں کھینچوں تو ہاتھ چھوڑنا اور ٹرین کی سیڑھی کو تھامنے کی کوشش کرنا۔''

لزا نے اثبات میں سر ہلایا۔

علی نے ایک گہری سانس لے کر توانائی مجتمع کی اور پھر جھٹکا دیا۔ لزا نے ہاتھ چھوڑے۔ گھٹنوں کو حرکت دی۔ خوش قسمتی سے اس کے ہاتھ میں سیڑھی آ گئی۔ ٹانگیں چلاتے ہوئے ایک قدمچے پر اس کا پاؤں جم بھی گیا۔

علی نے سہارا دے کر اسے نیچے اتار لیا۔ اب وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''تم ٹھیک تو ہو؟'' اس نے اس کا بازو چھوتے ہوئے پوچھا۔

اسی لمحے نیچے سے فائرنگ ہوئی۔ گولیاں چھت میں سوراخ کرتی ہوئی اوپر نکلیں۔ علی تیزی سے لڑھکا اور پیٹھ کے بل لیٹ گیا۔ لزا کو اس نے اپنے اوپر گھسیٹ لیا۔ اب وہ اس کی اوٹ میں تھی۔

پھر لزا سیٹلائٹ ڈش کی طرف لپکی۔ ''برابر والی بوگی میں چلو۔ وہ خالی ہے۔'' اس نے علی کو پکارا۔

اچانک بوگی کا اوپر والا دروازہ کھلا اور ایک گن بردار نمودار ہوا۔ اس نے لزا کو ڈش کے عقب میں دیکھا تو اس کا نشانہ لینے لگا۔

علی نے فائر کیا۔ گن بردار کا سر اڑ گیا۔ ڈش خون کے چھینٹوں سے نہا گئی۔ لزا اپنی

چیخ پر قابو نہ پا سکی۔

''مجبوری تھی۔ میں اسے نہ ختم کرتا تو تمہیں کھو بیٹھتا۔'' علی نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

علی بھی رینگتا ہوا ڈش کے عقب میں چلا گیا۔ اب وہ بوگی کے چھت والے دروازے پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ ہیلی کاپٹر ٹرین سے کوئی تین سو گز کے فاصلے پر اس سے پچاس فٹ اوپر پرواز کر رہا تھا۔ ''تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میں ہیلی کاپٹر کو اشارہ کروں گا۔ تم تیار......''

اچانک بوگی اور مال ڈبے کے درمیانی حصے سے ایک گن کی نالی ابھری۔ ''لیٹ جاؤ۔'' علی نے چیخ کر کہا۔ پھر اس نے لزا کو اپنی اوٹ میں لیا اور گن کی سمت فائر کیا۔ وہ گن اندھا دھند فائرنگ کر رہی تھی۔ بیشتر گولیاں چھت کے کھلے ہوئے دروازے اور ڈش سے ٹکرائیں۔

دوسری طرف ان کے نیچے سے دوبارہ فائرنگ شروع ہو گئی۔

''جلدی کرو۔'' لزا نے کہا۔ وہ اچھل کر کھڑی ہوئی اور دوسری بوگی کی طرف لپکی۔

علی اس کے پیچھے تھا۔ وہ سیدھ میں نہیں بھاگ رہا تھا۔ اس کے باوجود اندھا دھند چلائی جانے والی گولیوں کا کچھ اعتبار نہ تھا اور علی پلٹ کر فائرنگ بھی کرتا جا رہا تھا تاکہ عقب سے کوئی ان کے پیچھے نہ آئے۔

وہ بوگی کے سرے پر پہنچ گئے۔ لزا دونوں بوگیوں کے درمیان سیڑھی سے اتر گئی۔ اسی وقت دو آدمی مال ڈبے سے اوپر چڑھے اور ایک آدمی بوگی کی چھت کے کھلے دروازے میں نمودار ہوا۔ وہ تینوں فائرنگ کر رہے تھے۔ جوابی فائرنگ سے ان میں سے ایک یا دو کو شکار کیا جا سکتا تھا لیکن سب کو نہیں۔ چنانچہ علی بھی لزا کے ساتھ نیچے دبک گیا۔

وہ نیچے پہنچا۔ وہاں لزا بوگی کے دروازے پر زور آزمائی کر رہی تھی۔

دروازہ لاک تھا۔ پھر اندر سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ وہ مجبوراً دوسرے

دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''کوئی بم والی بوگی سے نکل کر دوسری بوگی میں گیا ہوگا۔'' لزا نے کہا۔ ''اور اس نے دروازہ اندر سے لاک کر لیا ہوگا۔''

علی نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ اس نے بم والی بوگی کے دروازے کو ٹرائی کیا۔ وہ بھی لاک تھا۔ ''وکٹر ابھی بم والی بوگی میں ہے۔ شاید اپنے قیمتی بم کو سینے سے لگائے بیٹھا ہو گا۔'' علی نے کہا۔

وہ بوگی کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ لزا سمجھ رہی تھی کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ اگر وہ یہاں رکے رہے تو یقیناً مارے جائیں گے اور اگر انہوں نے چھت کا رخ کیا تو اوپر ہونے والی فائرنگ انہیں چاٹ ڈالے گی اور اگر وہ بم والی بوگی کا دروازہ توڑنے کی کوشش کریں تو وہاں وکٹر سے ان کا سامنا ہوگا۔ کم از کم وہ مقابلہ تو کر سکیں گے۔ اس کا کچھ حاصل تو ہوگا۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ میرے فرائض منصبی میں یہ سب کچھ تو نہیں تھا۔'' لزا نے کہا۔

''مجھے افسوس ہے، میں نے تمہیں اس مصیبت میں پھنسایا ہے۔''

''کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ ہم میں سے کوئی وکٹر کو ناکام بنا سکے۔''

علی نے اسے اداسی سے دیکھا۔ مگر فوراً ہی وہ چوکنا ہو گیا۔ بوگی کی سائیڈ سے ایک گن کی نال دکھائی دے رہی تھی۔

''میرے پیچھے آ جاؤ۔'' علی نے کہا۔ وہ حتی الامکان اسے تحفظ فراہم کرنا چاہتا تھا۔

لزا کو یقین تھا کہ اب کی فائرنگ میں وہ نہیں بچ سکیں گے۔ اچانک اسے ایک آواز سنائی دی۔ اس کی دھڑکنوں کی لے تیز ہو گئی۔

وکٹر کے ساتھی بری طرح چیخ رہے تھے۔

✻ ✻ ✻

علی کے ٹرین پر کودنے کے بعد کرنل ولکنس نے ہیلی کاپٹر کی واپسی کا حکم دیا تھا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر سے ٹرین کا تعاقب کرے گا۔ موقع پا کر علی اور لزا کو اٹھانے کے بعد ٹرین کو ان بدمعاشوں کے وجود سے پاک کرنے کی کوشش کرے۔

بوگی میں سے مسلح افراد کو نکلتے دیکھا تو اسے اپنا منصوبہ تبدیل کرنا پڑا۔ ان ہتھیاروں کی مدد سے تو وہ ہیلی کاپٹر کو بھی گرا سکتے تھے۔ اس نے ہیلی کاپٹر کو دور ہٹا لیا۔

لیکن جب علی اور لزا کو اس نے دو بوگیوں کے درمیان پھنستے دیکھا تو ہر احتیاط اس کے ذہن سے نکل گئی۔ وہ ہر خطرے کو بھول گیا۔ وہ مخلص اور محب وطن افراد وطن کی خاطر موت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے لڑ رہے تھے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ ان کی مدد نہ کرتا۔

''ان کو ختم کر دو۔ ان کو ختم کر دو۔ ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑو۔'' جائلز دانت بھینچ کر دہرائے جا رہا تھا۔

اس بات نے ولکنس کو اور بھڑکا دیا۔ جائلز بہت محتاط طبع سویلین تھا۔ اگر وہ اتنا مشتعل ہو سکتا ہے تو وہ تو پھر فوجی ہے۔ ''تم ٹھیک کہتے ہو۔'' وہ غرایا۔ ''اب ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے۔''

ولکنس نے پائلٹ کو ہدایت دی۔ ہیلی کاپٹر غراتا ہوا ٹرین کی طرف جھپٹا۔ اب وہ ٹرین کی چھت جتنی بلندی پر اس کے ساتھ ساتھ پرواز کر رہا تھا۔

بدمعاشوں نے ہیلی کاپٹر کو دیکھا تو گھبرا کر چیخے اور پیٹ کے بل لیٹ گئے۔ ان میں سے کوئی مرا بھی نہیں لیکن انہوں نے جوابی فائر بھی نہیں کیا۔

بم والی بوگی کو کراس کرنے کے بعد ہیلی کاپٹر پھر پلٹا۔

اسی وقت ولکنس نے بوگی کے سائیڈ والے دروازے کو پھسل کر کھلتے دیکھا۔ پھر وکٹر نمودار ہوا اس کے ہاتھ میں ایم تھری سب مشین گن تھی۔

''دور ہٹو۔'' ولکنس نے چیخ کر کہا۔ اسی وقت وکٹر نے فائر کھول دیا۔

لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔ گولیاں گلاس اور دھات کو چھیدتی ہوئی کاک

پیٹ میں گھسیں۔ ایک گولی پائلٹ کی بائیں ٹانگ میں اور دوسری ولکنس کے کندھے میں لگی۔

''کرائسٹ۔'' ولکنس چلایا اور داہنی سمت ڈھے سا گیا۔ اس نے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں کندھے کو چھوا۔

جائلز پائلٹ کی طرف متوجہ تھا' جو بائیں جانب جھکا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے تکلیف بھری چیخیں نکل رہی تھیں۔

''کیپٹن چن' تم ٹھیک تو ہو؟'' جائلز نے پوچھا۔

''نہیں۔'' کیپٹن نے چیخ کر کہا۔ اس کا داہنا ہاتھ اب بھی کنٹرول اسٹک پر تھا۔ اس کی نگاہیں ٹوٹے ہوئے شیشے پر تھیں۔ اس کے سامنے ایک چیک دار پینل کھلا ہوا تھا۔ کئی تار جھانک رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا عقبی پر دھیرے دھیرے کبھی ادھر کبھی ادھر ہٹ رہا تھا۔

''عقبی کنٹرول کو نقصان پہنچا ہے۔'' کیپٹن نے کراہتے ہوئے کہا۔ وہ اپنی آنکھیں کھلی رکھنے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ ''مجھے ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارنا ہوگا۔''

وہ ہیلی کاپٹر کو ٹرین سے دور ہٹا رہا تھا۔

جائلز نے کرنل سے پوچھا۔ ''تمہارے زخم کی کیا کنڈیشن ہے؟''

''میں بہرحال مروں گا نہیں۔''

ہیلی کاپٹر خطرناک انداز میں بائیں جانب جھک رہا تھا۔ کیپٹن چن نے اسے درست کیا۔

پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو اونچی نیچی صحرائی زمین پر اتارا۔ ''ہتھیاروں کی ریک کے پیچھے فرسٹ ایڈ کٹ رکھا ہے۔'' اس نے جائلز سے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' جائلز فرسٹ ایڈ کٹ نکال لایا۔

ولکنس اپنی سیٹ میں گرا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ سانس لے رہا تھا۔ اس کی کوشش

تھی کہ تکلیف کو برداشت کرے اور اسے کم سے کم محسوس کرے۔

فوج میں اس نے جو وقت گزارا تھا' اس کے دوران وہ پاناما میں اور آپریشن ڈیزرٹ اسٹارم میں دو بدو لڑا تھا لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ اسے گولی لگی تھی اور گولی لگنے کے بعد کا اس کا جو تصور تھا' یہ کیفیت اس سے بالکل مختلف تھی۔ اسے بتایا تھا کہ زخم لگنے کے بعد جسم شاک میں چلا جاتا ہے۔ اعصاب بند ہو جاتے ہیں اور زخم کی نوعیت کے اعتبار سے تکلیف بہت کم ہوتی ہے۔

وہ سب بکواس تھی۔ تکلیف ایسی تھی کہ اسے نڈھال کیے دے رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ کسی نے اس کے کندھے کی تمام نسوں کو پلاس سے پکڑ کر کاٹ دیا ہے اور اب انہیں بل دے رہا ہے۔ جب بھی وہ سانس لیتا' یا معمولی سی بھی حرکت کرتا تو درد کا خنجر کندھے سے لے کر بائیں پاؤں کی ایڑھی تک کاٹتا چلا جاتا۔

اس نے اپنی درمیانی انگلی زخم میں ڈالی۔ خون انگلی پر ٹھوکر مارتا محسوس ہو رہا تھا۔

''جلدی کرو جائلز مجھے لگتا ہے میں جریان خون کی وجہ سے ختم ہو جاؤں گا۔'' اس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''میں آ رہا ہوں۔'' جائلز فرسٹ ایڈ باکس لے کر اس کے پاس آ گیا۔

ولکنس نے پائلٹ کو دیکھا۔ وہ اپنی ران کو ہتھیلی سے دبائے ہوئے کنٹرولز کو دیکھ رہا تھا۔ ''تمہارا کیا حال ہے کیپٹن؟'' اس نے پوچھا۔

''بہت تکلیف ہو رہی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ زخم جان لیوا نہیں ہے۔''

''شاباش....... حوصلہ رکھو۔''

جائلز نے کرنل کی شرٹ کھولی اور زخم پر بینڈیج رکھ دی۔

''ہیلی کاپٹر کی کیا صورت حال ہے؟'' ولکنس نے پوچھا۔

''نقصان ہوا ہے لیکن کاپٹر ناکارہ نہیں ہوا ہے۔'' کیپٹن چن نے جواب دیا۔ ''ہم نیچے اتر چکے ہیں۔ میں پہلے اپنی مرہم پٹی کر لوں۔ پھر ہیلی کاپٹر کی مرمت کروں گا۔ اس

کے بعد ہم پھر پرواز کر سکیں گے۔"

"تم اسے دیکھو۔" ولکنس نے جائلز سے کہا۔ "تمہیں آرام نہیں کرنا۔ ان خبیثوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔"

⁂ ⁂ ⁂

ہیلی کاپٹر پلٹا تو علی نے لزا سے کہا۔ "اپنی ہتھیلیاں پھیلاؤ۔ مجھے اوپر چڑھنا ہے۔"

لزا نے دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر پھیلایا۔ علی ان پر پاؤں رکھ کر بم والی بوگی کی چھت پر چڑھ گیا۔ پھر وہ ادھر ادھر ڈاج دیتا آگے کی طرف بھاگا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ آسان ہدف ثابت ہو۔

بوگی کی چھت پر صرف ایک گن مین رہ گیا تھا۔ وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ علی جھپٹ کر اس سے ٹکرایا۔ وہ بوگی کے عین کنارے پر پیٹھ کے بل گرا۔ علی اس کے اوپر تھا اور اس کی گردن پر دباؤ ڈال رہا تھا۔ پھر کٹ کی آواز آئی اور گن مین کا جسم بے جان ہو گیا۔ اس کی گردن ٹوٹ گئی تھی۔

علی پلکیں جھپکاتا ہوا اٹھا۔ وہ بندھے ہوئے ریڈ کراس کے ہیلی کاپٹر کی رسیوں سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ اس وقت لزا بوگی کی سائیڈ کی طرف آئی۔ اس نے مال ڈبے پر قدم رکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم ٹھیک ہونا؟"

"لگتا ہے، پورا جسم ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" لزا نے کہا اور مردہ گن مین کا پستول لے کر اپنی بیلٹ میں اڑس لیا۔ "تم بہر حال اس بے چارے سے بہتر حال میں ہو۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں نے ایک اور قتل کر دیا۔"

"اسے قتل نہ کہو۔ یہ مجبوری تھی۔"

علی نے پلٹ کر بم والی بوگی کو دیکھا۔ "تم نے دیکھا، ہیلی کاپٹر پر فائر کس نے کیا تھا۔"

لزا نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں دوسری طرف سے آئی ہوں۔ میرا خیال ہے، وہ تمہارا ساتھی وک تھا۔"

"سابقہ ساتھی کہو۔" علی نے چڑ کر کہا۔ وہ کود کر نیچے مال ڈبے پر اتر گیا۔

"سوری۔" لزا نے معذرت کی۔ پھر بولی۔ "بہر حال وہ بم سے دور جانے والا نہیں۔"

اوپر سے آوازیں سنائی دیں۔ علی نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اسے کچھ سر اور بندوقوں کی نالیں نظر آئیں۔ "وہ آ رہے ہیں۔ بھاگو یہاں سے۔"

"کہاں؟ اور ذہن میں یہ بھی رکھو کہ مہلت تیزی سے ختم ہو رہی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" علی نے کہا اور لزا کا ہاتھ تھام کر ریڈ کراس کے ہیلی کاپٹر کی دم کی طرف بھاگا۔ "لیکن ہم مارے گئے تو اس بات کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی کہ وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔"

وہ ہیلی کاپٹر کے کیبن کے ساتھ بھاگ رہے تھے۔ اچانک ایک گن مین نے بم والی بوگی سے مال ڈبے پر چھلانگ لگائی۔ اس نے فائر کیا لیکن وہ دونوں ہیلی کاپٹر کی اوٹ میں تھے۔

علی اور لزا بھاگتے رہے۔ علی نے ہیلی کاپٹر کو باندھنے والی کیبل کو پھلانگا۔ لزا اسے نہ دیکھ سکی۔ اس کا پاؤں الجھا اور وہ گر گئی۔

علی نے پلٹ کر اسے سہارا دیا۔ اس اثنا میں گن مین ہیلی کاپٹر کی طرف سے گھوم کر آتا دکھائی دیا۔ "حرکت نہ کرنا۔" اس نے چیخ کر کہا۔ اس کی گن کا رخ سامنے کی طرف تھا۔

علی گن مین کے بالکل سامنے تھا لیکن لزا گرنے کی وجہ سے اس کی نظروں سے اوجھل تھی۔ پھر بھی اسے لزا کی موجودگی کا اندازہ بہر حال تھا۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" گن مین نے کہا۔

علی نے آہستہ سے ہاتھ اوپر اٹھائے۔

''حسینہ' تم بھی ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔''

لزا بھی اٹھ گئی۔ مگر اٹھتے ہوئے اس نے آنکھوں سے اپنی بیلٹ کی طرف اشارہ کیا۔علی نے اس کے اشارے کو سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

اسی وقت بم والی بوگی کی چھت سے کوئی چیخا۔علی نے اوپر دیکھا۔اس شخص کے ہاتھ میں پمپ گن تھی' جس کا رخ ان کی طرف تھا۔

''تم ہٹ جاؤ اسٹمپ۔'' نیچے والے گن مین نے چیخ کر کہا۔'' یہ دونوں میرے ہیں۔''

''ایسی باتیں نہ کرو شیپرڈ' چلو بانٹ لیتے ہیں۔ایک تمہارا ایک میرا۔'' اوپر والے نے کہا۔

''نہیں۔اس عورت نے میرے دوست کو مارا ہے اور یہ مرد خود کو سورما سمجھتا ہے۔ یہ دونوں میرے ہیں تم ہٹ جاؤ۔''

اوپر والے گن مین کا منہ بن گیا۔مگر وہ اب بھی ہچکچا رہا تھا۔

علی نے لزا سے سرگوشی میں کہا۔''میں حرکت میں آؤں تو چھلانگ لگا کر گر جانا۔''

پھر علی نے لزا کی بیلٹ میں اڑسا ہوا پستول نکالا اور لزا کو دھکیلتے ہوئے بم والی بوگی والے گن مین پر فائر کیا۔وہ چیخ مار کر گرا۔اس کے ہاتھ سے گن چھوٹی اور پھسلتی ہوئی ہیلی کاپٹر سے آگے آ گئی۔

''شٹ۔'' شیپرڈ چلایا اور اس نے اندھا دھند فائرنگ کر دی۔

لیکن اس کے دونوں ہدف وہاں موجود نہیں تھے۔وہ اپنی جگہ سے ہٹ چکے تھے۔

لزا پیٹ کے بل سرکتی ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ رہی تھی اور علی نے فائر کرتے ہی خود کو گرا لیا تھا۔اب وہ ہیلی کاپٹر کے پہیوں کے پاس تھا۔

شیپرڈ نے گن کو دوبارہ لوڈ کیا۔''تم بچ نہیں سکتے۔تمہارے جسم میں اتنے سوراخ

ہوں گے کہ تم گن بھی نہیں سکو گے۔''

لزا ہیلی کاپٹر کی اوٹ میں ہوتی علی کی طرف بڑھی۔''کیا پوزیشن ہے؟''

''وہ کہہ رہا ہے کہ ہم بچ نہیں سکیں گے۔''

''میں ایسا نہیں سمجھتی۔'' لزا نے کہا۔پھر علی کے کان سے منہ ملا کر کچھ کہا۔

چند لمحے بعد علی نے چیخ کر شیپرڈ کو پکارا۔''اے...... کیا تم ہیلی کاپٹر پر بھی فائرنگ کر سکتے ہو؟''

''نہیں میں صرف تمہیں شکار کروں گا۔''

''جہاں ہو' وہاں سے تو نہیں کر سکتے۔'' علی نے اسے تاؤ دلایا۔''تمہیں مجھ تک پہنچنے کے لئے زحمت کرنی ہوگی۔''

شیپرڈ بوگی کی جنوبی سائیڈ کی طرف چل دیا۔''تو تمہارے خیال میں' میں ایسا نہیں کر سکتا!''

''نہیں...... اس کے لئے ہمت چاہئے۔''

شیپرڈ کے حلق سے غراہٹ ابھری۔وہ بوگی کے کنارے پر ہیلی کاپٹر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔''پائلٹ' تم نے بھی ایک بات پر غور نہیں کیا۔'' اس نے چیخ کر کہا۔''تم بھی مجھ پر فائر نہیں کر سکتے۔پہیے تمہارے لیے رکاوٹ ہیں۔'' وہ ہنسا۔''اور میں دیکھ رہا ہوں رینگتی ہوئی حسینہ تمہاری اوٹ میں چھپ رہی ہے لیکن سوراخوں سے وہ بھی نہیں بچ سکے گی۔''

علی نے گن کو گھما کر پہیوں کے پار نکالا اور فائر کر دیا لیکن گولی نشانے سے کئی گز دور تھی۔

''اسے تو قریب بھی نہیں کہا جا سکتا۔'' شیپرڈ نے مضحکہ اڑایا۔پھر اس نے شاٹ گن کندے پر رکھی اور بولا۔''اب میری باری ہے بچ سکو تو بچو۔''

اس وقت تک لزا گھوم کر ہیلی کاپٹر کے فرنٹ تک پہنچ چکی تھی۔وہ اٹھی۔اس کے

ہاتھ میں وہ گن تھی جو مرنے والے کے ہاتھ سے چھوٹ کر گری تھی۔ ''نہیں......اب میری باری ہے۔ مسٹر شیپرڈ۔'' اس نے کہا اور برسٹ مارا۔ دور تک خون کے چھینٹے اڑے۔ شیپرڈ کے ہاتھ سے گن چھوٹی اور وہ چلتی ٹرین سے گر گیا۔

''شاندار۔'' علی نے شاٹ گن اٹھاتے ہوئے اسے داد دی۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر کے کاک پٹ کی طرف گیا۔ اس نے ٹول کٹ میں سے ایک اسکریو ڈرائیور نکالا اور عقبی پر کے قریب واقع انجن پینل کی طرف بڑھا۔ اس نے پینل کو کھول کر ایک تار کو علیحدہ کیا اور اسے بوگی کے فرش پر ڈال دیا۔ پھر وہ اسکریو ڈرائیور کی نوک سے فیول ٹینک کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اس کے لئے اپنی ہتھیلی سے پوری قوت سے دباؤ ڈال رہا تھا۔ بالآخر وہ کامیاب ہو گیا۔ ٹینک سے ہلکی سی سیٹی کی سی آواز نکلی۔ اس میں سوراخ ہو گیا تھا۔ علی نے فیول ٹینک کی سائیڈ میں ایک اور سوراخ کیا۔ گیس خارج ہو رہی تھی۔

اس نے اسکریو ڈرائیور جیب میں رکھا اور ہیلی کاپٹر کے سامنے والے حصے کی طرف لزا کے پاس چلا آیا۔

''کر دیا؟'' لزا نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''یعنی اب وک ڈکسن ٹرین میں پھنس چکا ہے۔ بھاگنے کا راستہ بند۔'' لزا بولی۔

''اب ہمیں صرف اس ٹرین کو روکنا ہے۔''

''سب سے مشکل کام بم کو ڈی ایکٹی ویٹ کرنا ہے کیونکہ ہمیں اس کا کوڈ بھی معلوم نہیں۔''

''نائن، سکس، پاؤنڈ کا نشان، سیون، اسٹار، ون اور Enter۔'' لزا نے کہا۔

علی نے غور سے اسے دیکھا۔ ''یہ کوڈ ہے؟''

''ہاں۔''

علی اسے داد دینا چاہتا تھا لیکن اسی وقت وکٹر اور اس کے بچے کھچے ساتھی چھت کے دروازے سے نکلے اور دوسری بوگی کی چھت پر کودے۔ علی اور لزا بند بوگی کی سائیڈ کی طرف لپکے۔ دشمن سارے کے سارے چھت پر تھے۔

❋❋❋

تین گن مین آگے تھے۔ وکٹر ان کے پیچھے تھا۔ ''وقت کم ہے جلدی کرو ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کرو۔''

وہ تینوں ہیلی کاپٹر کی طرف لپکے۔ وکٹر نے چھت پر کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ ''مجھے ذرا دیر پہلے شاٹ گن کے فائر کی آواز سنائی دی تھی۔'' اس نے کہا۔ ''یہ شیپرڈ اور اسٹمپ کہاں مر گئے۔''

''یہیں ہوں گے۔'' ایک گن مین بولا۔ ''ہو سکتا ہے' کابوس کو چیک کرنے گئے ہوں۔''

''انہیں تلاش کرو۔''

تینوں گن مین اچھلتے پھلانگتے ہیلی کاپٹر کی طرف جا رہے تھے۔ وکٹر کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ اسے کسی گڑبڑ کا احساس ہو رہا تھا۔ اگر شیپرڈ نے علی کو ٹھکانے لگا دیا ہوتا تو اس وقت وہ ان سب کو اپنے قصیدے اپنے منہ سے سنا رہا ہوتا۔

اس نے سورج سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا بنایا۔ پھر وہ بوگی کی سائیڈ کی طرف چل دیا۔ وہ ہیلی کاپٹر والے مال ڈبے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا ایک ساتھی اگنیشن کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ اسی لمحے وکٹر کو انجن پینل سے نکلا ہوا وہ تار نظر آیا۔ اس کے نیچے چمکدار سیال کا چھوٹا سا تالاب صاف نظر آ رہا تھا۔

''نہیں۔'' وکٹر کے منہ سے نکلا۔ پھر وہ حلق کے بل چلایا۔ ''نہیں۔''

لیکن دیر ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھی نے چابی گھمائی۔ نکلے ہوئے تار کے سرے پر ایک چنگاری سی چمکی...... اور اگلے ہی لمحے چمکدار سیال کے تالاب میں آگ بھڑک

اٹھی۔

گن مین نے پیچھے کی طرف دیکھا۔ اسے بھڑکتی ہوئی آگ فیول ٹینک کی طرف بڑھتی دکھائی دی۔ اسے چیخنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ ہیلی کاپٹر ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔ مال ڈبہ سیاہ اور نارنجی شعلوں میں گھر گیا۔ دو گن مین تو ہیلی کاپٹر میں ہی ختم ہو گئے۔ تیسرے کو دھماکے نے اٹھا کر پھینک دیا۔ پھر ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے اڑنے لگے۔

وکٹر اپنی جگہ ڈٹا کھڑا رہا۔ دھات کے چھوٹے چھوٹے گرم ٹکڑے اس کی ٹانگوں، گردن اور پیشانی سے ٹکرائے۔ دھماکے کی حدت نے اس کے بالوں اور بھوؤں کو جھلسا دیا۔ ''میں نے منع کیا تھا نا۔'' اس نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

دھماکے کے اثرات ختم ہوئے تو گرا ہوا گن مین اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں گھبراہٹ تھی۔ ''باس...... ہم پھنس چکے ہیں۔ اب اس ایٹم بم کو پھٹنے سے روکنا ہو گا۔''

وکٹر سرد ہوتے ہوئے شعلوں کو گھور رہا تھا۔ ''یہ علی نے کیا ہے؟''

''ممکن ہے لیکن وہ خود بھی بلاسٹ میں ختم ہو گیا ہو گا۔'' گن مین بولا۔

''نہیں میں یہاں اس کی موجودگی محسوس کر رہا ہوں۔'' اس نے گن مین کو دیکھا۔ ''تمہیں اس کو تلاش کرنا ہے۔''

''تلاش کرنا ہے۔'' گن مین نے حیرت سے دہرایا۔ ''جی ہاں...... ضرور لیکن اس دوران آپ نیچے جائیں اور بم کو روک دیں۔ او کے؟''

وکٹر بغیر کچھ کہے پلٹا اور چھت والے دروازے کی طرف چل دیا۔

''آپ بم کو روک دیں گے نا؟'' گن مین نے عقب سے التجائیہ لہجے میں پکارا۔

وکٹر نے ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ لیکن منہ سے کچھ نہیں کہا۔ اس نے دروازہ کھولا اور بوگی میں اترنے لگا۔

***

جب وکٹر بم والی بوگی سے نکلا تو اس وقت علی اور لزا دوسری سائیڈ سے ڈبوں کو جوڑنے والی کنڈے کی طرف جا رہے تھے۔ علی تیز رفتاری کی وجہ سے بری طرح ہلتی ہوئی ٹرین کے کنارے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ لزا نے جھک کر اسے سہارا دیا۔ علی اسکریو ڈرائیور کو کنڈے کے نیچے لگی پن تک پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''زنگ لگا ہوا ہے پیچ ہل بھی نہیں رہا۔'' علی نے جھنجھلا کر کہا۔

''سنو، میں جا کر آگے والی بوگی کے کنڈے کو کھولنے کی کوشش کرتی ہوں۔'' لزا نے کہا۔ ''تم بم کی فکر کرو۔''

علی نے اثبات میں سر ہلایا اور اسکریو ڈرائیور اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر اس نے کہا۔ ''عددوں کے معاملے میں تمہاری یادداشت بہت اچھی ہے نا؟''

''تمہارا مطلب ہے کہ میں نے کوڈ غلط یاد تو نہیں کیا؟''

''ہاں۔''

''بے فکر رہو۔ وہ بالکل درست ہے۔ بس تم درست یاد رکھنا۔''

''مجھے یاد ہے۔'' علی نے کہا۔

چند لمحے وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر علی نے کہا۔ ''کچھ پتا نہیں، ہم رہیں نہ رہیں۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ......''

لزا نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''جو کہنا ہے اسے بچا کر رکھو۔'' اس نے کہا۔ ''بعد میں بتانا زیادہ خوشی ہو گی۔ بس اب جاؤ۔''

علی نے اس کی پیشانی پر ایک طویل بوسہ ثبت کیا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اگلے ہی لمحے وہ کنڈے کو پھلانگ کر بم والی بوگی پر پہنچ گیا۔

بم والی بوگی میں داخل ہونے کے تین راستے تھے اور علی کے حساب سے اب صرف دو دشمن زندہ بچے تھے۔ ایک وکٹر اور دوسرا اس کا ساتھی گن مین۔ بہر حال ایک اور دو کی نسبت بھی اس کے حق میں کچھ اچھی نہیں تھی۔ ایک بات اس کے حق میں جا سکتی تھی۔

وہ ایسے راستے سے بوگی میں داخل ہو' جس کی وہ توقع نہ کر رہے ہوں۔ اس کے خیال میں چھت والا راستہ ان کے لئے حیران کن ثابت ہو سکتا تھا۔ وہ اندر کودے' قلابازیاں کھائے اور فائر کرتا رہے۔

پہلو والی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ کاش اس کے پاس روشنی کرنے والا بم ہوتا۔ اس صورت میں وہ روشنی اور آوازوں کے شور میں انہیں نسبتاً آسانی سے شکار کر سکتا تھا۔

چھت پر چڑھنے کے بعد اس نے دیکھا کہ بوگی کا پہلو والا دروازہ کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ وکٹر حیرت کے عنصر کو کم سے کم کرنے کا سوچ رہا ہے۔

''پھر بھی میں تمہیں حیران ضرور کروں گا۔'' علی نے خود کلامی کی۔

اب علی پُر اعتماد تھا کہ وہ وکٹر کو روکنے میں کامیاب رہے گا۔ وہ رینگتا ہوا چھت والے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

وہ دروازے کے قریب پہنچا تو اسے وہ رسی نظر آئی' جس کا پھندا بنا کر اس نے لزا کی مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسے احساس ہونے لگا کہ اس وقت یہ رسی بہت بڑی نعمت ہے اور اس کے کام آ سکتی ہے۔

اس نے شاٹ گن ایک طرف رکھی اور رسی کو سیٹلائٹ ڈش کے گرد باندھ دیا۔ پھر اس نے اس کے دوسرے سرے پر پھندا بنایا۔ اب وہ اس میں اپنا پاؤں پھنسا سکتا تھا۔ اس نے پھندے میں گرہ لگائی ہی تھی کہ بوگی کی سائیڈ سے اسے آہٹ سنائی دی۔ اگلے ہی لمحے گن مین اسے نظر آیا۔

گن مین نے کندھے سے لٹکی ہوئی سب مشین گن کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ علی کی شاٹ گن سیٹلائٹ ڈش کے دوسری طرف رکھی تھی۔ اس کے پاس اتنی مہلت نہیں تھی کہ وہ اسے اٹھانے کی کوشش کرتا۔

خوف نے اس کی حسیات کو تیز کر دیا تھا۔ ہوا اسے اپنے کانوں میں سنسناتی محسوس

ہو رہی تھی۔ جلے ہوئے ہیلی کاپٹر کی بو بہت صاف طور پر آ رہی تھی۔ اس نے گن مین کی گن کو جیسے سلوموشن میں اپنی طرف گھومتے دیکھا۔ ہاتھ میں موجود رسی اسے بھاری لگنے لگی۔ رسی کے ریشے اس کی ہتھیلی میں چبھ رہے تھے۔

پھر اچانک اس کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس کے ہاتھ کی حرکت گن مین کے ہاتھ کی حرکت سے زیادہ تیز تھی۔ رسی کوڑے کی طرح سنسناتی' لہراتی ہوئی گئی اور گن مین کی کمر سے ذرا اوپر ٹکرائی۔ گن مین کو اپنا توازن قائم رکھنے کے لئے گن کو چھوڑ کر سیڑھی کے پائیدان کو پکڑنا پڑا۔ گن اس کے ہاتھ سے نکلی اور پھسلتی ہوئی ٹرین سے باہر جا گری۔

اب صرف شاٹ گن موجود تھی۔ علی نے اس کی طرف چھلانگ لگائی۔ دوسری طرف گن مین کے پاس بھی صرف یہی راستہ تھا۔ اس نے پائیدان کی گرفت کو اپنے لیے تحرک کے طور پر استعمال کیا۔

علی پیٹ کے بل شاٹ گن پر گرا اور گن مین علی کے اوپر گرا۔ اس نے علی کے بال پکڑے اور اس کے سر کو جھٹکے دینے لگا۔ علی چلایا اور بری طرح مچلا۔ وہ گن مین کو کسی حد تک جھٹکنے میں کامیاب ہو گیا۔ گن مین پھسلا' سنبھلا' اٹھ کر کھڑا ہوا اور وحشیانہ انداز میں علی پر جھپٹا۔

علی کے پاس اب بھی شاٹ گن کو اٹھانے کا موقع نہیں تھا لیکن رسی کا سرا بہر حال اس کی پہنچ میں تھا۔ اس نے پھندے کو گن مین کی گردن کی طرف اچھالا۔ گن مین علی تک پہنچا ہی تھا کہ پھندا اس کی گردن میں اٹک گیا۔ علی نے خود کو تیزی سے پیٹھ کے بل گراتے ہوئے اپنی ٹانگیں پھیلائیں۔ انہیں گن مین کے سینے پر ٹکایا اور پوری قوت سے اسے پیچھے کی طرف دھکیلا۔

گن مین پیٹھ کے بل گرا اور پھسلتا چلا گیا۔ اس نے پھندے کو گردن سے نکالنے کی کوشش کی لیکن پیچھے کی طرف پھسلنے کے نتیجے میں ڈش سے بندھی ہوئی رسی کھنچتی جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی پھندا تنگ ہوتا جا رہا تھا۔

علی رینگتا ہوا آگے بڑھا اور شاٹ گن اٹھالی۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ درست اور غلط کے بارے میں سوچتا۔ اس گن مین سے زیادہ اسے وک کی اور بیس کلو ٹن کے ایٹم بم کی فکر تھی۔

اس نے شاٹ گن سیدھے ہاتھ میں لی اور آگے بڑھا۔ گن مین رسی سے لٹکا ہوا بوگی کی چھت کے کھلے دروازے میں جھول رہا تھا۔ وہ ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن اس کی مزاحمت دم توڑ رہی تھی۔

چند لمحے بعد گن مین کا جسم بے حس و حرکت ہو گیا۔ اب وہ صرف ہوا کے جھونکوں کی وجہ سے جھول رہا تھا۔

علی نے رسی بائیں ہاتھ میں تھامی اور چند لمحے سوچتا رہا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اور وہ کس حد تک سودمند ثابت ہو گا۔ اسے یقین ہو گیا کہ کوئی شخص مرنے کے بعد اتنا سودمند ثابت نہیں ہوا ہو گا، جتنا کہ یہ گن مین ہونے والا ہے۔

علی نے گہری سانس لی اور لاش کو استعمال کرنے کے لئے تیار ہو گیا......

⁂⁂⁂

کرنل ولکنس دور جاتی ٹرین کو دیکھ رہا تھا' جو اب چھوٹے سے نقطے کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ اسے شرمندگی ہو رہی تھی کہ اس نے اپنے وطن کو مایوس کیا ہے۔ اس کے کندھے میں شدید تکلیف تھی۔ ہلنے کی صورت میں تکلیف اور بڑھ جاتی تھی۔

کرنل کو پچھتاوا تھا۔ اسے خاتون رینجر کے بجائے بم کی فکر کرنی چاہئے تھی۔ یہ بات ذمے داری کی تھی۔ مگر وہ بڑی غلطی کر بیٹھا تھا۔

جائلز گنیں لوڈ کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ٹرین پر ایک بار پھر حملہ کر سکیں گے۔

''جائلز ذرا مجھے یہ اٹھا کر دو۔'' کرنل نے شیلف پر رکھے ہوئے سرخ باکس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

جائلز نے باکس اٹھایا اور اسے کھولا۔ چند لمحے وہ بڑے سائز کی گولیوں کو دیکھتا

رہا۔ پھر بولا۔ ''یہ کیا ہیں؟''

''آتش انگیز شیل۔''

''لیکن ہمیں بم کو نقصان نہیں پہنچنے دینا ہے۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ہم ان کی مدد سے وک اور اس کے ساتھیوں کو ٹرین چھوڑنے پر مجبور تو کر سکتے ہیں؟''

''ٹھیک ہے۔'' جائلز نے کہا۔ پھر کچھ گنیں خالی کر کے ان میں آتش انگیز شیل بھرنے لگا۔

ولکنس اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ ''ایک بات پوچھوں جائلز؟''

''ضرور جناب۔''

''بیل میں تمہیں شوٹنگ بھی سکھائی گئی تھی؟''

جائلز کا چہرہ تمتما اٹھا۔ نظریں جھک گئیں۔ ''نہیں۔ ہمیں زیادہ تر تھیوری پڑھائی جاتی تھی۔ جنگی حکمت عملی وغیرہ۔''

''لیکن یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ تمہیں صرف نشانہ لینا اور ٹریگر دبانا ہو گا۔ باقی کام گن خود کر لیتی ہے۔''

''میرا خیال ہے' میں یہ ہینڈل کر سکتا ہوں۔'' جائلز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ولکنس جواباً مسکرایا۔ پھر وہ لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اسے جائلز پر رشک آ رہا تھا' جس نے اب بھی امید نہیں چھوڑی تھی اور وہ بڑی تن دہی سے کام بھی کر رہا تھا۔ جبکہ کرنل خود امید چھوڑ بیٹھا تھا۔ اسے ایک تو تکلیف سے لڑنا تھا۔ دوسرے انتظار کے سوا وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ انتظار...... اس کا کہ کیپٹن چن ہیلی کاپٹر کو اڑنے کے قابل بنا لے۔

اسے وکٹر پر غصہ آنے لگا۔ بلکہ پورے سسٹم پر غصہ آنے لگا۔ جن لوگوں پر ایٹمی ہتھیاروں کے معاملے میں اعتبار کیا جاتا تھا' انہیں اندر اور باہر سے خوب چھان پھٹک کر

چیک کیا جاتا تھا۔ ان کے نفسیاتی خاکے مرتب کیے جاتے تھے۔ ان کا ماضی' ان کے دوست' ان کے سیاسی نظریات ...... غرض ہر چیز کی چھان بین کی جاتی تھی۔ اس کے باوجود یہ انڈا گندا کیسے نکل آیا۔

اسے اپنی موت کی فکر نہیں تھی لیکن جو معصوم اور بے گناہ شہری مرنے والے تھے' وہ ضمیر پر ان کا بوجھ محسوس کر رہا تھا۔ وہ ناکام ہوا تھا...... اور اس نے ان سبھوں کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کاش ٹریک پر موجود ہیلی کاپٹر تباہ ہو گیا ہو۔ اس منحوس وکٹر کو بھی ایٹمی آگ میں جھلسنا ہوگا۔

کیپٹن چن کی آواز اسے سوچوں کی دنیا سے باہر کھینچ لائی۔

''میرا خیال ہے اب ہیلی کاپٹر اڑ سکے گا۔'' کیپٹن نے کہا۔

''شاباش بہت خوب۔''

کرنل اپنی سیٹ میں اٹھ کر بیٹھا۔ اس نے تکلیف برداشت کرنے کے لئے دانت ہونٹوں میں گاڑ دیے۔

کیپٹن نے چابی گھمائی۔ ہیلی کاپٹر کا مین پر گردش کرنے لگا۔ ''ہیلی کاپٹر اڑے گا۔'' اس نے خوشی سے اعلان کیا۔

''تو پھر چلو۔ میں ان خبیثوں سے نمٹنا چاہتا ہوں۔'' ولکنس نے دانت پر دانت جماتے ہوئے کہا۔

⁂ ⁂ ⁂

علی نے جھولتی ہوئی لاش کا کندھا تھاما اور اسے اپنے لیے آڑ بنالیا۔ پھر وہ چھت کے کھلے دروازے سے لاش سمیت نیچے بوگی میں اترنے لگا۔

وکٹر نے اپنی رائفل سے دو فائر کیے۔ لاش کے سینے سے خون ابلنے لگا لیکن علی محفوظ رہا۔ نیچے پہنچ کر اس نے بوگی کے فرش پر چھلانگ لگادی۔ لاش اب بھی جھول رہی تھی لیکن علی غیر متوازن انداز میں گرا تھا۔ اس کے نتیجے میں شاٹ گن اسی کے ہاتھ سے

نکل گئی۔ اسے اٹھانے کی مہلت نہیں تھی۔ علی اسے بھول کر بوگی کے عقبی حصے کی طرف لڑھکنے لگا۔ جس وقت تک وکٹر سنبھلا اور دوبارہ فائر کرنے کی پوزیشن میں آیا' وہ عقبی حصے میں رکھے کریٹوں کی آڑ میں چھپ چکا تھا۔

وکٹر نے فائر کیے۔ علی رینگتا ہوا بم کے پیچھے چلا گیا۔

''بہت شاندار۔ یہ جس طرح تم بوگی میں داخل ہوئے ہو' یہ بہت شاندار اور پرفریب حکمت عملی تھی۔ بہت خوب علی۔'' وکٹر نے پکار کر داد دی۔ ''یہ الگ بات کہ تم نے خود کو ایک کونے میں محصور کر لیا۔ بہر حال کوشش بہت اچھی تھی۔''

وہ فائرنگ کرتا ہوا اور قہقہے لگاتا ہوا علی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ گولیاں بم سے ٹکرا کر اچٹ رہی تھیں۔ بم کے کریڈل سے کچھ ٹکڑے ٹوٹ کر دیواروں سے ٹکرا رہے تھے۔

اچانک کلک کی آواز سنائی دی۔ رائفل خالی ہو گئی تھی۔ وکٹر نے رائفل کو وحشیانہ انداز میں گھمایا۔ پھر اسے نال کی طرف سے دونوں ہاتھوں میں یوں پکڑ لیا' جیسے وہ کوئی لٹھ ہو۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے رائفل کو کھلے دروازے سے اچھال دیا۔ ''کوئی بات نہیں' چلو یوں ہی سہی۔'' اس نے کہا۔ ''تمہیں میں صرف اپنے ہاتھوں سے ٹھکانے لگا سکتا ہوں۔''

''وک...... تمہارا کھیل ختم ہو چکا۔'' علی چلایا۔ ''میں جیت گیا تم ہار گئے۔ اب بم کو ڈی ایکٹی ویٹ کر دو۔''

''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ نہ کھیل ختم ہوا ہے' نہ میں ہارا ہوں۔ بم کی ٹک ٹک جاری ہے۔ کھیل کیسے ختم ہو سکتا ہے۔ میرا خیال ہے' رینجر لڑکی نے تمہیں کوڈ دے دیا ہوگا۔'' وکٹر اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ ''میری بات سنو پارٹنر۔ باہر نکل آؤ۔ میں تمہیں کوڈ داخل کرنے کے لئے ایک منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ بلکہ میں تمہاری خاطر کوڈ دہرا بھی دوں گا۔ تاکہ کسی غلطی کا امکان نہ رہے۔''

علی کا جسم پسینے میں نہا رہا تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ وکٹر اب بھی کوئی کھیل

کھیل رہا ہے۔

''یہ الگ بات کہ تمہیں اس چیز کی ضرورت بھی پڑے گی۔'' وکٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

علی نے بم کے اوپر سے جھانک کر دیکھا۔ وکٹر اپنی بیلٹ سے بندھا ہوا ایک چرمی کیس کھول رہا تھا۔ اس میں ایک ریموٹ کنٹرول ڈیوائس موجود تھی۔ اس نے اسے اپنے سر کے اوپر لہرا کر دکھایا۔

''اور تم اسے جتنا جلد حاصل کر لو' اتنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ جب تم باہر ٹارزن بنے ہوئے تھے' اس دوران میں نے بم کو پانچ منٹ پر سیٹ کر دیا تھا۔ میرا خیال ہے' اب تمہارے پاس صرف چار منٹ کی مہلت موجود ہے۔''

''لیکن تم بھی تو مارے جاؤ گے۔'' علی نے کہا۔

''تم تو کچھ بھی نہیں سمجھتے علی۔'' وکٹر نے کہا۔ ''میں غداری کا ارتکاب کر چکا ہوں۔ جیل میں سڑنے اور سزائے موت پانے کے مقابلے میں یہ موت بہتر ہے۔''

''لیکن بے قصور انسانوں کے بارے میں بھی سوچو۔''

''لعنت بھیجو ان پر وہ بے قصور نہیں ہیں۔ انہوں نے ہمارے لیے کیا کیا ہے۔ وہ شکایت کرنے والے لوگ کہ ان سے بھاری ٹیکس وصول کر کے ہمیں عیاشی کرائی جاتی ہے۔ انسانوں کو اذیت ناک موت دینے والے ہتھیار بنائے جاتے ہیں۔''

''نہیں وک' ان میں بے شمار اچھے لوگ بھی ہیں۔''

''نہیں کوئی اچھا نہیں' سب خود غرض ہیں اور سنو' تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ جبکہ تمہارے پاس وقت کم ہے۔ اب میں تمہیں بتاؤں کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ تم کوڈ بم کے کی پیڈ میں بھی Enter کر سکتے ہو اور اس ریموٹ میں بھی۔ لیکن بم کو ڈی ایکٹی ویٹ صرف ریموٹ کنٹرول سے کیا جا سکتا ہے۔ کینسل کا بٹن دباؤ' پھر Enter کا۔ پھر کوڈ داخل کرو۔ بس مسئلہ یہ ہے کہ تمہیں مجھ سے ریموٹ کنٹرول حاصل کرنا ہے۔'' وکٹر مسکرایا۔ پھر وہ جھکا

اور اس نے ریموٹ کنٹرول فرش پر رکھ دیا۔

پھر اس نے جیب سے بیس ڈالر نکالے اور وہ بھی فرش پر رکھ دیے۔ ''یہ وہ بیس ڈالر ہیں' جو میں نے تم سے کل جیتے تھے۔ میں بیس ڈالر کی شرط لگاتا ہوں کہ تم ریموٹ کنٹرول حاصل نہیں کر سکو گے۔'' نوٹ رکھ کر وہ اٹھا اور اس نے سلائیڈنگ ڈور کو بند کیا اور پھر لاک بھی کر دیا۔ ''آؤ ہیرو' آ جاؤ۔ بس اب تم ہو اور میں ہوں۔ دونوں خالی ہاتھ ہیں۔ آؤ...... ہمت ہے؟''

علی کھڑا ہو گیا۔ اب اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئی تھیں۔ وکٹر ریموٹ کنٹرول سے دو گز آگے کھڑا تھا۔ وہ باکسر کے ایکشن میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''ہاں...... مجھ میں ہمت ہے اور بہت ہے۔ میں تیار ہوں۔'' علی نے کہا۔

علی نے بھی گھونسے بنا کر ہاتھ بلند کیے اور آگے بڑھا۔

وکٹر نے ٹائمر پر نگاہ ڈالی اور بولا۔ ''تین منٹ باقی ہیں۔ ایک راؤنڈ ہو سکے گا۔ کہو کیسا لگ رہا ہے۔''

''تم ذلیل...... گندے کیڑے۔ یہ لگ رہے ہو تم مجھے۔''

''گڈ۔ مجھے زندگی کی آخری فائٹ ایک ایسے شخص سے لڑنا اچھا نہ لگتا' جو مجھے زیر کرنا نہ چاہتا ہو۔ اب لطف آئے گا۔'' وکٹر کی مسکراہٹ کی جگہ پھنکار نے لے لی۔ ''آ جاؤ ہیرو' یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔ پھر بھی آخری بار کوشش کر لو۔''

❋ ❋ ❋

لڑا مال ڈبے اور اگلی بوگی کو جوڑنے والے کنڈے پر کام کر رہی تھی۔ ٹرین اب ایک پہاڑی پر چڑھ رہی تھی۔ چنانچہ اس کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ اب پن پر اسکریو ڈرائیور جمانا نسبتاً آسان ہو گیا تھا۔ دوسرے اس کنڈے پر زنگ بھی کم تھا۔

پن آہستہ آہستہ اوپر آ رہی تھی۔

چند منٹ وہ کنڈے میں الجھی رہی۔ پھر اچانک اسے اپنے جسم پر تیز ہوا کا جھکڑ

محسوس ہوا۔ ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا شمال مشرق کی سمت سے ائیرفورس کا ہیلی کاپٹر بہت تیز رفتاری سے آرہا تھا۔ فائرنگ بھی ہو رہی تھی۔

لزا ہیلی کاپٹر والوں کی غیر ذمہ داری کو دل میں کوستی ہوئی پھر کنڈے کی طرف متوجہ ہوئی اور پوری قوت سے پن کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔

فائرنگ جاری تھی۔ ''تم کس پر فائر کر رہے ہو احمقوں!'' وہ بڑبڑائی۔ ''یہاں اب بچا کون ہے سوائے ہمارے۔''

اچانک پن اچھل کر نکلی اور لزا پیچھے کی طرف گری۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی۔ جھٹکا بہت تکلیف دہ تھا۔

دوسری طرف ٹرین کے پچھلے کٹے ہوئے حصے کی رفتار کم ہو رہی تھی۔

ادھر فائرنگ کی آواز قریب آرہی تھی۔ لزا نے پلٹ کر دیکھا۔ گولیاں ٹرین پر لدے ہوئے تباہ شدہ ہیلی کاپٹر سے ٹکرا رہی تھیں۔ پھر اچانک اسے احساس ہوا کہ ہیلی کاپٹر والے بم والی بوگی پر گولیاں نہیں چلا رہے ہیں۔ وہ تو تیل کے ڈرموں کو نشانہ بنا رہے تھے۔

''مائی گاڈ'' لزا کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ وہ سمجھ گئی کہ وہ لوگ وکٹر کو ختم کر کے بم حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

وہ اچھل کر کھڑی ہوئی اور بم والی بوگی کی طرف لپکی۔ وہ پاگلوں کی طرح ہاتھ ہلا ہلا کر اشارے کر رہی تھی۔ ''فائرنگ مت کرو۔ یہ کام ہم کر سکتے ہیں۔'' وہ حلق کے بل چلائی۔

لیکن اسے احساس ہو گیا کہ ان تک اس کی آواز نہیں پہنچے گی۔ بلکہ وہ تو اسے دیکھ بھی نہیں پا رہے ہیں۔

بچی کھچی توانائی اور ہمت مجتمع کر کے وہ بم والی بوگی کی طرف بھاگی۔ اس کی ٹانگیں کپکپا رہی تھیں۔ وہ بوگی کی سائیڈ سے چھت پر جانے والی سیڑھی پر چڑھنے لگی۔ وہاں

پہنچتے ہی وہ پیٹ کے بل لیٹ گئی۔

اسی لمحے آگ بھڑکانے والا پہلا شیل تیل کے ڈرم سے ٹکرایا.......

✲ ✲ ✲

آگ تیل کے ایک ڈرم سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے ڈرم تک تیزی سے سفر کر رہی تھی۔ پھر تیل کے ڈرم اڑنے لگے۔ ان میں سے بیشتر آخری بوگی پر جا کر گرے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بوگیوں میں آگ لگی اور انجن تک پہنچنے لگی۔ ایک ڈرم سے اچھلنے والے تیل نے انجن کو نہلا دیا۔ اگلے ہی لمحے ٹینک پھٹا۔ انجن کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ دونوں حصے پٹری کی مخالف سمتوں میں الگ الگ گرے لیکن اس کے پیچھے کی دو بوگیاں پٹری پر تھیں۔ انجن کے پھٹنے کے بعد دونوں بوگیاں پہلے تو چند لمحے رکی رہیں پھر وہ پیچھے کی طرف چل پڑیں، جہاں ڈھلوان تھی۔

✲ ✲ ✲

بم والی بوگی میں دھواں بھر گیا تھا لیکن وکٹر کو اس کا احساس بھی نہیں تھا۔ علی اپنے پارٹنر سے خوب واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت وکٹر کو کسی بات کی پرواہ نہیں۔ وہ تو بس اسے ختم کرنے کے درپے ہے۔

وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے، گھونسے بلند کیے چکرا رہے تھے۔

وکٹر نے رائٹ جیب مارا۔ علی نے اپنا سر پیچھے کیا۔ وکٹر کا لیفٹ ہک ضائع ہو گیا۔

''بہت خوب۔'' وکٹر نے اسے داد دی۔ ''میں سمجھا تھا کہ تم بائیں جانب موو کرو گے اور میں تمہیں ہک کر سکوں گا۔''

علی نے کچھ نہیں کہا۔ وہ اپنے ارتکاز کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔

''گلووز کے بغیر عجیب لگتا ہے۔ ہے نا؟'' وکٹر نے کہا۔ ''یہ جدید دور کی باکسنگ زخموں کا کھیل ہے۔ بس پوائنٹ اسکور کرتے رہو لیکن پارٹنر، یہ ہماری فائٹ پوائنٹ اسکور کرنے والی نہیں۔ یہ تو زندگی اور موت کا معاملہ ہے...... ایسے!''

وکٹر نے دائیں کی جھپکی دی۔ علی اس بار اپنی موو کو دہرانا نہیں چاہتا تھا۔ وکٹر نے یہ بات بھانپ لی تھی۔ اس نے لیفٹ جیب چلایا' جو علی کی تھوڑی پر لگا۔ اس کا سر جھٹکے سے پیچھے کی طرف گیا۔

''خون نکل آیا۔ گڈ۔ پتا ہے' پرانے زمانے کی فائٹ میں اتنا خون نکلتا تھا کہ فائٹر اس سے پھسل کر گر جاتا تھا۔''

وکٹر نے علی کو ایک لیفٹ اپر کٹ مارا' جس سے علی کے جبڑے کے پاس زخم کھل گیا لیکن وکٹر کا ہاتھ بھی زخمی ہوا۔ علی لڑکھڑاتا ہوا چند قدم پیچھے ہٹا۔ وکٹر جہاں تھا' وہیں کھڑا رہا۔ وہ ریموٹ کنٹرول کے پاس سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔

علی نے سر جھکا اور مکے اٹھائے وکٹر کی طرف بڑھا۔ اس کے کانوں میں سیٹیاں بج رہی تھیں۔ جبڑا دکھ رہا تھا لیکن اس کا دماغ کام کر رہا تھا اور وہ چوکنا تھا۔ اتنا چوکنا تھا کہ اسے معلوم تھا کہ اب صرف دو منٹ پانچ سیکنڈ کی مہلت رہ گئی ہے۔

وکٹر نے رائٹ اپر کٹ کا جھانسہ دیا اور لیفٹ جیب مارا۔ علی نے اسے بلاک کیا اور اس کے سینے پر لیفٹ جیب رسید کیا۔

''اچھی کوشش' اچھی پلاننگ۔'' وکٹر نے تبصرہ کیا۔ ''لیکن پنچ میں اتنی قوت ہونی چاہئے کہ دو تین پسلیاں ٹوٹ جائیں ورنہ بات نہیں بنے گی۔''

اب وکٹر ریموٹ کنٹرول کے گرد تھرک رہا تھا۔

''پہلے ہر فائٹ ناک آؤٹ پر ختم ہوتی تھی۔'' وکٹر نے کہا۔ ''بہت فائٹرز زخمی ہوتے تھے۔ جانتے ہو' آدمی ناک آؤٹ ہو تو کیا ہوتا ہے۔ دماغ کھوپڑی کی دیواروں پر ٹھوکریں مارتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ فیوز اڑ گیا۔ لائٹ ختم۔''

وہ آگے بڑھا۔ ''میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ ناک آؤٹ کیسے ہوتا ہے۔''

وکٹر دایاں پاؤں آگے بڑھا کر آیا۔ اس نے اس بار اکٹھے دو جھانسے دیئے۔ لیفٹ ہک دکھا کر روکا اور لیفٹ اپر کٹ مارا لیکن علی نے سمجھ لیا تھا۔ وہ پھرتی سے بائیں جانب

موو ہوا۔ اسے اوپننگ ملی۔ اس نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لیفٹ' رائٹ کا کامبی نیشن وکٹر کے پیٹ میں مارا۔ وکٹر دہرا ہوا تو اس نے جان دار رائٹ اپر کٹ مارا' جو اس کے گھٹنوں سے شروع ہوا تھا اور وکٹر کے جبڑے پر ختم ہوا۔ وکٹر دونوں ہاتھ پھیلائے ڈگمگاتا ہوا پیچھے کی طرف گیا۔

''کچھ ایسا لگتا ہے؟'' علی نے پوچھا۔

وکٹر جواب نہ دے سکا۔ وکٹر کے سنبھلنے سے پہلے علی نے جھپٹ کر ریموٹ کنٹرول بھی اٹھایا اور ایک رائٹ اپر کٹ بھی رسید کیا۔ وکٹر اس بار زمین بوس ہو گیا۔ اس کے گرتے ہی علی نے ریموٹ کنٹرول کو سمجھنے کے لئے اس کا جائزہ لیا۔

پھر وہ بم کی طرف بڑھا۔ اس وقت بوگی کا زیادہ تر حصہ جلنے لگا تھا۔ اس کے شعلوں کی روشنی میں وہ دیکھ سکتا تھا۔ اس نے کوڈ پنچ کرنا شروع کیا۔

پیچھے سے کلک کی آواز سن کر وہ ٹھٹکا۔ رائفل گرجی۔ اس نے فرش کی طرف غوطہ لگایا۔ اس عالم میں بھی اس نے خیال رکھا کہ ریموٹ کنٹرول پر نہ گرے۔ دیوار میں جہاں چند لمحے پہلے اس کا سر تھا' بہت بڑا سوراخ ہو گیا تھا۔

''چیلنجر بھاگ رہا تھا۔'' وکٹر نے زہریلے لہجے میں کہا۔ اس کے پھٹے ہوئے ہونٹ خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ پھر اس نے اپنا ایک ٹوٹا ہوا دانت فرش پر تھوک دیا۔ اس نے رائفل کندھے پر رکھی اور دوسرا فائر کیا۔

علی نے گرے گرے بم کی جانب جست لگائی۔ گولی نے اس جگہ فرش میں مٹھی کے برابر سوراخ کر دیا' جہاں ایک لمحہ پہلے وہ موجود تھا۔ علی نے خود کو سنبھالا اور جھکے جھکے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے کوڈ فیڈ کرنے لگا۔ اس کے عقب میں اب شعلوں کی دیوار کھڑی ہو چکی تھی۔

''نائن' سکس' پاؤنڈ......''

وکٹر بم کی طرف بڑھتے ہوئے مسکرایا۔ لیکن اس کی مسکراہٹ سے کمزوری جھلک

رہی تھی۔ ''تم کارنر میں پھنس چکے ہو علی۔ تم رسیوں پر ٹک گئے ہو۔ یہ تو تم سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔''

''سیون' اسٹار.......''

وکٹر اب چھت کے کھلے دروازے کے عین نیچے کھڑا تھا۔ وہ بم سے صرف دو گز دور تھا۔ اس نے رائفل بلند کی۔ ''آٹھ سیکنڈ رہ گئے ہیں اب سات....... اب چھ....... وقت اڑ رہا ہے علی۔''

علی کو احساس تھا۔ وہ اندھیرے میں ریموٹ کنٹرول کے بٹن دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''.......ون' Enter......''

وہ وکٹر کا بتایا ہوا کوڈ Enter کر چکا تھا۔ مگر اب اسے خوف تھا کہ کہیں وکٹر نے غلط کوڈ نہ بتایا ہو۔

''کینسل......انٹر۔'' اس نے مزید دو بٹ دبائے۔

بم کے پینل سے بیپ ......بیپ کی آواز نکلی' علی نے جلدی سے پینل کے کی پیڈ کو دیکھا۔ نمبر ٹھہر گئے تھے۔ تباہی صرف دو سیکنڈ کے فاصلے پر ٹھہر گئی تھی۔

''یہ تو تم نے کر لیا۔'' وکٹر نے پھنکار کر کہا۔ ''مگر اب میں تمہارا دل چھید دوں گا اور پھر بم کو دوبارہ کاؤنٹ ڈاؤن پر.......''

''تم ایسا نہیں کر سکو گے۔'' اوپر سے ایک آواز نے کہا۔

وکٹر نے اوپر دیکھا اسی لمحے چھت کے کھلے دروازے سے لزا اندر کود ی۔ اس نے وکٹر کے لات رسید کی۔ وکٹر کے پاؤں اکھڑے اور وہ عقبی دیوار سے ٹکرا کر ڈھیر ہو گیا۔

''اب تم یہاں فرائی ہو گے....... اپنے بم کے ساتھ۔'' لزا نے نفرت سے کہا۔

علی بم کے عقب سے نکل آیا۔ لزا پہلے ہی بوگی کے پہلو والے دروازے کی طرف لپک رہی تھی۔ ''آؤ....... جلدی کرو۔'' اس نے سلائیڈنگ ڈور کو کھولتے ہوئے علی کو پکارا۔

علی رکا۔ اس نے وکٹر کو دیکھا' جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لزا نے پلٹ کر علی کا ہاتھ تھاما اور اسے کھینچا۔ ''وقت بالکل نہیں ہے تمام بوگیاں جل رہی ہیں۔'' اس نے کہا۔

اتنی دیر میں آگ بم والی بوگی میں بھر چکی تھی۔ شعلے چنگھاڑ رہے تھے۔ بم والی بوگی بری طرح جل رہی تھی۔ جیسے وہاں زلزلہ آیا ہو۔ لزا اور علی مال ڈبے پر کودے۔ اسی وقت بم والی بوگی اوپر کو اٹھتی محسوس ہوئی۔

علی اب بھی پلٹ کر بم والی بوگی کو دیکھ رہا تھا۔ وکٹر بھی اس کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں پچھتاوا اور شرمندگی نہیں تھی۔ صرف ضد' ہٹ دھرمی اور نفرت تھی۔

اس لمحے بم اپنے کریڈل سے نکلا۔ اس کا نکیلا حصہ وکٹر کے سینے میں گھس گیا۔ وکٹر بوگی کی دیوار میں پرویا ہوا لگ رہا تھا۔

علی نے سامنے کی طرف دیکھا۔ مال ڈبہ بھی آگ سے بھر گیا تھا۔ ''چھلانگ لگاؤ علی۔'' لزا نے چیخ کر کہا۔

ان دونوں نے ایک ساتھ چھلانگ لگائی۔ وہ چٹانی ڈھلوان پر گرے اور لڑھکتے چلے گئے۔ کوئی تیس فٹ نیچے جھاڑیوں نے انہیں مزید گرنے سے روکا۔ کانٹے بہت تکلیف دہ تھے لیکن وہ اس وقت ان کے لئے نعمت ثابت ہوئے تھے۔ اگر وہ جھاڑیوں میں الجھ کر نہ رکے ہوتے تو چٹانوں پر پھسلتے ہوئے ان کے جسم کی کوئی ہڈی بھی سلامت نہ رہتی۔

دھواں اور راکھ ان پر برستی رہی۔ علی نے سر گھما کر لزا کو دیکھا۔ ''تم ٹھیک ہو؟''

''میں ٹھیک ہوں۔ مگر اب تمہیں مجھ کو فلم دکھانی ہو گی اور ڈنر پر لے جانا ہو گا۔''

علی نے لزا کا ہاتھ تھام لیا۔ شعلوں کی پھنکار اب بھی نمایاں تھی۔ پھر انہیں ہیلی کاپٹر کی قریب آتی آواز سنائی دی۔ علی وکٹر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اسے اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ ہو چکا ہے۔ وکٹر اس کا دوست' اس کا کو پائلٹ' جس پر وہ دنیا میں سب سے بڑھ کر اعتبار کرتا تھا....... اس نے اس سے غداری کی تھی....... نہ

صرف اس سے بلکہ اپنے ملک سے۔اس کے بعد وہ کس پر اعتبار کر سکتا تھا؟

کاغذ کی پھڑ پھڑاہٹ اسے سوچوں کی دنیا سے کھینچ لائی۔اس نے دیکھا۔وہ بیس ڈالر کا وہ نوٹ تھا' جو وکٹر نے بوگی کے فرش پر ریموٹ کنٹرول کے ساتھ رکھا تھا۔نوٹ اڑتا ہوا اس کی طرف آ رہا تھا۔اس نے زمین پر گرنے سے پہلے نوٹ کو دبوچ لیا اور اپنی جیب میں رکھ لیا۔وہ نوٹ اس کے لئے سرمایہ حیات تھا۔

وہ صحیح معنوں میں اس کی خون پسینے کی کمائی تھی۔

ہیلی کاپٹر جلتی ہوئی بوگیوں کے اوپر چکرا رہا تھا۔پھر وہ ان دونوں کی طرف آیا۔ علی نے ہاتھ لہرایا۔کیپٹن چن نے بھی جواب میں ہاتھ ہلایا۔پھر اس نے اشارہ کیا وہ سطح زمین دیکھ کر ہیلی کاپٹر کو اتارے گا۔

لزا کا منہ بن گیا۔''پہلے تو انہوں نے ہمیں ٹرین سے گرانے کی کوشش کی۔'' وہ بولی۔''پھر انہوں نے ہمیں جلا کر مارنے کا ارادہ کیا۔اب نجانے کیا کریں گے۔میں ان پر اعتبار نہیں کر سکتی۔اس ہیلی کاپٹر پر سوار ہونے سے تو پیدل چلنا بہتر ہے۔''

علی نے اس کا راکھ آلود چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔''فکر نہ کرو۔ہم اس صحرا میں کیمپ لگا لیں گے۔چند روز یہاں گزارے جا سکتے ہیں۔مجھے تو ہر طرح کے حالات میں زندہ رہنے کی تربیت دی گئی ہے۔''

''نہیں بھئی' ہیلی کاپٹر ہی ٹھیک ہے۔''لزا نے جلدی سے کہا۔''اور سنو' ہم ایک دوسرے سے اب تک باقاعدہ متعارف نہیں ہوئے ہیں۔''

علی مسکرایا۔''میں علی ہوں...... کیپٹن علی جمال فرام یو ایس ایئر فورس۔'' اس نے سینہ تانتے ہوئے کہا۔

لزا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔''میں لزا مائیکل ہوں۔تم سے مل کر خوشی ہوئی۔''

''اب میں تم سے وہ بات کہنا چاہتا ہوں' جو کہنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔آئی لو یو لزا مائیکل۔''

''میں تم سے اس سے بھی پہلے سے محبت کرتی ہوں۔مجھے کب سے تمہارا انتظار تھا۔''لزا نے شرمیلے لہجے میں کہا۔

قدموں کی چاپ سن کر انہوں نے دیکھا۔جائلز ان کی طرف دوڑا چلا آ رہا تھا۔ہیلی کاپٹر میں بیٹھا ہوا ولکنس انہیں دیکھ کر ہاتھ ہلا رہا تھا۔''دوسری زندگی ہمیشہ زیادہ خوب صورت لگتی ہے۔''علی نے مسکراتے ہوئے سوچا اور لزا کو لپٹا لیا۔

☆===ختم شد===☆